خطابات حضور

اشرف العلماء

معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى خُصُوصاً عَلٰى اَفْضَلِ رُسُلِهٖ وَسَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ مَاحِى الذُّنُوبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُودِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَةِ وَاللِّوَآءِ الَّذِى دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلَيْهِ رَبُّهٗ مَااَوْحٰى مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى اَحْمَدَالْمُجْتَبٰى اَلَّذِى كَانَ نَبِيّاً وَّاٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْكُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِا لْاِحْسَانِ اِلٰى يَوْمِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوذُ بِا للّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى۔ صَدَقَ اللّٰهُ مَولاَ نَا الْعَظِيْمِ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنَ.

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً.

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِى يَا رَسُولَ اللّٰه.وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِى يَاحَبِيْبَ اللّٰه. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ .وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ .

صاحب صدر گرامی قدر واجب الاحترام بزرگو بھائیو! مجھ سے قبل برادر عزیز علامہ محمد ہاشم صاحب اس آیت کے بارے میں اظہار خیال فرما رہے تھے تو انہی کی متعین کردہ لائن کے مطابق میں بھی چند گذارشات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا

چاہوں گا۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ حق بیان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے مطابق ہم سب کو اعتقاد اور عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

نجم فرمانے کی حکمت

اللہ رب العزت نے فرمایا والنجم اذا ھوی اس سے مراد کیا ہے؟ حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ نجم سے مراد محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ذات پاک ہے اور اذا ھوی سے مراد ہے کہ جب وہ معراج سے واپس آئے اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی یہی تفسیر حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی سامنے رکھتے ہوئے یہی ترجمہ بیان فرمایا کہ قسم ہے چمکتے ستارے محمد کی جب کہ وہ معراج سے لوٹے۔ سرکار کو معراج کے لئے بلایا گیا تو اسری بعبدہ فرمایا اور جب واپسی ہورہی ہے تو والنجم اذا ھوی فرمایا جارہا ہے بلاتے وقت عبدیت کا ذکر ہے اور واپس بھیجتے وقت نجم ہونے کا ذکر ہے تو یہ وجہ کیا ہے کہ جاتے وقت عبدیت کو ملحوظ رکھا جارہا ہے اور واپس بھیجتے وقت ان کی شان نجمیت کو بیان کیا جارہا ہے۔ تو عبد کہتے ہیں اسی ذات کو جو مخلوق سے تعلق توڑے اور صرف اللہ کی ذات سے اپنا تعلق قلب جوڑے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ جارہے تھے تو ہر چیز سے منہ موڑ کر توجہات ہٹا کر کے صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات کی طرف متوجہ تھے اس لئے فرمایا اسریٰ بعبدہٖ اور جب بھیجا تو پھر روشن کر کے ہر طرف سے نور ہی نور بنا کر واپس بھیجا اس لئے آتے وقت، واپس کرتے وقت فرمایا والنجم اذا ھویٰ قسم ہے چمکتے ستارے محمد کی جب معراج سے لوٹے اللہ تبارک وتعالیٰ نے محبوب کریم علیہ

الصلوٰۃ والتسلیم کو اپنا دیدار کروانا تھا اصل مقصد تو یہ ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ سرکار نے اللہ کا دیدار کیا ہے تو دل کی آنکھوں سے کیا ہے سر کی آنکھوں سے نہیں کیا ہے تو حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر دل کی آنکھوں سے ہی دیکھنا تھا تو پھر وہ تو یہاں بھی دیکھ سکتے تھے۔ اتنی دور آگے لے جانے کی ضرورت کیا تھی؟ دل کے ساتھ دیکھنے کا اعزاز تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر وقت حاصل ہے اس دنیا جہان میں ہوتے ہوئے بھی ہر وقت آپ دل کی آنکھوں سے مشاہدہ فرما رہے ہیں اور روحانی طور پر آپ ہر وقت اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ اس لئے اگر دل کے ساتھ روحانیت کے ذریعے دیدار کروانا ہے تو پھر اتنا لمبا چوڑا سفر کروانے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ تو اصل مقصد یہ ہے کہ آپ سر کی آنکھوں کے ساتھ اللہ رب العزت کا دیدار کریں اب ہماری آنکھ دیکھتی ہے تو پیچھے نہیں دیکھ سکتی دائیں بائیں دیکھتی ہے تو تھوڑا تھوڑا، ادھر ادھر بھی توجہ نہیں کر سکتی لیکن رب العزت کسی جہت کا پابند نہیں ہے کہ ادھر ہو ادھر نہ ہو، دائیں ہو بائیں نہ ہو، اوپر ہو نیچے نہ ہو۔ اس کی ذات غیر محدود ہے لامتناہی ہے جہت سے پاک ہے کسی ایک سمت اور جانب ہونے سے پاک ہے تو پھر اس کے دیدار کے لئے دیکھنے والے کی آنکھ بھی ایسی ہی ہونی چاہئے تھی کہ وہ بھی ہر جہت کی پابندی سے آزاد ہو اس لئے اللہ رب العزت نے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی نگاہ ایسی بنائی کہ جو جس طرح آگے دیکھے اسی طرح پیچھے دیکھے۔ جس طرح دائیں دیکھے اسی طرح بائیں دیکھے۔ جس طرح اوپر دیکھے اسی طرح نیچے دیکھے۔ اس لئے رب العزت نے آپ کو سراسر نور بنایا نہ جسم بنایا کیونکہ نجم کا ہر پہلو ہر جانب روشن ہے اس لئے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو

نےجسم فرمایا کیونکہ دیدار کے لئے ضرورت اس بات کی تھی کہ آپ ہر پہلو سے مجسم آنکھ بن کر اپنے رب کا دیدار کر سکیں۔

نگاہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرات گرامی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے ارشاد فرماتے ہیں اِنِّی لَاَرَاکُمْ مِنْ خَلْفِی کَمَا اَرَاکُمْ مِنْ بَیْنِ یَدَیَّ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔ اب سامنے دیکھنا آنکھ کا یہ تو واضح ہے۔ کچھ دائیں کچھ بائیں دیکھتی ہے۔ کچھ اوپر نیچے دیکھتی ہے لیکن جو پچھلی جانب ہے وہ مکمل طور پر اس سے اوجھل ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی آنکھ کو یہ وسعت بخشی ہے کہ جیسے آگے دیکھتی تھی۔ ویسے ہی پیچھے دیکھتی تھی۔ دلوں میں جو خیالات کی ادنی لہریں اٹھتی تھیں صرف وہ ہی نہیں دیکھتی تھی بلکہ سینوں میں چھپے دل اور دلوں میں چھپے خیالات کا بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ برابر مشاہدہ کرتی تھی۔ اس لئے سرکار ارشاد فرماتے ہیں۔ وَاللّٰہِ لَا یَخْفٰی عَلَیَّ رُکُوْعُکُمْ وَلَا خُشُوْعُکُمْ خدا کی قسم! نہ تمہارے رکوع مجھ سے پوشیدہ ہیں نہ تمہارے دلوں کی عاجزیاں مجھ سے پوشیدہ ہیں سرکار آگے ہیں منہ قبلے کی طرف ہے صحابہ کرام نئے نئے حلقہ اسلام میں آرہے ہیں کوئی رکوع میں گڑبڑ کرتا ہے کسی کے سجدے میں کوتاہی ہوجاتی ہے کسی کے خیالات منتشر ہوجاتے ہیں۔ تو سرکار کیا ارشاد فرماتے ہیں هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِی هٰهُنَا تم کیا سمجھتے ہو میرا منہ قبلے کی طرف ہے مجھے پیچھے کا پتہ نہیں ہے خدا کی قسم نہ تمہارے رکوع مجھ سے پوشیدہ ہیں نہ تمہارے دلوں کی عاجزیاں مجھ سے پوشیدہ ہیں۔

حضرات گرامی! سرکار کی آنکھ کو اللہ رب العزت نے یہ احاطہ بخشا کہ ہر طرف بیک وقت دیکھے تاکہ جس ذات کو دیکھنے کے لئے آپ کو بلایا گیا ہے وہ بھی بے جہت ہے تو پھر آپ کی آنکھ بھی بے جہت ہو جائے کسی ایک سمت کی پابند نہ رہے تاکہ صحیح طور پر اللہ رب العزت کا دیدار کر سکے۔

غیب الغیب بھی پوشیدہ نہیں

یہاں یہ بات ذہن نشین ہو جانی چاہئے کہ اللہ رب العزت غیب ہے صرف غیب ہی نہیں غیب الغیب ہے۔غیب سے بھی غیب ہے فرشتے ہم سے غیب ہیں کہ نہیں فرشتوں سے بھی اللہ کی ذات غیب ہے تو گویا اللہ رب العزت غیب الغیب ہوا لیکن نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی آنکھ نے اس غیب الغیب کا بھی مشاہدہ فرمایا تو وہ غیب الغیب ذات بھی جس ہستی کی آنکھ سے اوجھل نہ رہے تو دوسرے غیب جو بے چارے ہیں ان کی حیثیت ہی کیا ہے میں غیب الغیب کا لفظ اس لیے بول رہا ہوں ذرا اس کی وضاحت عرض کر دوں حضرت جبریل علیہ الصلوۃ والسلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے سرکار نے فرمایا جبریل آگئے ہو میں ایک مسئلے پر غور کر رہا تھا تو اچھا ہوا آگئے تم بھی اپنی رائے دو اتنی وسیع زمین جو ہے تو اس میں اللہ رب العزت کو کون سے قطعات پسند ہیں عرض کی حضور میں اپنے طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا اجازت فرماؤ میں ابھی اللہ کے حضور حاضر ہو کر اس سے پوچھ کر کچھ عرض کر دیتا ہوں فرمایا ٹھیک ہے جاؤ۔وہ پوچھ کر آگئے فخریہ انداز میں بیان کرتے ہیں میں آج اللہ کے بڑا ہی قریب ہوا جتنا آج میں اللہ کے قریب ہوا اتنا کبھی قریب نہیں ہوا تھا اور اللہ سے پوچھا اللہ نے یہ جواب دیا کہ جو مسجدوں والی جگہیں ہیں وہ مجھے سب سے زیادہ پسند

ہیں اور جو بازاروں والی جگہیں ہیں وہ مجھے سب سے زیادہ ناپسند ہیں یہ تو سوال کا جواب آ گیا اب جو اس نے دعویٰ کیا تھا کہ میں بڑا ہی قریب ہوا ہوں تو سرکار نے سراپا شوق بن کر پوچھا کیا تو میرے رب کو دیکھ کر آیا ہے؟ میری رب کی زیارت کر کے آیا ہے؟ مقصد یہ تھا کہ جو آنکھ میرے محبوب حقیقی کا دیدار کر کے آئی ہے وہ آنکھ تو بوسہ لینے کے قابل ہے وہ آنکھ تو صد ہا سلام عقیدت کے قابل ہے کہ اللہ رب العزت کا دیدار کر کے آئے تو جبرئیل کانپ گئے اور عرض کی حضور دیدار کرنا تو دور کی بات ہے ابھی ستر ہزار پردہ درمیان میں موجود تھا تو جب اتنا قریب ہوا کہ ناز کر رہا ہے فخریہ انداز میں اسے بیان کر رہا ہے تو بھی ستر ہزار پردے اور حجاب درمیان میں موجود ہیں تو پتہ چلا کہ جبرئیل ہم سے غیب ہے اور جبرائیل سے اللہ رب العزت کی ذات غیب ہے تو پھر اللہ رب العزت جو غیب الغیب ہے۔ وہ بھی نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اوجھل نہیں ہے یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے جبرائیل ہر پیغمبر پہ اترا وحی لے کر آیا مگر ادھر سے آتے وقت اتنا قریب نہیں ہوا جتنا کہ آج ادھر سے جاتے وقت قریب ہو گیا ہے اللہ کی طرف سے انبیاء علیھم السلام کی طرف آیا تو اتنا قریب نہ ہوا جب نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے اللہ رب العزت کے پاس گیا تو سب سے زیادہ قریب ہو گیا اتنا کسی موقع پر قریب نہیں ہوا تھا جتنا کہ اب قریب ہو گیا تو پھر اس کی وجہ کیا ہے؟ پہلے اللہ کا قاصد بن کر انبیاء کے پاس آتا تھا اب محبوب کا قاصد بن کر محبّ حقیقی کے پاس گیا تھا اس لئے اللہ رب العزت نے فرمایا تو جبرائیل تو وہی ہے مگر یار کا قاصد بن کر آ رہا ہے اس لئے اور آگے آجا تو جو خداوند قدوس محبوب کے قاصد کو اتنا قریب کرتا ہے پھر وہ محبوب پاک کی ذات کو کتنا قریب کرے گا۔

علم غیب

میرے بھائیو! لوگ کہتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم نہیں ہے ان سے پوچھئے اللہ غیب ہے کیا ہمارے نبی کو اللہ کا علم کوئی نہیں؟ فرشتے غیب ہیں کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتوں کا علم کوئی نہیں؟ جنت غیب ہے کیا نبی پاک کو جنت کا علم کوئی نہیں؟ دوزخ غیب ہے اس میں عذاب ثواب کیا یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں؟ یہ چیزیں ہمیں کس نے بیان کی ہیں اگر آپ کو علم نہیں تو ہمیں بیان کون فرما گئے؟ ہمیں اس کی تعلیم کون دے گیا۔ تو یہ کتنے سطحیت کے مالک لوگ ہیں کتنے بھولے بادشاہ کہہ لیجئے کہ اتنا کچھ جاننے کے باوجود کہ اللہ کا پتہ آپ نے بتلایا، فرشتوں کے بارے میں آپ نے بتلایا، جنت دوزخ کے بارے میں آپ نے بتلایا، قیامت اور اس کی تفصیلات سے آگاہ ہمیں آپ نے کیا پھر دعویٰ یہ ہے کہ غیب کا علم آپ کو کوئی نہیں۔ ایک مولوی صاحب ان کے کہہ گئے ہیں کہ علم غیب کے بارے نبی یکساں بے خبر اور نادان ہیں پہلا تو یہ فتویٰ کتنا لغو ہے کہ برابر ہیں فرق ہی کوئی نہیں اللہ فرق بیان فرماتا ہے اور یہ برابر ٹھہرا رہے ہیں اللہ فرماتا ہے ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشآء اللہ کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ وہ ہرایرے غیرے کو غیب کی اطلاع دے وہ غیب کی اطلاع کے لئے اپنے رسولوں کا انتخاب کرتا ہے۔ رب نے امتیاز بیان کیا ہے یا نہیں کہ میں ہر ایک کو اطلاع نہیں دیتا صرف اپنے رسولوں کو اطلاع دیتا ہوں اب جنہیں اطلاع نہیں دی انہیں بھی غیب کا علم نہ ہو اور جنہیں اطلاع دی ہے وہ بھی غیب سے بے خبر ہوں تو پھر اطلاع دینے کا فائدہ کیا ہے؟ پتہ چلا کہ جنہیں اطلاع نہیں دیتا

وہ بے خبر ہیں اور جنہیں اطلاع دیتا ہے وہ غیب سے باخبر ہیں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے علم الغیب فلا یظھر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول اللہ بذات خود غیبوں کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیبوں کا اظہار کسی پر بھی نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں پر اس کا اظہار کرتا ہے تو غیب وہ ہے جو پس پردہ ہو جب اس کے پردے ہٹ جائیں، حجاب اٹھ جائیں، تو وہ سامنے آجائے گا، ظاہر ہو جائے گا، تو اللہ رب العزت نے بتلا دیا کہ وہ اپنے رسولوں کی نگاہوں پر سے غیب کے پردے ہٹا کر انہیں اس کا مشاہدہ کروا دیتا ہے پھر نادان کا لفظ بولنا یہ کتنی زیادتی ہے، ظلم ہے، گالی ہے کہ پیغمبروں کو نادان کہا جا رہا ہے حالانکہ جو غیب جانے نہیں وہ غیب کی خبر کیسے دے گا؟ پہلے غیب جانے گا پھر ہمیں جتلائے گا پہلے غیب سے باخبر ہوگا پھر ہمیں غیب کی خبر دے گا اور یہ بھی یاد رکھیں پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ تمہیں بتلائے برف بڑی ٹھنڈی ہوتی ہے آگ بڑی گرم ہوتی ہے سورج بڑا روشن ہوتا ہے یہ تو ہر نیم پاگل جانتا ہے بچے بھی جانتے ہیں پیغمبر کا کام یہ نہیں ہے پیغمبر کا کام کیا ہے؟ جہاں انسانی حواس بے بس ہو جائیں جہاں عقل سرسری مجبور ہو جائے اور اس کی پہنچ سے ماوراء چیزیں ہوں تو نبی کا کام یہ ہے کہ جہاں حواس کی پہنچ نہ ہو عقل کی پہنچ نہ ہو وہاں سے وہ اپنا کام شروع کرے اور اسی کو غیب کہتے ہیں مالا یدرکه العقل ولا یقتضیه بداهة العقل جس کو سرسری عقل سے نہ جانا جا سکے جس کا حواس کے ذریعے سے احاطہ نہ کیا جا سکے اسی کو غیب کہتے ہیں تو جہاں انسانوں کے حواس کام نہیں کرتے نبی کا کام یہ ہے کہ وہ چیزیں ان لوگوں کو بتلائے اور ان کو صحیح حقائق اور صحیح اعمال کی راہنمائی فرمائے تو لہٰذا جو غیب نہیں جانتا وہ نبی ہو ہی نہیں سکتا نبی ہوگا ہی وہی جو کہ غیب جانے گا۔

عمر فاروق کی بیوی

حضرات محترم! معراج کی شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں سیر فرما رہے ہیں پھرتے پھرتے ایک حویلی کے بارے میں پوچھا یہ کس کی ہے؟ عرض کیا گیا یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہُ کی ہے آپ اندر چلے گئے حضرت عمر کی بیوی دیکھی فرماتے ہیں وہ صحن میں بیٹھی تھی اور اپنے چہرے کے انوار سے پورے مکان کو منور کیے ہوئے تھی پورا مکان اس کے چہرے کے انوار سے روشن تھا۔ پھر فرمایا عمر مجھے تیری غیرت یاد آئی تو میں نے پاؤں پیچھے ہٹانا شروع کر دئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہُ رو کر عرض کرتے ہیں اَعَلَیْکَ اَغَارُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ میں آپ کے بارے میں غیرت کھا سکتا ہوں۔ میں تو عام لوگوں کے بارے میں غیور ہوں میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی خادمہ اور لونڈی، وہاں کی بیوی بھی آپ کی خادمہ اور لونڈی، میں کیسے آپ کے بارے میں غیرت کھا سکتا تھا تو سرکار جنت کی سیر فرما رہے ہیں جنت غیب ہے مگر سرکار اس کے اندر داخل ہو چکے ہیں اور وہ غیب آپ کے پاؤں کے نیچے پامال ہو رہا ہے عجیب بات ہے اس کے باوجود کہ حدیثوں میں یہ تفصیلات پڑھتے ہیں پھر بھی دعوی کیا جائے کہ غیب کا علم آپ کو کوئی نہیں وہ علم ہوتا تو کیسے ہوتا؟ پھر آپ جنت میں چل رہے ہیں سیر فرما رہے ہیں حویلیوں کے اندر داخل ہو کر دیکھ رہے ہیں صحابہ کی بیویوں کو دیکھ رہے ہیں اگر پھر بھی غیب کا علم نہیں تو وہ ہوتا تو کیسے ہوتا؟ اس کی کوئی صورت تو ہمیں بتاؤ! علم کیا ہے؟ کسی چیز کی صورت، اس کی تصویر، اس کا عکس اور فوٹو وہ تمہارے ذہن میں آئے پھر تو تم عالم ہو گئے اور پوری ذات تمہاری کسی چیز میں داخل ہو اور آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ کر رہی ہو ہاتھوں کے ساتھ

وہ بے خبر ہیں اور جنہیں اطلاع دیتا ہے وہ غیب سے باخبر ہیں اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول اللہ بذات خود غیبوں کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیبوں کا اظہار کسی پر بھی نہیں کرتا مگر اپنے رسولوں پر اس کا اظہار کرتا ہے تو غیب وہ ہے جو پس پردہ ہو جب اس کے پردے ہٹ جائیں، حجاب اٹھ جائیں، تو وہ سامنے آجائے گا، ظاہر ہو جائے گا، تو اللہ رب العزت نے بتلا دیا کہ وہ اپنے رسولوں کی نگاہوں پر سے غیب کے پردے ہٹا کر انہیں اس کا مشاہدہ کروا دیتا ہے پھر نادان کا لفظ بولنا یہ کتنی زیادتی ہے، ظلم ہے، گالی ہے کہ پیغمبروں کو نادان کہا جا رہا ہے حالانکہ جو غیب جانے نہیں وہ غیب کی خبر کیسے دے گا؟ پہلے غیب جانے گا پھر ہمیں جتلائے گا پہلے غیب سے باخبر ہوگا پھر ہمیں غیب کی خبر دے گا اور یہ بھی یاد رکھیں پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ تمہیں بتلائے برف بڑی ٹھنڈی ہوتی ہے آگ بڑی گرم ہوتی ہے سورج بڑا روشن ہوتا ہے یہ تو ہر نیم پاگل جانتا ہے بچے بھی جانتے ہیں پیغمبر کا کام یہ نہیں ہے پیغمبر کا کام کیا ہے؟ جہاں انسانی حواس بے بس ہو جائیں جہاں عقل سرسری مجبور ہو جائے اور اس کی پہنچ سے ماوراء چیزیں ہوں تو نبی کا کام یہ ہے کہ جہاں حواس کی پہنچ نہ ہو عقل کی پہنچ نہ ہو وہاں سے وہ اپنا کام شروع کرے اور اسی کو غیب کہتے ہیں مالا یدرکه العقل ولا یقتضیه بداهة العقل جس کو سرسری عقل سے نہ جانا جا سکے جس کا حواس کے ذریعے سے احاطہ نہ کیا جا سکے اسی کو غیب کہتے ہیں تو جہاں انسانوں کے حواس کام نہیں کرتے نبی کا کام یہ ہے کہ وہ چیزیں ان لوگوں کو بتلائے اور ان کو صحیح حقائق اور صحیح اعمال کی راہنمائی فرمائے تو لہذا جو غیب نہیں جانتا وہ نبی ہو ہی نہیں سکتا نبی ہوگا ہی وہی جو کہ غیب جانے گا۔

عمر فاروق کی بیوی

حضرات محترم! معراج کی شب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں سیر فرمارہے ہیں پھرتے پھرتے ایک حویلی کے بارے میں پوچھا یہ کس کی ہے؟ عرض کیا گیا یہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ہے آپ اندر چلے گئے حضرت عمر کی بیوی دیکھی فرماتے ہیں وہ صحن میں بیٹھی تھی اور اپنے چہرے کے انوار سے پورے مکان کو منور کیے ہوئے تھی پورا مکان اس کے چہرے کے انوار سے روشن تھا۔ پھر فرمایا عمر مجھے تیری غیرت یاد آئی تو میں نے پاؤں پیچھے ہٹانا شروع کر دئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ روکر عرض کرتے ہیں اَعَلَیْکَ اَغَارُ یَارَسُوْلَ اللّٰہ میں آپ کے بارے میں غیرت کھا سکتا ہوں۔ میں تو عام لوگوں کے بارے میں غیور ہوں میری یہاں کی بیوی بھی آپ کی خادمہ اور لونڈی، وہاں کی بیوی بھی آپ کی خادمہ اور لونڈی، میں کیسے آپ کے بارے میں غیرت کھا سکتا تھا تو سرکار جنت کی سیر فرمارہے ہیں جنت غیب ہے مگر سرکار اس کے اندر داخل ہو چکے ہیں اور وہ غیب آپ کے پاؤں کے نیچے پامال ہو رہا ہے عجیب بات ہے اس کے باوجود کہ حدیثوں میں یہ تفصیلات پڑھتے ہیں پھر بھی دعوی کیا جائے کہ غیب کا علم آپ کو کوئی نہیں وہ علم ہوتا تو کیسے ہوتا؟ پھر آپ جنت میں چل رہے ہیں سیر فرمارہے ہیں حویلیوں کے اندر داخل ہو کر دیکھ رہے ہیں صحابہ کی بیویوں کو دیکھ رہے ہیں اگر پھر بھی غیب کا علم نہیں تو وہ ہوتا تو کیسے ہوتا؟ اس کی کوئی صورت تو ہمیں بتاؤ! علم کیا ہے؟ کسی چیز کی صورت، اس کی تصویر، اس کا عکس اور فوٹو وہ تمہارے ذہن میں آئے پھر تو تم عالم ہو گئے اور پوری ذات تمہاری کسی چیز میں داخل ہو اور آنکھوں کے ساتھ مشاہدہ کر رہی ہو ہاتھوں کے ساتھ

ان چیزوں کو مس کر رہی ہو تو پھر بھی یہ دعوی کیا جا سکتا ہے کہ علم کوئی نہیں صرف نقشہ کسی کی کھوپڑی کے اندر آ جائے وہ تو عالم ہے اور پوری ذات گرامی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنت کے اندر ٹہل رہی ہے، سیر فرما رہی ہے، مشاہدہ فرما رہی ہے تو اب بھی کہا جا سکتا ہے کہ آپ کو غیب کا علم نہیں ہے۔ اللہ رب العزت نے صرف جنت ہی نہیں دکھلائی بلکہ جنتی بھی دکھلائے جنہوں نے جنت میں داخل ہونا تھا ان سمیت آپ کو جنت کا مشاہدہ کروایا۔ حدیث پاک ہے علماء حضرات تشریف فرما ہیں ان سے پوچھئے سرکار کیا فرماتے ہیں کہ میں جنت میں داخل ہوا تو فَاِذَا اَكْثَرُ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءُ جنت کی اکثریت فقیروں پر مشتمل تھی۔ غریب لوگوں پر، مزدور لوگوں پر، کاشت کار مشقت اٹھانے والے لوگوں پر مشتمل تھی وڈیرے اور خوشحال لوگ تھوڑے اور غریب زیادہ تھے تو سرکار تو معراج کی رات تشریف لے گئے اس وقت تو نہ جنتی جنت میں داخل ہوئے تھے نہ ہی پھر جنت میں انہیں دیکھا جا سکتا تھا تو پھر یہ کیسے فرمایا اَكْثَرُ اَهْلِهَا الْفُقَرَآءُ اس کی اکثریت فقیروں اور درویشوں پر مشتمل تھی۔ پتہ چلا سرکار کو یہ خالی جنت نہیں دکھلائی گئی مکان خالی پڑے ہوں ویران ہوں آبادی کی کوئی صورت نہ ہو بلکہ قیامت کے بعد جن لوگوں کے ساتھ اس جنت نے آباد ہونا ہے ان سمیت اللہ رب العزت نے جنت آپ کے سامنے کی ہے تو وہ مکان دیکھنا ایک غیب ہوا اور اس میں کروڑوں اربوں کھربوں کے حساب سے جو آپ کے غلام اور پہلے انبیاء کے غلام داخل ہونے والے ہیں ان کو دیکھنا یہ اربوں کھربوں کے حساب سے اور علوم غیبیہ ہیں جو اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کو عطا فرمائے ہیں پھر یہ فرشتے جو استقبال کے لئے حاضر ہیں یہ کروڑوں اربوں کے حساب سے آپ مشاہدہ فرما رہے ہیں تو یہ بھی

سرکار کے لئے غیب ہے یہاں ایک نئی منطق چلائی جاتی ہے۔ کہ جس کا علم آجائے وہ تو غیب رہتا ہی نہیں ہے غیب تو وہ ہے جس کا علم نہ آئے جس کا علم آ گیا وہ تو غیب ہی نہ رہا اس لئے یہ غیب کا علم نہیں ہے پتہ چل گیا، دیکھ جو لیا پھر غیب کیا رہا؟ تو پھر اللہ رب العزت کا فرمانا عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَة یہ ہی غلط ہو گیا نہ اللہ سے کوئی چیز غیب تھی نہ ہے نہ ہوگی نہ ہو سکتی ہے تو پھر اللہ کا یہ دعوی کہ میں غیب جاننے والا ہوں غلط ہو گیا پھر تو شہادت ہی شہادت رہ گئی۔ پھر صرف عٰلم الشهادة ہی اپنے آپ کو کہنا چاہئے تھا عٰلم الغیب کیسے کہہ دیا تو مطلب عٰلم الغیب والشهادة کہنے کا یہ نہیں کہ مجھ سے کوئی چیز پہلے غیب تھی اب حاضر ہو گئی مجھے اس کا علم آ گیا بلکہ مطلب یہ ہے کہ اے انسانو! جو تمہارے سامنے ہے میں وہ بھی جانتا ہوں جو تم سے او جھل ہے میں وہ بھی جانتا ہوں یہ غیب اضافی ہے کہ جو تم سے غیب ہے وہ بھی میں جانتا ہوں جو تمہارے سامنے ہے وہ بھی جانتا ہوں اسی طرح نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کو ہم جو غیب کہتے ہیں تو وہ اپنے لحاظ سے کہتے ہیں کہ جو ہم سے غیب ہے نگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسے بھی دیکھ رہی ہے اور جو ہمارے سامنے ہے آپ کی نگاہ مقدسہ اسے بھی دیکھ رہی ہے۔ ورنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آنکھوں سے ہر چیز کا مشاہدہ فرما رہے ہیں اللہ نے آپ کی آنکھ کو اتنا روشن اور منور کر دیا ہے کہ پوری کائنات سرکار کی نگاہ کے دائرے میں داخل ہے بلکہ کائنات سکڑ سمٹ کر آپ کے سامنے ہتھیلی کی مانند ہے اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لِيَ الدُّنْيَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهَا وَاِلٰى مَاهُوَ كَائِنٌ" فِيهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ كَفِّيْ هٰذِهٖ سرکار فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے دنیا کے حجاب اور پردے میری نگاہوں کے سامنے سے اٹھا دیے

ہیں لہذا اب سے قیامت تک اس میں جو کچھ ہونے والا ہے میں یوں دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھ رہا ہوں۔

حضرات محترم! نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو یہ سارے غیوب دکھلائے گئے اور اللہ تعالیٰ نے بلایا ہی اسی لئے کہ لِنُرِیَهٗ مِنْ آیَاتِنَا کہ ہم اپنی آیات کا ان کو مشاہدہ کروائیں جو آیتیں عام لوگوں کے دیکھنے سے بالاتر تھیں ان کی نگاہوں اور رسائی سے بالاتر تھیں اللہ تعالیٰ وہی دکھلانا چاہتا ہے وہی سنوانا چاہتا ہے جو لوگ نہیں سن سکتے تھے اس لئے فرمایا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ میرا محبوب ہی ان چیزوں کو سن سکتا ہے۔ میرا محبوب ہی ان چیزوں کو دیکھ سکتا ہے۔ اس لئے یہ سنوانے کے لئے بھی انہیں بلایا ہے اور یہ دکھلانے کے لئے بھی انہیں بلایا ہے۔

حضرات محترم! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت کا دیدار فرمایا مسلم شریف میں حدیث ہے رَأَیْتُ نُوْرًا میں نے نور دیکھا رأیت ربی عزوجل فی احسن صورۃ میں نے اپنے رب تبارک وتعالیٰ کو حسین صفات کے ساتھ متصف اور موصوف دیکھا یہ خواب کی بات ہے رأیت نورا وہ بیداری کی بات ہے اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم کے لئے اپنا دیدار مرحلہ وار تدریجی طور پر بخشا خوابوں میں زیارت کرائی، روحانی طور پر دیدار کرایا جب اہلیت کاملہ ہوگئی تو پھر بیداری میں جسمانی طور پر اپنا دیدار کرادیا۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم روحانی خواب کے اندر بھی اللہ کا دیدار کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں سویا ہوا تھا۔ تو ناگاہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوگیا اللہ رب العزت کو دیکھا کس حال میں دیکھا؟ فی احسن صورۃٍ میں احسن صورت میں تھا یا تو یہ مطلب ہے کہ دیکھنے والا

میں تھا تو میں حسین ترین صورت میں تھا جب کہ میں نے اللہ رب العزت کا دیدار کیا۔
یا اللہ احسن صورت میں تھا تو اللہ رب العزت کی تو کوئی صورت ہے ہی کوئی نہیں تو پھر
مطلب یہ ہوگا کہ وہ صفات جمال کے ساتھ میرے سامنے جلوہ گر ہوا اور پوری طرح
اپنا دیدار مجھے دکھلایا کیونکہ جب جلال کا غلبہ ہو تو دیکھنا مشکل ہو جاتا ہے جب جمال کا
غلبہ ہو تو پھر دیکھنا آسان ہے قیامت کے دن ابتداء میں جب جلال کا غلبہ ہوگا تو کوئی
آنکھ اٹھا کے ادھر دیکھ ہی نہ سکے گا اور جب جنت کے اندر جمال کا غلبہ ہوگا تو عامی جنتی
بھی اللہ رب العزت کی زیارت کیا کریں گے جنت میں ہر ہفتے جمعہ کے دن دربار عام
لگے گا اللہ رب العزت اس کے اندر اپنی شان کے مطابق جلوہ فرما ہوگا۔ سارے جنتی
اس کے اندر حاضر ہوں گے اللہ رب العزت کا دیدار کریں گے جب شام کو واپس
لوٹیں گے تو ان کے نور دوبالا ہوں گے ان کی بیویاں پوچھیں گی تم گئے تو اتنے نورانی نہ
تھے جتنے آئے ہو تو نورانی بن گئے ہو یہ نور تم کہاں سے لے کر آئے ہو تو وہ جواباً
کیا کہیں گے ابن ماجہ شریف میں یہ حدیث موجود ہے کہ وہ کہیں گے جَالَسْنَا الیوم
ربنا الجبار فحق لنا اَنْ نَنْقَلِبَ بِمَا انْقَلَبْنَا آج سارا دن ہم اللہ رب العزت کی
بارگاہ میں حاضر رہے اس کے انوار و تجلیات کے عکس و پرتو ہم پر پڑتے رہے لہذا ہمارا
حق بنتا ہے کہ ہم اسی طرح نور علی نور ہو کے واپس لوٹیں تو اللہ رب العزت کا
دیدار وہاں ہر جنتی کو حاصل ہوگا۔ کیوں کہ وہاں شان جمال کے ساتھ وہ جلوہ گر ہوگا
جب شان جلالی کا ظہور ہوگا تو پھر دیکھنا کسی کے بس کی بات نہیں ہوگی۔ تو نبی کریم علیہ
الصلوۃ والسلام کو اپنی شان جمال کے ساتھ اللہ رب العزت نے اپنا دیدار کروایا۔
پوچھا محبوب تم آسمانوں کو عبور کرتے ہوئے آرہے تھے تو یہ تو بتلائیے فیما یختصم

الملأ ء الاعلی آسمانی فرشتے کسی مسئلے میں جھگڑ رہے تھے مناظرہ کرر ہے تھے تو وہ کونسا
مسئلہ ہے؟ جس کے اندر وہ جھگڑا کرر ہے تھے تو سرکار نے جواباً عرض کیا رب انت اعلم
تو بہتر جانتا ہے میں نے نہ ان کی سنی نہ انہیں دیکھا نہ ان کی طرف متوجہ ہوا میں تیری سننے
تجھے دیکھنے حاضر ہوا ہوں تو اللہ رب العزت دیکھے گا کہ یار یہاں پہنچے اور پھر بھی لاعلمی کا
اظہار کرے تو یہ بات مناسب نہیں یہ ان کی شان محبوبی کے خلاف ہے میری شان محبی
کے خلاف ہے کہ محبوب یہاں آئے اور پھر بھی خالی چلا جائے آج کل ہوتا یہاں پر کیا
ہے؟ کوئی مولوی سرکار کی لاعلمی بیان کرے تو مجمع اچھل اچھل کر نعرہ تکبیر بلند کرتا ہے، اللہ
کی کبریائی بیان کرتا ہے کیوں؟ اللہ کا نبی بے علم ثابت ہو گیا لہذا اللہ کی بڑائی بھی ثابت
ہو گئی جس استاد کا شاگرد فیل ہو جائے اس کا سر شرم سے جھک سے جاتا ہے یا فخر سے
بلند ہو جاتا ہے؟ لوگ صرف شاگرد پر اعتراض نہیں کرتے استاد پر بھی اعتراض کرتے
ہیں کہ وہ کیا پڑھاتا رہا ہے؟ تنخواہ کس کی لیتا رہا ہے؟ وہ ٹیوشن فیس کس کی لیتا رہا ہے؟
جب پڑھایا ہی کوئی نہیں استاد پر بھی اعتراض ہوتا ہے کہ کوئی نہ۔ ان لوگوں سے پوچھو کہ
اگر نبی کریم کے استاد کوئی اور ہیں تو بے شک لاعلمی ثابت کرتے رہو مگر جب صرف اور
صرف اللہ کی ذات استاد ہے تو پھر نبی کی لاعلمی ثابت کر کے تم اللہ کی بھی توہین کرر ہے ہو
اللہ کی کونسی کبریائی ظاہر کرر ہے ہو یا تو بتلاؤ کوئی اور استاد ہے۔ جب صرف اور صرف
اللہ رب العزت استاد ہے اب تم اس کے اس عظیم شاگرد پر اعتراض کر کے اللہ کی ذات پر
اعتراض کرر ہے ہو اس میں اللہ کی کیا بڑائی بیان ہوئی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَعَلَّمَكَ
مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ جو تم نہیں جانتے تھے وہ اللہ نے تمہیں جتلایا یہ دعویٰ تو اللہ کا ہے نبی پاک
کا تو نہیں ہے اللہ کا دعویٰ ہے کہ جو کچھ بھی تمہیں معلوم نہیں تھا میں نے تمہیں جتلا دیا اور

آپ کو پتہ ہی کوئی نہیں پھر اللہ کا دعویٰ کدھر گیا؟ تو اللہ کا دعویٰ غلط ثابت ہوا تو یہ اللہ کی بڑائی بیان ہو رہی ہے کہ تم اس کے دعویٰ کو جھٹلا رہے ہو تو جس خدا کے طرف دار ہو اس کے متلعق تمہارا یہ کردار ہے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے تو تم پہلے ہی طرفدار نہیں ہو لہذا ان کے بارے تم سے کیا گلہ ہو سکتا ہے؟

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں؟

جس کے ساتھ دوستی کا دعوی ہے جس کے ساتھ نیازمندی کا مظاہرہ ہے اس کے بارے میں یہ ہے کہ اس کے دعووں کو جھوٹا ثابت کر رہے ہو تو اگر جہاں اخلاص کا دعویٰ ہے وہاں حال یہ ہے تو جہاں تعلق ہی کوئی نہیں وہاں ہمیں تم پر کیا گلہ ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَاَوْحیٰ اِلیٰ عَبْدِہٖ مَا اَوْحیٰ میں نے اپنے بندہ خاص کو اس قرب خاص میں بلا کر قاب قوسین کی قرب پر بلا کے جو دینا تھا دے دیا انہوں نے جو لینا تھا لے لیا جب دیا ہی کچھ نہیں تو پھر یہ دعوی کیسا کہ وہاں بلا کے دے دیا جو انہوں نے لینا تھا لے لیا جو ہم نے دینا تھا دے دیا جب ان کے پلے ہی شئی کچھ نہیں تو یہ کیسے راز ہیں جو تو نے بتلائے ہیں۔ وہ کیا انعام ہے جو تو نے کیا ہے ان کے پاس تو نعوذ باللہ شئی ہی کوئی نہیں کتنی زیادتی ہے کہ اس نبی کو لاعلم ثابت کرنے کی کوشش کریں جس کے بارے میں اللہ آپ دعویٰ کرے اللہ فرماتا ہے اے محبوب! تمہیں اوروں سے پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے میں تجھے پڑھانے کے لئے کافی ہوں اِقْرَأْ وربک الاکرم الذی علم بالقلم اس لئے امام اہلسنت فرماتے ہیں ۔

ایسا امی کس لئے منت کشِ استاذ ہو

کیا کفایت اس کو اقرأ وربک الاکرم نہیں

جنہیں رب اکرم سکھلانے والا ہے انہیں غیر کے سامنے زانوئے تلمذتہ کر[illegible] کیا
ضرورت ہے؟ جبرائیل امین آتے تھے قرآن کریم کی آیات یاد کر کے حضور کے سامنے
تلاوت کرتے اور پھر پڑھتے چلے جاتے آپ ان کے ساتھ بھی پڑھتے اور پھر بعد میں
اکیلے بھی پڑھتے تاکہ دہرائی ہو جائے اچھی طرح یہ آیات ذہن نشین ہو جائیں اچھی
طرح یاد ہو جائیں مگر جبرائیل تو یاد کر کے آئے ہیں بڑی تیزی سے پڑھ سکتے ہیں۔
سرکار کو پھر زبان تیز چلانی پڑتی، مشقت درپیش ہوتی اللہ نے محبوب کی یہ مشقت بھی
برداشت نہیں کی فرمایا محبوب! کوئی ضرورت نہیں زبان کو اتنی تیز حرکت دینے کی لا
تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ جلدی حفظ کرنے کے لئے زبان کو تیز چلانے
کی کوئی ضرورت نہیں آپ چپ چاپ بیٹھے رہیں وہ آیتیں پڑھ کے چلے جائیں اِنَّ
عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ اس کا تمہارے سینے میں محفوظ کرنا یہ بھی
ہمارے ذمے، قرأت و تجوید کے اصولوں کے مطابق تمہاری زبان پر جاری کرنا یہ بھی
ہمارے ذمے، پھر اس کے معانی سمجھانا یہ بھی ہمارے ذمے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ
والتسلیم کا استاد صرف اور صرف اللہ رب العزت ہے۔ کسی کے علم میں کمی کی تین صورتیں
ہو سکتی ہیں یا اس کا ذہن کام نہ کرے حافظہ ٹھیک نہ ہو۔ یا کتاب نصاب کی ناقص ہو
یا پڑھانے والا پڑھانے میں ماہر نہ ہو، اسے پوری طرح عبور نہ ہو پھر کمی رہ سکتی ہے
یہاں پڑھنے والے کی شان کیا ہے؟ علماء کرام فرماتے ہیں پوری کائنات کا عقل اکٹھا
کیا جائے سارے نبیوں کا، سارے فرشتوں کا، سارے ولیوں، غوثوں، قطبوں کا
سارے فلسفیوں کا، تمام مخلوقات کا عقل اکٹھا کر کے اس کے سو حصے کر دیئے جائیں
ننانوے حصے عقل کے نبی پاک کے پاس ہیں ایک حصہ عقل کا ساری مخلوق کے پاس

ہے۔حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ نہیں اگر ہزار حصہ بھی کر دیا جائے تو نوسوننانوے حصے عقل کے نبی پاک کے پاس ہیں صرف ایک حصہ ساری مخلوق کے پاس ہے۔وہب ابن منبہ جواکابر تابعین میں سے ہیں اور انہوں نے ستر اگلی کتب کا مطالعہ کیا۔آسمانی کتب کا۔کل کتابیں کتنی ہیں؟ایک سو چار، چار بڑی اور سو چھوٹی، انہوں نے ستر کتب کا مطالعہ کیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر کتاب میں یہ لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی عقل پہاڑ کے برابر ہے باقی ساری مخلوق کی عقل اس کے مقابلے میں کنکری کے برابر ہے تو جب پڑھنے والے کی عقل کا عالم یہ ہو، سمجھ دانائی کا عالم یہ ہو تو پھر ادھر تو کوئی کمزوری نہیں ہو سکتی۔حافظے کے بارے میں حافظہ کمزور ہو جلد بھول جاتے ہوں یہ بات بھی نہیں ہے جو لوگوں کو حافظے کی گھڑیاں باندھ کے دے سکتے ہیں جو لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چیزیں یادرکھنے کی استعداد دے سکتے ہیں وہ آپ محروم کیسے ہو سکتے ہیں۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حاضر بارگاہ ہوئے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ سے سنتا بڑا کچھ ہوں لیکن بھول جاتا ہوں آپ مہربانی فرمائیں میرے حافظے کا کچھ انتظام فرمائیں باقی ہر صحابی کا کوئی نہ کوئی گھر تھا،ٹھکانہ تھا،کاروبار تھا۔ لیکن ان کا نہ کوئی گھر نہ بار نہ ٹھکانہ نہ کاروبار در مصطفیٰ پر پڑے رہتے جو لنگر مل جاتا کھالیتے نبی پاک کی حدیثیں سنتے رہتے دین حاصل کرتے رہتے جس طرح ہمارے طالب علم درویش ہوتے ہیں بالکل وہی نقشہ اس دور میں تھا حضرت ابو ہریرہ کا لیکن حافظہ ٹھیک نہیں تھا سب کچھ بھول جاتا عرض کی یارسول اللہ! سنتا بڑا کچھ ہوں مگر بھول جاتا ہے سرکار نے فرمایا اُبْسُطْ رِدَائَکَ چادر پھیلا دے۔تو چادر پھیلا دے تجھے

حافظے کی گٹھڑی باندھ کے دیتے ہیں ڈھیروں کے حساب سے حافظہ دیتے ہیں سرکار نے دو چلو بھرے اور چادر پر ڈالے اور فرمایا ضُمَّہُ الی صدرک اسے سینے سے لگا لے انہوں نے چادر اٹھائی سینے سے لگائی اس کے بعد جو بھی سنتے تھے پھر کبھی بھولتا نہیں تھا سات ہجری کو یہ حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تین سال سے اوپر کچھ عرصہ انہیں حاضری نصیب رہی لیکن ان سے روایتیں اتنی ہیں کہ جو تیئس سال حضور کی معیت میں رہے ہیں ان سے بھی اتنی روایتیں نہیں ہیں جتنی روایتیں ان سے ثابت ہیں۔تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حافظے کی گھٹڑی باندھ کے دی۔یہ ہوا سے چلو بھر کے دیے تھے۔جس کے دماغ میں ہوا داخل ہو جائے وہ تو پاگل ہو جاتا ہے اس کا حافظہ پھر ٹھیک رہ سکتا ہے؟ ذہن کام کر سکتا ہے؟ ہوا داخل ہو جائے وہ تو پاگل باؤلا ہو جاتا ہے دیوانہ ہو جاتا ہے پتہ چلا جہاں نبی پاک کی ذات ہوتی تھی اللہ اپنے خزائن کے ڈھیر وہاں لگا دیتا تھا تا کہ جو بھی سائل آئے جس قسم کا سوال کرے میرے خزانے محبوب پاک کے پاس موجود ہوں جو بھی آئے آپ اس کو اس کی مرضی کے مطابق دیتے چلے جائیں۔اس کی تمنا آرزو کے مطابق اسے دیتے چلے جائیں تو یہ حافظے کے لئے سوالی آیا ہے تو حافظے کے ڈھیر لگا دیئے کہ محبوب جتنا چاہو اس سائل کے سپرد فرما دو۔

نعمتیں بانٹتا جس سمت وہ ذیشان گیا　　　ساتھ ہی منشی رحمت کا قلمدان گیا

تو جدھر جدھر آپ جاتے تھے رب کے خزانے ساتھ ساتھ چلتے تھے۔تو حافظے جب لوگوں کو اتنے دے سکتے ہیں اپنے لئے کوئی شئی نہیں بچائی تھی؟ جب عقل اتنا کامل، حافظہ اتنا کامل تو پھر ادھر سے تو کوئی کمی نہیں ہے۔اب نصاب کی کتاب

دیکھیں وہ کیسی ہے آپ کو جو چیز اللہ نے پڑھائی وہ قرآن ہے ثم ان علینا بیانہ اس کا پڑھانا ہمارے ذمے انزل اللہ علیک الکتاب والحکمۃ وعلمک مالم تکن تعلم کتاب تم پر اتاری، حکمت تم پر اتاری اس کتاب کے ذریعے جو کچھ بھی تمہیں معلوم نہیں تھا وہ سب کچھ تمہیں بتلا دیا تو پتہ چلا جس کورس کی کتاب سرکار کے زیر تعلیم ہے تو وہ کتاب قرآن مجید ہے جو کامل ترین کتاب ہے کتنی کامل ہے تفصیل الکتب لاریب فیہ جو کچھ بھی لوح محفوظ میں ہے وہ اس قرآن میں موجود ہے۔اب لوح محفوظ میں کیا کچھ ہے۔ولا رطب ولا یابس الا فی کتب مبین ہر خشک وتر چیز کا ذکر لوح محفوظ میں ہے لا اصغر من ذلک ولا اکبر الا فی کتب مبین ہر چھوٹی اور بڑی چیز کا ذکر لوح محفوظ میں ہے وکل شئی احصینہ فی امام مبین ہر چیز کو ہم نے لوح محفوظ میں جمع کر دیا ہے اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ اللہ نے آسمانوں زمینوں کے پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے لوح محفوظ کو پیدا فرمایا قلم کو فرمایا اُکْتُبْ لکھ عرض کیا کیا لکھوں؟ فرمایا ما کان وما یکون الی الابد جو ہو چکا ہے وہ لکھ دے جو ہونا ہے قیامت تک وہ بھی لکھ دے۔قلم نے سر جھکایا لوح پر ان علوم کو منتقل کرنا شروع کیا۔جو کچھ ہو چکا تھا اسے بھی لکھا جو قیامت تک ہونا تھا اسے بھی لکھا اور اتنی جامع تحریر ہے اتنی جامع کتابت ہے کہ جو نہیں ہونا تھا وہ بالکل نہیں لکھا گیا اور جو نہیں ہوا تھا وہ بالکل نہیں لکھا گیا اور جو ہونا تھا اس میں سے کوئی شئی باقی نہیں چھوڑی جو نہیں ہونا تھا وہ نہیں لکھا جو ہو چکا تھا وہ بھی سارا لکھا تو اتنی جامع تحریر ہے کہ سرکار فرماتے ہیں جف القلم بما ھو کائن جو کچھ ہونا تھا یا ہو چکا تھا وہ لکھ کر اب قلم خشک ہو گئی نہ وہ تر ہو سکتی ہے نہ لکھے ہوئے میں تبدیلی

آسکتی ہے۔اب لوح میں سب کچھ آگیا تو جو کچھ لوح محفوظ میں ہے وہ قرآن میں ہے وتفصیل الکتب لاریب فیہ ہر چیز کا علم لوح محفوظ میں اور جس چیز کا علم لوح محفوظ میں ہر اس چیز کا علم قرآن میں نتیجہ کیا نکلا کہ ہر چیز کا علم قرآن میں ہے اور جو کچھ قرآن میں ہے وہ نبی پاک کے سینے میں ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے ثم ان علینا بیانہ سارے قرآن کا بیان یہ ہمارے ذمہ کرم پر ہے یہ جو راز کی باتیں ہیں عام لوگوں کو بتلانے کے لائق نہیں ہوتیں وہ اللہ نے الم میں الر میں کھیعص میں، حم عسق میں، ان میں بیان کی ہیں۔ ھی سر بین اللہ و رسولہ یہ جو حروف مقطعات ہیں یہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان راز ہیں جو عام لوگوں کو بتلانے کی چیزیں نہیں تھیں وہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ذریعے اپنے یار کو بتلا دیں۔المتشابہ مااستاثر اللہ بعلمہ کو قت قیام الساعۃ ومدۃ بقاء الدنیا و عددالزبانیۃ یہ تشابہات ہیں اور تشابہات کسے کہتے ہیں؟ جس کا علم اللہ کے ساتھ خاص ہے اللہ اس کے ساتھ مختص اور ممتاز ہے تو وہ قیامت کا علم ہو گیا دنیا کب تک باقی رہے گی اس کا علم ہو گیا۔ دوزخ کے فرشتوں کی گنتی تعداد کیا ہے اس کا علم ہو گیا ایسے ایسے جو خاص علوم ہیں وہ تشابہ ہیں اور جو تشابہاتِ قرآنیہ ہیں اللہ نے اپنے ذمہ کرم پر لیا کہ میں جس طرح محکمات تمہیں سمجھاؤں گا اسی طرح تشابہات بھی تمہیں سمجھاؤں گا۔اب یہ بات یاد رہے کہ تشابہات کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے اور آپ کے طفیل اولیاء کاملین کو بھی ہے۔علامہ سید محمود احمد آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں۔وَلَا یَعْرِفُھَا بَعْدَ نَبِیِّنَا صلی اللہ علیہ وسلم اِلَّا الْاَوْلِیَآءُ الْوَرَثَۃُ وَھُمْ اِنَّمَا یَعْرِفُوْنَہٗ مِنْ تِلْکَ الحضرۃِ وقد تَنطق لھم الحروف کما کانت تنطق لمن سبح

بکفه الحصی و کلمه الضب والظبی کما صح ذلک عن اجدادنا رضی اللہ عنھم کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام متشابہات جانتے ہیں اور جو پھر آپ کے صحیح معنوں میں جانشین ہیں۔ وہ بھی متشابہات کا علم رکھتے ہیں نبی پاک کے فیضان سے انہیں اس کا علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی یہ حروف ان کی بارگاہ میں آکر انہیں جتلاتے ہیں کہ ہمارے اندر کیا کیا راز موجود ہیں۔ یہ حرف ان سے بات کرتے ہیں کلام کرتے ہیں جس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمادات، حیوانات، نباتات کلام کیا کرتے تھے نبی پاک کے طفیل ان اولیاء کرام کے ساتھ بھی یہ حروف کلام کیا کرتے تھے تو یہ کتاب بڑی کامل ہر چیز کا علم اس میں موجود یہ اتنا بڑا سمندر ہے کہ جس کے موتیوں کا نہ کوئی احاطہ کر سکا ہے نہ کر سکے گا جتنے کوئی زیادہ سے زیادہ غوطے لگاتا چلا جائے اتنے ہی زیادہ سے زیادہ موتی حاصل کر سکتا ہے اس کی وسعتوں کا اندازہ مولا علی کے اس ارشاد سے لگایئے جو فرماتے ہیں لوشئت لا و قرت سبعین بعیرا اگر میں چاہوں تو فاتحہ کی تفسیر لکھ کر ستر اونٹ لا ددوں۔ تو ستر اونٹ کتنا کاغذ اٹھا سکے گا کوئی لوہے کی بھاری تختیوں پر تو نہیں لکھنی تھی نا کاغذ پر لکھنی تھی اگر اونٹ دس منٹ کاغذ اٹھائے تو ستر اونٹ سات سو من بوجھ اٹھا سکے گا۔ سات سو من کاغذ ہو تو پورے ملتان کے ضلع میں پھیلاؤ تو سارا ملتان کور نہیں ہو جائے گا۔ تو اتنے لمبے چوڑے کاغذوں پر مولیٰ علی جو کچھ لکھیں گے سات آیتوں کی تفسیر یہ تو وہ علم ہے جو شہر علم کے ایک دروازے کا ہے جب اس دروازے کے علم کا یہ حال ہے خود شہر علم کی وسعت کا کیا حال ہوگا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِی" بَابُھَا میں علم کا ایک شہر ہوں اور علی اس کے دروازے ہیں تھوڑی سی

وضاحت عرض کردوں کہ کیا شہر کا دروازہ ایک ہی ہوتا ہے؟ تمہارا ملتان جو قدیم ہے اب تو باہر بستیاں بڑھ گئیں جو قدیم ملتان ہے اس کے کتنے دروازے ہیں؟ کیا اس کا ایک ہی دوازہ ہے؟ لاہور کا پرانا شہر جو ہے کیا اس کا ایک ہی دروازہ ہے؟ ہماری طرف خوشاب پرانا شہر ہے میانی پرانہ شہر ہے کیا اس کا ایک ہی دروازہ ہے؟ تمہاری پانچ مرلے کی حویلی ہو اس کے بھی کئی دروازے ہوتے ہیں کوئی بیٹھک والا ہو گیا حویلی والا ہو گیا اس کے بھی کئی دروازے ہیں تو نبی عجیب شہر ہے اس کا ایک ہی دروازہ ہے ماننا پڑے گا ایک لاکھ چالیس ہزار صحابہ میں سے ہر صحابی دروازہ ہے۔ پر کوئی چھوٹا کوئی بڑا اپنی اپنی شان کے لائق مولی علی بہت بڑے دروازے سہی مگر یہ نہیں کہ صرف وہ دروازے ہیں اور کوئی نہیں ہر صحابی اپنی شان کے لائق شہر علم کا دروازہ ہے اس لئے فرمایا اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم میرے صحابہ تاروں کی مانند ہیں میرے انوار سے منور ہیں جس کے آگے جھولی پھیلاؤ گے اپنے انوار کی خیرات سے وہ تمہاری جھولیاں بھر دے گا تو یہ جو ایک دروازے ہیں مولا علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان کی وسعت علمی ہے کہ سات آیتوں کی تفسیر لکھیں تو ستر اونٹ لد جائیں کم از کم سات سو من کاغذ پر یہ سات آیتوں کی تفسیر سمائے ایک دوسرے شاگرد سرکار کے ہیں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما جو سرکار کے وصال کے وقت ابھی نابالغ تھے تقریباً تیرہ سال کے تھے بالغ بعد میں ہوئے انہوں نے لوٹا بھر کے بیت الخلاء پہ رکھا سرکار نے استنجا فرمانا تھا پوچھا بھئی لوٹا کس نے رکھا ہے؟ تو جدی برادری بڑی اکڑ خان ہوتی ہے وہ جھکنا پسند نہیں کرتی وہ اپنی توہین سمجھتی ہے آپ کو ان کی ادائے نیاز پسند آئی تو دعا دی اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ فی التاویل

میرے اس بھائی کو دین کی سمجھ عطا کر اور قرآن کا ماہر بنا ایک روایت تو یہ ہے اور دوسری روایت یہ ہے کہ تہجد کی نماز کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے گھر کی سرکار کی عبادت، گھر کے سرکار کے معمولات کا جائزہ لینے کے لئے ان کو ابا جان نے نبی پاک کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھیجا جاؤ پتہ کرو آپ کے گھر کے معمولات کیا ہیں تا کہ ہم بھی اس کے مطابق عبادت کریں اور ہم اس کے مطابق عمل کریں۔ محبّ وہ بھی ہیں محبت کے دعوے ہمیں بھی ہیں فرض بھی نہیں پڑھتے جلسے کے لئے ہمارے ہاں اعلان کرتے ہیں بتلاتے ہیں جماعت ہو چکی ہے اب آ جاؤ وہ بوجھ ختم ہو گیا ہے اتر گیا ہے تو یہ صورت حال ہے دعوے محبت کے ہمیں بھی ہیں فرض چھوڑتے ہیں وہ فرض کیا نوافل کے لئے جستجو میں ہیں کہ ہم معلوم کریں بچے گھر بھیج کر سرکار رکارات کا معمول کیا ہے ہم بھی اس کے مطابق عمل کیا کریں۔ جب سرکار پچھلی رات اٹھے جاگے مسواک فرمایا وضو فرمایا حضرت عبداللہ بھی اٹھے اسی طرح مسواک کیا وضو فرمایا سرکار نے نماز شروع فرمائی تو یہ بائیں جانب پیچھے جا کر کھڑے ہو گئے سرکار نے پیچھے سے ہاتھ گذار کر دایاں کان پکڑ کر کھینچ کے دائیں جانب برابر کھڑا کیا۔ جب تک سرکار کا ہاتھ ان کے کان پر رہا یہ کھڑے رہے جب سرکار نے ہاتھ کان سے ہٹایا یہ پیچھے ہٹ گئے آپ نے دوبارہ کھینچ کے پھر برابر کھڑا کیا یہ پھر پیچھے ہٹ گئے سہ بارہ آپ نے پھر کھینچ کے برابر کھڑا کیا پھر پیچھے ہٹ گئے آپ نے سوچا یہ کھڑا تو ہوتا نہیں چلو دو رکعت مکمل کر کے پوچھتے ہیں کہ وجہ کیا ہے؟ تو کیوں پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ تو جب سلام پھیرا تو پوچھا مالی اَجْعَلُکَ حِذَائی ثُمَّ تخلف عَنِّی کیا وجہ ہے میں تجھے اپنے برابر کھڑا کرتا ہوں اور تو پیچھے ہٹ جاتا ہے عرض کی

مَنْ يستطيع ان يقوم بحذائک وانت رسول الله تم اللہ کے رسولِ ہم ادنی غلام ہم میں کہاں یارا کہاں طاقت ہے؟ کہ آپ کے برابر کھڑے ہوسکیں یہ ادب! یہ نیاز! ہیں سچ مچ کے بھائی چچازاد بھائی جس عباس کو سرکار فرماتے ہیں هذا بقية ابائی یہ میرے بچ جانے والے باپوں میں سے آخری باپ ہیں چچا کے بارے میں سرِکار کے یہ الفاظ ہیں کہ یہ میرے بچ جانے والے باپوں میں سے آخری باپ ہیں اس کے بیٹے ہیں لیکن عرض کرتے ہیں آپ اللہ کے رسول ہم آپ کے غلام ہم میں یہ جرأت نہیں کہ آپ کے برابر کھڑے ہوسکیں ایک وہ صورت حال سامنے رکھو ایک آج کے مدعیوں کی بات سن لو وہ کہتے ہیں نبی بڑے بھائی ہم چھوٹے بھائی بس فرق اتنا ہی ہے کہ وہ نبی بن گئے جس طرح کوئی نمبردار بن جائے بھائیوں میں سے شہر کا چوہدری بن جائے بس وہ اس طرح ہیں ویسے بھائی ہیں۔ وہ بھی مومن ہم بھی مومن ویسے بھائی ہیں۔ بس وہ ذرا پگ والے ہو گئے ہم پگ والے نہیں ہیں وہ نمبردار بن گئے ہم نمبردار نہ بنے بس اتنا فرق ہے ویسے بھائی ہیں۔ جو بھائی ہیں وہ شانِ رسالت کو سامنے رکھتے ہیں اور جو چھمبے قصائی موچی نائی ہیں وہ سارے بھائی بننے پر تلے ہوئے ہیں۔ کیسی بے باکی اور کیسی جسارت ہے کیوں بھائی کیوں ہیں وہ بھی مومن ہم بھی مومن تو کیا اللہ مومن نہیں ہے پھر چھلانگ لگاؤ تو اچھی طرح لگاؤ اللہ کے بھائی بنو السلام المومن المهيمن اللہ بھی تو مومن ہے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمة سے ایک ہندو نے پوچھا کہ اللہ کا اپنا مذہب کیا ہے؟ ہم تو ہو گئے مختلف کوئی ہندو ہو گیا کوئی مسلم ہو گیا تقسیم ہو گئے لیکن اللہ کا اپنا مذہب کیا ہے؟ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمة نے فرمایا تمہارا مذہب اگر اللہ کا مذہب ہوتا تو کبھی گائے ذبح کا

حکم نہ دیتا جب اس نے گائے کے ذبح کا حکم دیا تو معلوم ہوا کہ تمہارے والا مذہب نہیں ہے پھر ہمارے والا ہی ہوگا۔ میرے بھائیو! اللہ بھی مومن ہے پھر دعوی کرو تو یہ کرو کہ تمہاری شان ظاہر ہو کہ اللہ کے بھائی آرہے ہیں کیا شرم نہیں آتی ایک مومن وہ ہے جو ایمان کی خیرات بانٹے اور ایک وہ ہے جو ایمان کی خیرات وصول کرے۔ ایک داتا مومن ہے ایک مانگت مومن ہے۔ ایمان کی خیرات لینے والا، نبی پاک مومن ہیں پر ایمان کی خیرات دینے والے مومن ہیں۔ ہم ان سے ایمان کی خیرات لینے والے مومن ہیں ہماری ان کی کیا برابری ہوسکتی ہے۔ بہر حال سرکار کو ان کی یہ ادائے نیاز پسند آگئی کہ یہ نماز میں اتنا ادب کرنے والے ہیں تو فرمایا اللہ رب العزت سے دعا کرتے ہوئے **اللھم فقھه فی الدین وعلمه التاویل** کہ انہیں دین کی سمجھ عطا کر اور قرآن کا علم عطا کر کوئی لمبی چوڑی تعلیم حاصل نہیں کی بس یہی ایک دعا کا جملہ ہے جس سے یہ مفسر صحابہ بن گئے حبر امت بن گئے۔ حضرت عمر فاروق ان کو اپنے ساتھ بٹھاتے تھے بڑے صحابہ کو شکوہ پیدا ہو گیا۔ یہ اتنے چھوٹے ہیں کہ ہمارے پوتے بھی ان سے بڑے ہیں تم ان کو اپنے پاس بٹھاتے ہو ہمیں دور بٹھاتے ہو فرمایا میں عمر کے لحاظ سے بڑائی کو نہیں دیکھتا یہ علم کے لحاظ سے بڑا ہے اس لئے میں اسے اپنے پاس بٹھاتا ہوں۔ وہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کیا فرماتے ہیں **لو ضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب اللہ** میرے اونٹ کا رسا گم ہو جائے مجھے اللہ کی کتاب بتلا دے گی وہ کونسی جھاڑی میں اٹکا پڑا ہے۔ کس جھاڑی سے اٹک کے گرا ہے۔ مجھے اللہ کا قرآن بتلا دے گا۔ علامہ سید محمود احمد آلوسی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سوار ہو کر جا رہے تھے سواری پھسلی وہ گر

پڑے ران ٹوٹ گئی واپس آ گئے جدھر سفر کر رہے تھے۔ وہ ارادہ ترک کر دیا۔ اور قرآن
مجید کھول کر پڑھنے بیٹھ گئے۔ مریدوں نے عرض کی حضور آؤ کوئی مرہم پٹی کریں کوئی
پھٹی لگوائیں کوئی ہڈی وغیرہ جڑوائیں تو آپ اب تلاوت کے لئے بیٹھ گئے ہو۔ فرمایا
مجھے دیکھ لینے دو قرآن کا یہ دعوی ہے کہ ہر چیز کا علم میرے اندر ہے یہ میرے گرنے اور
ران کے ٹوٹنے کا بھی ذکر ہے کہ نہیں ہے۔ مجھے یہ دیکھ لینے دو تھوڑی دیر کے بعد
بڑے ہشاش بشاش اٹھے اور فرمایا الحمد للہ مجھے مل گیا ہے کہاں سے ملا ہے سورۃ
فاتحہ کے اندر سے ملا ہے اب تم بتلاؤ کونسی آیت کے نیچے یہ لکھا ہوا ہے کہ محی الدین ابن
عربی گرے گا اور اس کی ران ٹوٹ جائے گی۔ لیکن یاد رکھیں امام سیوطی فرماتے ہیں
ان لکل آیۃ ستین الف فھم ہر آیت کے نیچے ساٹھ ساٹھ ہزار معنی موجود ہیں مگر
یہ دیکھنے والے دیکھ سکتے ہیں ہر عامی کے بس کی بات نہیں ہے۔ تو کتاب یہ ہے جو نبی
کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درس کے کورس کی کتاب ہے اور پڑھانے والا کون؟
عالم الغیب والشھادۃ علیم بکل شئی، علیم بما فی الصدور وہ
پڑھانے والا ہے اور کس محبت کے ساتھ کس پیار کے ساتھ پڑھانے والا ہے محبوب
نے عرض کی یارب انت اعلم تو بہتر جانتا ہے مجھے پتہ نہیں۔ تو اللہ رب العزت نے
اپنا دست کرم، محبوب کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا سرکار کے سینے میں ٹھنڈک
پہنچی آپ کا سینہ علم کا خزینہ بن گیا اور پھر آپ پکار اٹھے علمت مافی السموت
وما فی الارض جو کچھ آسمانوں میں ہے زمینوں میں ہے میں نے سب کچھ جان لیا
اسی مضمون کی دوسری روایت میں ہے فتجلی لی کل شئی معرفت ہر چیز مجھ پر
روشن ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ آپ سارے تشریف فرما ہیں بجلی کی روشنی

ہے چہرے آپ کے نظر آ رہے ہیں مگر کوئی مجھ سے پوچھے ان کا نام کیا ہے تعریف کیا ہے۔ کیا میں بتا سکتا ہوں؟ آپ سب حضرات کے بارے میں میں دعوی کر سکتا ہوں کہ میں آپ سب کو جانتا ہوں تو سرکار کیوں فرما رہے ہیں۔ فتجلی لی کل شئی فعرفت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا معرفت جزئی کے ادراک کو کہتے ہیں ہر جزئی کے انفرادی علم کو معرفت کہتے ہیں تو پھر ہر چیز کو کیسے پہچان لیا؟ ہم تو کسی سے ہاتھ ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور پھر پوچھ رہے ہوتے ہیں کہ جناب کا تعارف کیا ہے؟ حضرت اپنا تعارف تو کروایئے آپ کا اسم شریف کیا ہے؟ قومیت کیا ہے؟ ولدیت کیا ہے؟ سکونت کیا ہے؟ پیشہ کیا ہے؟ پوچھ رہے ہوتے ہیں لیکن سرکار فرماتے ہیں فتجلّٰی لی کل شئی فعرفت ہر چیز مجھ پر روشن ہوگئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان بھی لیا پتہ چلا کہ آج پہلی مرتبہ نہیں دیکھی پہلے سے دیکھی بھالی تھی۔ آج پھر دیکھی ہے تو پتہ چل گیا یہ فلاں یہ فلاں ہے یہ فلاں ہے کیسے دیکھی بھالی تھی پہلے اللہ نے سب سے پہلے یار کو پیدا کیا تھا پھر ان کے سامنے ہر چیز کو بنانا شروع کیا اللہ بناتا جا رہا ہے محبوب مشاہدہ فرماتا جا رہا ہے دیکھی بھالی پہلے سے ہے۔ لباس بشری اوڑھنے کے بعد آج پھر ان بلندیوں پر پہنچایا آج پھر دست کرم کندھوں کے درمیان رکھ کر کے سرکار کے سینے کو علموں کا سمندر بنایا اور نگاہ کو وسعت بے پایاں بخش دی احاطہ کائنات کا بخش دیا تو ہر چیز پھر سامنے بھی آ گئی اور آپ نے ہر چیز کو پہچان بھی لیا۔

سر عرش پر ہے تری گذر، دل فرش پر ہے تری نظر

ملکوت و ملک میں کوئی شئے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

حضرات گرامی! اللہ رب العزت کو اتنی محبت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ

وسلم کی تعلیم کے ساتھ ادھر لامکاں پر بلا کے فرماتا ہے فاوحی الی عبدہ
ما اوحی کبھی سوئے ہوتے ہیں تو علم دیا جارہا ہوتا ہے کبھی جاگ رہے ہیں تو علم دیا
جارہا ہے۔ سرکار فرماتے ہیں میں سویا ہوا تھا میرے پاس دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا میں
نے اسے پی لیا حتی انی لا ریئَ یخرج فی اظفاری میں نے دیکھا میں اس دودھ
سے اس قدر سیراب ہوگیا ہوں، پر ہوگیا ہوں کہ وہ دودھ میری انگلیوں کے ناخنوں سے
باہر چھلک رہا تھا میرے پاؤں کی انگلیوں کے ناخن سے باہر چھلک رہا تھا اتنا میں پر ہوگیا
ثم اعطیت فضلی عمر بن الخطاب پھر میں نے اپنا بقیہ جو تھا وہ عمر ابن خطاب
کے حوالے کر دیا۔ قالو ا فما اولته یارسول اللّٰہ یہ دودھ پینا تو ایک ظاہری صورت
ہے اس میں اصل راز کی بات جو ہے وہ کیا ہے؟ فرمایا ظاہر میں یہ صورت دودھ کی تھی لیکن
حقیقت میں علم تھا جو اللہ رب العزت نے مجھے عطا فرمایا تو پتہ چلا لوگ حرف حرف پڑھتے
ہیں تب جا کر چودہ سولہ سال میں عالم بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے یار کو یکدم علم پلا دیا
ہے اور لوگوں کی کھوپڑی میں علم کے چند مسائل ہوتے ہیں لیکن اللہ نے اپنے یار کو چوٹی
سے ایڑی تک مجسمہ علم بنا دیا ہے کیونکہ آپ فرماتے ہیں اندر سیرابی ہی سیرابی تھی۔ دودھ
ہی دودھ تھا حتی کہ ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں سے پاؤں کی انگلیوں کے ناخنوں سے
وہ باہر چھلکتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔ پتہ چلا اندر سارا علم ہی علم آگیا ایک طالبعلم کی حیثیت
سے اپنے علماء کرام کی خدمت میں عرض کروں گا۔ اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار
عین علم ہیں مجسمہ علم ہیں، پیکر علم ہیں۔ آپ کی بشری چمڑی میں چوٹی سے ایڑی تک علم ہی
علم بھرا ہوا ہے تو جو عین علم ہے اس کے بارے میں کہنا کہ عالم نہیں تھے کتنی حماقت ہے
عالم کیا ہے علم اس کے ساتھ قائم ہو اس کے ذہن میں چند مسائل موجود ہوں وہ عالم ہوگیا

اور جو عین علم، پیکر علم، مجسمہ علم ہو وہ لاعلم کیسے کہلا سکتا ہے؟

حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلم)

یہ ذہن نشین رہے کہ علم تابع حیات ہے حیات ہو گی تو علم کا سوال ہو گا اگر حیات ہی نہیں ہے تو علم کا سوال بھی نہیں ہو گا۔ تو پتہ چلا یہ علم جو چوٹی سے ایڑی تک اندر بھرا ہوا ہے یہ تو تابع ہے اصل حیات ہے۔ تو جس طرح آپ مجسمہ علم ہیں۔ پیکر علم ہیں اسی طرح مجسمہ حیات بھی ہیں۔ اور پیکر حیات بھی ہیں۔ اسی لئے معراج کے موقع پر شق صدر ہوا دل باہر نکال لیا گیا۔ دل کو چیرا گیا اسے زم زم کے پانی سے دھویا گیا۔ انوار و حکمت اس میں بھرے گئے لیکن آپ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ میرے سینے کے ساتھ کیا ہو رہا ہے میرے دل کے ساتھ کیا ہو رہا ہے ہوش و حواس اسی طرح قائم ہیں۔ لوگوں کے صرف دل کی دھڑکن ختم ہوتی ہے تو حیات کا سلسلہ تمام ہو جاتا ہے لیکن یہاں دل صرف دھڑکن سے ہی نہیں رکا بلکہ دل اپنی جگہ سے ہی باہر چلا گیا متبادل مشین بھی کوئی نہیں لگی تاکہ وہ عارضی حرکت بحال رکھے اور خون کی گردش جو ہے اسے وہ بحال رکھے تو وہ باہر جا چکا ہے اور آپ آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ میرے دل کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تو پتہ چلا آپ عین حیات ہیں پیکر حیات ہیں روح اندر رہے باہر جائے دل اندر رہے باہر رہے نبی پاک کی حیات میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا علمائے دیوبند میں سے قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند سرکار کے وصال پاک کے بارے میں کہتے ہیں کہ انبیاء علیھم السلام پر موت تو آتی ہے لیکن سرکار کی موت کی صورت حال کیا ہے؟ جس طرح ایک چراغ جل رہا ہو اس کے اوپر بہت بڑا ڈھکنا دے دو کوئی بہت بڑی دیگ اوپر دے دو وہ تو اندر اسی طرح روشن ہے مگر دیکھنے والوں

کوتاریکی نظر آئے گی۔وہ جلتا چراغ نظر نہیں آئے گا اس کی روشنی نظر نہیں آئے گی وہ
بذات خود اسی طرح روشن ہے تو سرکار کے اندر حیات اسی طرح موجود ہے۔یہ چراغ
حیات اسی طرح جگمگا رہا ہے لیکن اللہ رب العزت نے اوپر پردہ ایسا دیا کہ جہاں
والوں کی نگاہیں آپ کی حیات کو محسوس نہیں کرسکتیں۔

حضرات گرامی! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے جوہر حیات ہیں۔کہ
آپ کے بدن کا جو مبارک فضلہ باہر نکلتا ہے وہ بھی چیزوں کو زندگی عطا فرماتا ہے۔

فضلات مبارکہ، حیات بخش ونور گر

حضرت ابوقتادہ کی آنکھ کو تیر لگا۔ڈھیلا باہر آ گیا۔آنکھ زخمی ہے بے نور ہے
مر چکی ہے جب کوئی عضو کٹ کے الگ ہو جائے تو وہ زندہ ہوتا ہے یا مردہ ہوتا ہے
آنکھ مر چکی ہے سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک
وسلم میری آنکھ ختم ہوگئی ہے اسے ٹھیک کردو۔سرکار نے فرمایا جسے اللہ کی راہ میں
تکلیف پہنچے اور وہ صبر کرے۔تو اللہ اسے جنت والا اجر دیتا ہے۔تو صبر کرو جنت لے
لینا عرض کی کلمہ آپ کا پڑھا نماز آپ کے پیچھے پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں آپ کے
حکم پر جہاد کرتے ہیں کیا اب بھی جنتی نہیں !حضور !مہربانی فرما کر آنکھ بھی ٹھیک
فرمادیں اور میرے جنت کے ضامن بھی بن جائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
نے وہ آنکھ کا ڈھیلا پکڑا اس پر لعاب دہن لگایا اور آنکھ میں فٹ کر دیا اللہ رب العزت
نے اس کا نور دوسری صحیح آنکھ سے بھی بڑھا دیا۔کہ ابوقتادہ کیا یاد کریں گے کہ نبی پاک
صلی اللہ علیہ وسلم نے آنکھ عطا فرمائی اور اسی طرح رہی جس طرح پہلی تھی یہ بڑھنی
چاہئے اس کا نور زیادہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں کو پتہ چلے وہ اللہ نے اپنی مرضی سے بنائی

تھی یہ یار کی مرضی سے بنائی ہے۔ اللہ رب العزت نہ نور پیدا ہونے دیتا کہ یہ بندہ میرے برابر آرہا ہے اس کو نیچے دباؤ اوپر نہ آنے پائے اور یا پھر معمولی نور پیدا فرما دیتا کہ لوگوں کو یہ بھی پتہ چلے کہ کچھ نہ کچھ اثر ہے لیکن یہ بھی پتہ چلے کہ اللہ سے کیا برابری ہے؟ وہ کیسی روشن آنکھ تھی؟ یہ تو معمولی ٹمٹماتے نور والی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے بڑھا کے بتلا دیا کہ مجھے کوئی خطرہ نہیں کیونکہ انہیں جو بھی بخشوں وہ میری عطا ہے تو جب وہ میری عطا سے اس مقام پر پہنچ رہے ہیں۔ تو میری برابری کیسے ہوسکتی ہے اس لئے اللہ تو ان کی شان بڑھا کے خوش ہے اور تو امتی ہونے کا دعویدار ہے پھر ان کی شان گھٹا کے خوش کیوں ہے؟ اور یاد رکھو

جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے

اس لئے جن کو خدا بڑھائے وہ بندوں کے گھٹانے سے کبھی نہیں گھٹ سکتے ہیں۔ تم اپنا ہی نقصان کرو گے اس محبوب کی عظمت میں کیا فرق پڑ سکتا ہے کوئی چاند کی طرف منہ کر کے تھوکے تو وہ واپس اسی کے منہ پر آگرے گی چاند کا کیا بگڑے گا اسی طرح کوئی چاند کی طرف گرد اڑائے وہ واپس اسی کے منہ پر آئے گی۔ اسی کا منہ گرد آلود ہوگا چاند کا کیا بگڑے گا تو محبوب کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی ذات پاک اتنی ارفع واعلیٰ ہے کہ ان تنقیدوں سے ان اعتراضات سے ان کا کچھ نہیں بگڑتا جو بھی روسیاہی آئے گی وہ تمہارے حصے میں آئے گی۔

حضرات محترم! جو بات عرض کرنی تھی وہ یہ تھی کہ آنکھ مرکز سے جدا ہوئی تو بے نور ہوئی مرگئی۔ مگر نبی پاک کے لعاب نے اسے حیات نو عطا کردی جن کے بدن کے فضلے مردہ چیزوں کو زندگی دے سکتے ہیں ان کے اپنے بدن کی حیات کا کیا اندازہ ہوگا پھر یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ لعاب دہن سے نور بھی بحال ہوا یا نہ ہوا آنکھ کا

نور بحال ہوایا نہ ہوا جن کے بدن کے فضلے آگے نور پیدا کر سکتے ہیں پتہ چلا وہ بدن آپ بھی پیکر نور ہے۔وہ عام خاکی بدنوں کی طرح نہیں ہے۔

بے مثل بشریت ونورانیت

شکل وصورت عام بدنوں کی طرح تو ہے۔لیکن حقیقت میں جبرائیل امین کا نور بھی اس مثلیت کی برابری نہیں کر سکتا اس لئے جبرائیل کو تو جان کے لالے پڑے تھے وہ وہیں سکڑ سمٹ کے معذرت کر رہا تھا کہ میں تو یہیں مرنے کو پہنچا ہوا ہوں جان بلب ہوں۔ مجھے اللہ تعالی کی تجلیات جلا کے خاکستر کر دیں گی۔ مجھے یہیں چھوڑ جایئے آپ ہی جایئے آپ کا ہی یہ کام ہے اور مقام ہے میرے بس کی یہ بات نہیں ہے تو جبرائیل امین اپنی جان تو بچاتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مشورہ کیوں نہیں دیتے کہ یارسول اللہ آپ بھی ذرا پیچھے ہٹ کے ٹھہریئے۔ پیچھے کھڑے ہو جایئے یہ نور، نور سے جلنے کی فکر میں ہے۔خطرے میں ہے اس کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں آپ تو خاکی پتلے ہیں آپ کیسے تاب لا سکتے ہیں اگر کہو نہیں بشر میں طاقت زیادہ ہے نوری کی نسبت تو پھر موسیٰ کلیم علیہ السلام میں کیوں نہیں تھی طاقت؟ وہ سوئی کے سوراخ جتنی تجلی صفاتی کے سامنے کیوں غش کھا کے گر گئے؟ پتہ چلا نہ ہر بشر کی یہاں مجال ہے نہ ہر نور کی یہاں مجال ہے بس مجال ہے تو اسی کی مجال ہے۔جس کی بشریت عام انسانوں کی بشریت سے بالاتر ہے۔جس کا نور نورانیوں کی نورانیت سے بالاتر ہے اسی کی مجال ہے اور کسی کی نہیں ہے۔

نہ حلیمہ بھید کھلا ہے، نہ مقام چون و چرا ہے یہ

تو خدا سے پوچھ وہ کون تھے، تیری بکریاں جو چرا گئے

حضرات گرامی! جو بات عرض کر رہا تھا وہ شاید بھول ہی گئی ہوگی۔ کہ اللہ رب العزت نے سرکار کو دیدار تین مرحلوں میں کرایا۔ خواب میں کرایا، روحانی طور پر کرایا، روحانی کی دلیل کیا ہے؟ سرکار نے صوم وصال رکھا، اکٹھا کئی دن کا روزہ۔ صحابہ نے بھی شروع کر لئے لیکن دوسرے تیسرے دن ان کی آنکھیں اندر دھنسیں جارہی تھی چہرے پیلے پڑ رہے ہیں۔ اٹھتے ہیں تو سر چکرا جاتا ہے چلتے ہیں تو پاؤں لڑ کھڑا جاتے ہیں۔ سرکار نے فرمایا وہ تمہاری طاقتیں کدھر گئیں؟ قوتیں کدھر گئیں؟ چہرے کی سرخیاں کدھر گئیں؟ یہ پیلاہٹ کیوں ہے؟ یہ کمزوری کیوں ہے؟ یہ ناتوانی کیوں ہے؟ عرض کی رَأَیْنَاکَ تُوَاصِلُ فَوَاصَلْنَا ہم نے آپ کو دیکھا مسلسل روزہ رکھتے تو ہم نے بھی شروع کر لئے۔ پر آپ کے چہرے کی رونقیں اسی طرح ہیں ابانیاں اسی طرح ہیں، بہاریں اسی طرح ہیں۔ اور ہمارا تو یہ حال ہو چکا ہے۔ تو سرکار نے کیا فرمایا اَیُّکُمْ مِثْلِیْ تم میں سے کون میرے جیسا ہے۔ اَبِیْتُ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں راتیں رب کے پاس گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا رہتا ہے پلاتا رہتا ہے۔

جسمانی وروحانی جلوہ گری

یہ فعل مضارع ہے علماء حضرات تشریف فرما ہیں ان سے پوچھئے یہ دوام تجدد کے لئے ہوتا ہے کہ ایک کام مجموعی زمانہ میں تو ہمیشہ پایا جاتا ہے کبھی کبھی اس میں انقطاع بھی آجاتا ہے۔ کوئی بندہ کھائے پیئے بغیر رہ سکتا ہے مرتے دم تک کھائے گا، پیئے گا یہ دوام تجدد ہے کہ صبح ناشتہ کر لیا پھر دوپہر کو روٹی کھالی۔ پھر پچھلے ٹائم چائے کے ساتھ بسکٹ وغیرہ پھر شام کو روٹی کھالی، تو چوبیس گھنٹے مسلسل نہیں کھاتا۔ لیکن ہر دن اس کا ایک معمول ہے۔ کہ یہ کام کھانے پینے کا مجموعی طور پر جاری بھی ہے مسلسل بھی

ہے دائم بھی ہے کبھی کبھی درمیان میں انقطاع بھی ہے اس کو دوام تجدد کہا جاتا ہے۔ تو مضارع کا لفظ اَبِیتُ اس پر دال ہے کہ میں اپنے رب کے ہاں راتیں گذارتا ہوں وہ مجھے کھلاتا پلاتا رہتا ہے تو یہ ایک آدھ رات کی بات نہیں یہ تسلسل ہے۔ اور مسلم شریف کی ایک روایت میں ہے اَظَلُّ عِنْدَ رَبِّیْ فَیُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ میں ہر دن اپنے رب کے پاس گذارتا ہوں اور اللہ مجھے کھلاتا ہے پلاتا ہے تو جب راتیں بھی وہاں گذاریں دن بھی وہاں گذاریں تو پھر یہاں مصلے پہ کون ہے؟ نمازیں پڑھانے والے کون تھے؟ صحابہ کرام علیہم الرضوان کو قرآن تلاوت کر کے آیات سنانے والے کون تھے؟ ان کے ترجمے، اندر سے مسائل اعتقادی، عملی، فروعی وہ سمجھانے والے کون تھے؟ قرآن پاک کے اسرار و رموز سے آگاہ کرنے والے کون تھے؟ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیَاتِهٖ یہ تلاوت کرنے والے سرکار ہیں ازواج مطہرات کی ضروریات بازار سے خرید کر گھر میں مہیا کرنے والے سرکار ہیں۔ میدان جنگ میں قیادت کا کام کرنے والے سرکار ہیں صف بندی کرانے والے، جہاد کا حکم دینے والے سرکار ہیں۔ تو جب ہر وقت یہاں ہیں تو وہاں کون ہیں؟ اور اگر ہر وقت، وہاں ہیں تو یہاں کون ہیں؟ تو پتہ چلا بدن کے لحاظ سے ہر وقت یہاں بھی موجود ہیں روح کے لحاظ کے سے ہر وقت وہاں بھی موجود ہیں۔ روحانی طور پر بھی ہر وقت معراج ہے جب خوابوں میں بھی دیدار ہو گیا روحانی طور پر بھی ہو گیا مناسبت پوری طرح پیدا ہو گئی قوتِ برداشت آ گئی اس وقت اللہ رب العزت نے جسمانی طور پر ان بلندیوں پر اٹھا کے اپنا دیدار پاک کرا دیا۔ اسی لئے سرکار نے فرمایا رأیت نورا میں نے عظیم نور کو دیکھا شان جمالی کے اندر رب کی تجلیات کا مشاہدہ کیا۔

سوالات وجوابات

کچھ سوالات ہیں ان کے جوابات عرض کردوں ۔ قرآن مجید میں ہے لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار وھو اللطیف الخبیر ۔ کہ نظریں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں وہ نظروں کا احاطہ کرتا ہے ۔ جب قرآن کہہ رہا ہے کہ نظریں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں تو پھر دعوی دیدار کا قرآن پاک کے خلاف ہوگیا۔ لہذا قرآن پاک کے برعکس حدیث سے استدلال کا کیا مطلب؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دنیا کے لحاظ سے ہے۔ اور سرکار کا دیدار فرمانا یہ آخرت کے حکم میں ہے۔ یہ جو آیت پاک ہے یہ دنیا کے لحاظ سے ہے عام لوگوں کے لحاظ سے ہے اور سرکار نے جو دیدار پاک کیا وہ لامکاں میں جا کے کیا۔ عرش اعظم سے ماوراء جا کے کیا۔ اسی لئے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے جو دیدار کیا اس کا حکم اور ہے۔ اس آیت پاک میں جو کچھ بیان کیا یہ اور ہے ۔ ذرا قرآن پاک سے ہی پوچھئے ! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وُجُوْہٌ یَوْمَئِذٍ نَاضِرَۃٌ اِلیٰ رَبِّھَا نَاظِرَۃ اس دن، قیامت کے روز کئی چہرے تروتازہ ہوں گے جو اپنے رب کا دیدار کرنے والے ہوں گے۔ تو پتہ چلا قیامت کے دن اللہ رب العزت کا دیدار کریں گے۔ اِنَّھُمْ عَنْ رَّبِّھِمْ یَوْمَئِذٍ لَمَحْجُوْبُوْن کہ کافر اپنے رب سے اس دن حجاب میں ہوں گے کافروں کی مذمت کی جارہی ہے کہ وہ محروم قسمت ہیں بدقسمت ہیں کہ اپنے مولیٰ کا دیدار نہیں کرسکیں گے تو اگر مومن بھی نہ کرسکیں تو پھر اس بدقسمتی میں تو برابر ہوگئے پھر کافروں کی مذمت کے ساتھ ساتھ مومنوں کی بھی مذمت ہوجائے گی اس لئے ماننا پڑے گا کہ یہ آیت اپنے اسلوب کے لحاظ سے اس بات کی دلیل ہے کہ مومن دیدار کریں گے ۔ کافر

نہیں کریں گے تو جب مومن قیامت کو دیدار کریں گے تو پتہ چلا اس آیت کا تعلق قیامت کے ساتھ نہیں ہے۔ جنت کے ساتھ نہیں ہے بلکہ دنیا کے ساتھ ہے اور عام لوگوں کے لحاظ سے ہے اور نبی پاک کا دیدار خداوندی کرنا یہ جنت سے آگے عرش اعظم سے آگے ہے تو جو جنت میں جائے وہ دیدار کر سکتا ہے۔ تو جنت آج کی رات جس کی گردِ راہ بن چکی ہے وہ دیدار کیسے نہیں کر سکتا۔ جنت کہاں ہے؟ سدرہ کے پاس جنت ہے اور وہ چھٹے آسمان سے شروع ہو کر ساتویں آسمان پر ختم ہو جاتی ہے تو جنت تو رہ گئی چھٹے آسمان سے شروع ہو کر ساتویں آسمان کے درمیان اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ساتویں آسمان سے آگے، عرش اعظم سے آگے، ستر ہزار حجابات عظمت کو عبور کر کے اس سے بھی آگے پہنچے ہوئے ہیں۔ تو نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا دیدار خداوندی کرنا یہ حکم آخرت میں ہے۔ یہ حکم دنیا میں نہیں ہے اس لئے سرکار علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات پاک پر یہ حکم لاگو نہیں ہوتا۔ دوسرا مطلب اس آیت پاک کا یہ ہے کہ ساری آنکھیں اسے نہیں دیکھ سکتیں یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی اب میں اگر اسے منطقی اصطلاحات میں بیان کروں تو آپ پریشان ہو جائیں گے لیکن اپنے علماء حضرات کے لئے عرض کر دیتا ہوں یہاں عموم سلب نہیں ہے [1]۔ رفع ایجاب کلی ہے عموم سلب ہوتا تو ترجمہ یہ ہوتا کہ کوئی آنکھ اسے نہیں دیکھ

---

[1] قضیہ میں اگر موضوع کے ہر ہر فرد سے حکم کی نفی ہو تو یہ عموم سلب کہلاتا ہے۔ جیسے لا واحد من النار ببارد آگ کا کوئی فرد ٹھنڈا نہیں۔ اور اگر موضوع کے ہر ہر فرد کے لئے ثبوتِ حکم ہو تو یہ ایجاب کلی ہے جیسے کل انسان حیوان کہ انسان کا ہر ہر فرد حیوان ہے۔ اور ایجاب کلی کی نفی کر دی جائے تو یہ ایجاب کلی کا رفع ہو گا جیسے

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

سکتی۔ رفع ایجاب کلی کا مطلب کیا ہوگا کہ ہر آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی تو صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی یہ مطلب نہیں کہ کوئی آنکھ بھی اسے نہیں دیکھ سکتی کچھ دیکھنے والے ہیں بھی سہی۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں احاطے کی بات کی جا رہی ہے لاتدرکہ الابصار ادراک کہتے ہیں احاطہ کر لینے کو، تو نفی احاطے کی ہوئی صرف دیکھنے کی نفی یہاں نہیں ہو رہی ہے۔ ہم آسمان کو دیکھ رہے ہیں لیکن یہ ایک ٹکڑا آسمان کا دیکھ رہے ہیں پورے آسمان کا احاطہ تو ہم نے نہیں کر لیا یہ نچلی سطح ہم نے دیکھ لی ہے اوپر والی سطح ہم نے کوئی نہیں دیکھی اس کے اوپر والی اور نچلی سطح کا درمیانی حصہ جو موٹائی ہے وہ ہم نے نہیں دیکھی اس لئے دیکھنا کسی چیز کا اور بات ہے احاطہ کر لینا کسی چیز کا اور بات ہے۔ تو آیت پاک اس پر بالکل دلالت نہیں کرتی کہ دیکھتا ہی کوئی نہیں صرف اس بات کا بیان ہو رہا ہے کہ اس کا احاطہ کوئی نہیں کر سکتا کیونکہ وہ لامحدود ذات ہے اگر وہ محاط ہو جائے تو پھر وہ خدا ہی نہ رہے۔ اس لئے احاطہ کر لینا اور بات ہے دیدار کرنا اور بات ہے۔ دوسری آیت اس ضمن میں جو پیش کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ ما کان

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ لیس کل حیوان انسانا ً ہر حیوان انسان نہیں لاتدرکہ الابصار میں "الابصار" جمع معرف باللام ہے جو مفید استغراق ہے لہٰذا بغیر حرف نفی "تدرکہ الابصار "موجبہ کلیہ ہوگا کہ ہر آنکھ اس کا ادراک کر سکتی ہے اور حرف نفی داخل ہونے کی صورت میں ایجاب کلی کا رفع ہوگا۔ اور لاتدرکہ الابصار کا معنی ہوگا کہ ہر آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی اگر بعض کر لیں تو یہ اس کے خلاف نہ ہوگا۔ یہ جواب علی سبیل الانکار ہے کہ ہمیں تسلیم نہیں کہ یہاں عموم سلب ہے اور آئندہ جواب علی سبیل التسلیم ہے کہ اگر عموم سلب بھی تسلیم کر لیں تو ہر آنکھ سے نفی احاطہ کی ہے دیکھنے کی نہیں اور ہم دیدار کے قائل ہیں احاطہ کے نہیں۔ فلا اشکال ۱۲ رضوی غفرلہٗ

لبشر ان یکلمه اللہ الا وحیاًاومن وراء حجاب اویرسل رسولا کسی بشر کے لئے یہ بات زیبانہیں ہے کہ اللہ سے کلام کرے مگر پردے کے پیچھے سے یا الہام کے ذریعے یافرشتہ بھیج کے تین ہی صورتیں ہیں یاپردے کے پیچھے سے، یادل میں الہام کردے بات ڈال دے یاپھر فرشتہ بھیج دے تو تم کہتے ہو جبرئیل بھی سدرہ پررہ گئے پردے بھی ہٹ گئے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے حضور پہنچ گئے۔ وہاں اللہ کا دیدار کیالیکن آیہ کریمہ اس کی نفی کررہی ہے کہ کسی بشر کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ سے ہم کلام ہو۔مگر تین صورتوں میں یاپردے کے پیچھے کلام کرے گا جس طرح موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام طور پر کھڑے ہوکر اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہوتے پردہ تونہیں ہٹا تھا درمیان سے پردہ تواسی طرح قائم ہے اس لئے عرض کیا اَرِنی اَنظُرُ اِلَیکَ مجھے اپنا آپ دکھلا۔ میں تیری زیارت کروں پردہ موجود ہے نا۔ یادل میں الہام ہوتا ہے یاپھر فرشتہ بھیجا جاتا ہے۔ یہاں صرف تین صورتیں ذکر فرمائی ہیں چوتھی صورت کہ دیدار ہوروبرو بات ہووہ تو ہے ہی نہیں قرآن پاک کی آیہ مبارکہ بتلارہی ہے اس کا جواب یہ ہیکہ ماکان لبشر یہ بھی دنیا کے لحاظ سے ہے کیونکہ قیامت کے دن حدیثوں میں موجود ہے کہ اللہ رب العزت ایک بندے کو اپنے پہلوئے رحمت میں لے کراس کے ساتھ سرگوشی کرکے پوچھے گا۔اَتَعرِفُ ذَنبًا کَذَا اوئے فلاں گناہ کا پتہ ہے یاد ہے؟ وہ عرض کرے گایاد ہے۔فلاں گناہ یاد ہے؟ یاد ہے حَتّٰی قَرَّرَہٗ بِذُنُوبِہٖ کُلِّھَا اس کے سارے گناہوں کا اقرار کروالے گا۔اب بندہ کہے گا کہ میں تو ماراگیا احکم الحاکمین کے سامنے ہر گناہ کا اقرار کربیٹھا اب بچنے کی صورت ہی کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا گھبرا نہیں جس طرح دنیا میں تیرے اوپر پردہ دیا تھا نا! آج بھی پردہ

دے رہا ہوں گھبرانہ پریشان نہ ہواس لئے تجھے علیحدگی میں سرگوشی کے انداز میں پوچھا ہے تاکہ مکرنہ جائے، منحرف نہ ہو، اور میرے کرم کا اعتراف کرے اتنے گناہوں کے باوجوداوراقراری مجرم ہونے کے باوجودمیرے رب کا کرم کتنا ہے کہ سب پر پردے ڈال دیئے کسی کوکانوں کان خبرہی نہیں دی اور جنت میں بھی پہنچادیا۔تولہٰذا یہ بھی اس دنیا کی بات ہےاس عالمِ فانی کی بات ہے۔کہ یہاں کسی بشر کے لائق یہ بات نہیں ہے کہ وہ ہم کلام ہومگر تین صورتوں میں اور جب یہ دنیا ختم ہوجائے دوسراجہان شروع ہوجائے۔ روبروکلام بھی ہوگا، دیدار بھی ہوگااس لئے یہ بھی اس دنیا کے لحاظ سے ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والامعاملہ،آخرت والامعاملہ ہے۔اس لئے نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے دیدارفرمانے کی اس آیت سے بھی نفی نہیں ہوتی پھردوسری بات یہ بھی ہے کہ روبروہوتے وقت کلام نہ ہواور کلام کرتے وقت روبرونہ ہواس آیت مبارکہ سے توزیادہ سے زیادہ اتنا ہی ثابت ہوانا کہ روبروہوکر کلام نہیں کی ہے۔بات تو کلام کی ہورہی ہے۔روبروہوکر کلام نہ کرے روبروہوں توبات نہ کرے اور جب بات ہورہی ہوتوروبرونہ ہو۔تودونوں باتیں ہوسکتی ہیں۔جب دیداربخش دیاتو کلام نہیں کی اور جب کلام کی ہےتودرمیان میں پردہ رکھ دیا۔ایک ہستی کا جلال اتنا ہوتا ہےرعب اتنا ہوتا ہے کہ سامنے آکر بات نہیں کی جاسکتی۔اس لئے بات کرتے وقت پردہ کردیا گیااورویسے دیدار بھی عطا کردیا گیاحضرت خواجہ قمرالدین سیالوی علیہ الرحمۃ کے والدگرامی حضرت خواجہ ضیاءالدین علیہ الرحمۃ کااتنا پرجلال چہرہ تھا کہ کوئی بندہ ان کے سامنے آکر بات نہیں کرسکتا تھابڑے بڑے لوگ زمیندار آتے کہتے کہ سنا ہے صاحبزادے کے سامنے کوئی بات نہیں کرسکتایہ بھی کوئی چیز ہے۔بات کیوں نہیں ہوسکتی کیازبان کٹ جاتی ہے

ختم ہو جاتی ہے کیوں نہیں بول سکتے۔ مگر سامنے آ کر چپ، گم سم بیٹھ جاتے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ جب دیدار ہو کلام نہ ہو۔ جب کلام ہو اس وقت دیدار نہ ہو۔ اس سے مطلقاً دیدار کی نفی کیسے ہو سکتی ہے؟ ایک تیسرا جواب بھی ہے کہ "لِبَشَرٍ" ایک عام بشر کی بات ہے اور سرکار علیہ الصلوۃ والسلام ایک عام بشر نہیں ہیں یہ تو ایک نوری بشر ہیں۔ ایسے نور ہیں کہ جبرائیل کے نور کی بھی ان کے نور سے برابری نہیں ہے۔ اس لئے وہ تو عام بشروں کی بات ہے اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو نوری بشر ہیں۔ نوروں میں نور بے مثال۔ بشروں میں بشریت بے مثال لہٰذا مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منفرد ہے وہ اس عموم سے خارج ہے اور اللہ تعالیٰ نے کیوں دیدار کرایا؟ اس لئے کہ قیامت کو باقی انبیاء کرام علیھم السلام بھی دیدار کریں گے۔ آپ بھی قیامت کو دیدار کرتے۔ ہو سکتا ہے گھبرا جاتے۔ پریشان ہو جاتے جس طرح وہ نفسی نفسی پکار اٹھے۔ اگر سرکار بھی نفسی نفسی پکار اٹھیں تو پھر ان امتوں کا والی کون بنے گا؟ ان کے سر پر شفقت کا ہاتھ کون رکھے گا؟ ان کی شفاعت کون کرے گا؟ اس لئے اللہ رب العزت نے اپنا دیدار یہاں کروا دیا۔ تاکہ محبوب ٹک کر دیکھ لے۔ اطمینان سے دیکھ لے۔ میری شان جمال وجلال کا مشاہدہ کر لے۔ تاکہ قیامت کے دن میری شانِ جلالی کے ظہور پر پھر تم نہ مدہوش ہونا۔ تم نہ بے ہوش ہونا اور لوگوں کی پرسشِ احوال سے قاصر نہ ہو جانا۔ اس لئے میں آج تمہیں اپنا دیدار کروا دیتا ہوں۔ تاکہ تم وہاں مطمئن ہو کر باقی مخلوق کی بھلائی کا سامان کر سکو فرمایا "وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی" قسم ہے چمکتے ستارے محمد کی جب وہ معراج سے لوٹے انہیں ہر جانب سے منور اور روشن کر دیا تاکہ آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے شرف دیدار حاصل کر سکیں۔

کونڈوں کی شرعی حیثیت

سوال یہ ہے کہ کیا کونڈے پکانا جائز ہے۔ کونڈے پکانا، حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایصال ثواب کرنا اس حد تک تو جائز ہے اور یہ پابندی کہ اسے فلاں کھائے اور فلاں نہ کھائے اسے فلاں جگہ کھایا جائے اور اسے باہر نہ نکالا جائے یہ پابندیاں غلط ہیں اسلام میں ان کی کوئی وجہ جواز نہیں ہے دوسرا اسمیں ایک لکڑہارے کا واقعہ جو معجزہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ وہ بھی غلط من گھڑت اور بے بنیاد ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں اور جو برادری روکنے پر تلی ہوئی ہے ان کا خیال ہے کہ شیعہ لوگ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات پر خوشی مناتے ہیں حلوہ پکاتے ہیں اس لئے ہمیں نہیں پکانا چاہیے۔ تو نہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات بائیس رجب کو ہے نہ حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات بائیس رجب کو ہے۔ اس لئے یہ ساری بنیاد ہی غلط ہے کہ یہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کی وفات کی خوشی میں ہے اگر یہ شیعہ کرتے ہیں تو ان کی اپنی نیت ہے تو امیر معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کو بھی ثواب پہنچادے تمام اہل بیت کو بھی ثواب پہنچادے تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کو بھی ثواب پہنچادے۔ سب کی نیاز مندی ظاہر کردے۔

قبر کے سامنے ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا

سوال ہے کہ قبر پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا کیسا ہے؟ اگر بندوں کے سامنے ہاتھ اٹھا لئے جائیں پھر کیسا ہے؟ تو بھئی یہ جائز ہے۔ امام مقتدیوں کی طرف منہ کرلے پھر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگے یہ مقتدیوں سے مانگ رہا ہے یا اللہ تعالٰی سے مانگ

رہا ہے۔ یہ روزانہ پانچ وقت امام تمہاری طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتا ہے یہ تم سے مانگ رہا ہے کہ اللہ سے؟ تو کسی کی طرف منہ کرنے سے یہ لازم نہیں کہ انہیں سے مانگ رہا ہے۔ جن کی طرف منہ ہے۔ اگر قبر کی طرف منہ ہو جائے پھر تو قبر والے سے مانگ رہا ہے۔ تو اگر جیتے جاگتے لوگوں کی طرف منہ ہو جائے پھر کس سے مانگ رہا ہے؟ کچھ اپنے تصور کو سیدھا کرو اس کی سمت درست کرو۔ اگر منہ کسی کی طرف ہونے سے یہ لازم آئے کہ اس سے مانگ رہا ہے تو پھر اگر کوئی کعبہ شریف کی طرف منہ کر کے مانگے گا تو لازم آئے گا کہ اس کوٹھے سے مانگ رہا ہے۔ تو یہ بھی ناجائز ہو جائے گا کسی دیوار کی طرف منہ کرلے تو دیوار سے مانگ رہا ہے اوپر کرے تو تاروں سے مانگ رہا ہے تو ہر طرف شرک ہی شرک ہے یہ جائے کہاں؟ اس لئے اپنا عقیدہ درست کرلو۔ اپنی سوچ کو کنٹرول کرو۔ یہی تصور کرو کہ اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں اور کسی سے نہیں مانگ رہے۔ تو قبر کیطرف منہ کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ قبر والے سے مانگ رہے ہیں قبر پر جاؤ تو قبر والے سے ملاقات کے لئے جا رہے ہو تو جس سے ملاقات کرنی ہے اسکی طرف پیٹھ کر کے کھڑا ہونا چاہیے۔ کیا خیال ہے؟ یہ پیٹھ کسی کیطرف کر کے کھڑا ہونا کسی اور کا ہی کام ہے۔ مردوں کا کام نہیں ہے۔ یہ کوئی گدھی کرے، کوئی گھوڑی کرے، کوئی خچر کرے، کوئی اور کرے تم انسان ہو منہ ادھر کر کے کھڑے ہوا کرو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک ہے۔ "اَقْبَلَ عَلَیْھِمْ بِوَجْھِہٖ" قبر والوں کو سلام دیتے تھے منہ مبارک ادھر کر کے سلام دیتے تھے۔
حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالی عنہ پر سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے نماز

جنازہ پڑھی۔ دفن ہونے کے بعد "ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ" پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے۔ اور دعا فرمائی۔ "اَللّٰھُمَّ الْقَ طَلْحَۃَ تَضْحَکُ اِلَیْہِ وَھُوَیَضْحَکُ اِلَیْکَ" خدایا! طلحہ تیری بارگاہ میں حاضر ہے یہ اس طرح حاضر ہو کہ تو اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہو یہ تجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہو نماز جنازہ میں چار تکبیر پڑھ کر پھر آپ نے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی۔ " اَللّٰھُمَّ الْقَ طَلْحَۃَ تَضْحَکُ اِلَیْہِ وَھُوَیَضْحَکُ اِلَیْکَ "طلحہ میرا غلام تیری بارگاہ میں حاضر ہو رہا ہے۔ یہ اس طرح حاضر ہو کہ تو اسے دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔ یہ تجھے دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔ دشمن سامنے آئے تو انسان کا چہرہ سرخ ہوتا ہے۔ آنکھیں آگ برساتی ہیں۔ چہرے پر بل پڑ جاتے ہیں غیظ وغضب کا مجسمہ بن جاتا ہے۔ لیکن یار سامنے آئے تو چہرے پر رونق آجاتی ہے ہونٹوں پر تبسم آجاتا ہے اس لئے عرض کی کہ یہ ایسے حاضر نہ ہو کہ جس طرح دشمن، دشمن کے پاس مجرم، حاکم کے پاس بلکہ اس طرح حاضر ہو جس طرح یار یاروں کے سامنے حاضر ہوتا ہے۔

وسیلہ پیش کرنا

ایک سوال یہ ہے کہ کسی کے طفیل مانگنا کیسا ہے؟ نبی کریم صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود یہ سبق دیا ہے حضرت عثمان ابن حُنیف رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ راوی ہیں ایک مرتبہ نابینا صحابی حضور صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں بڑا پریشان ہوں، بڑا تنگ دست ہوں۔ ٹھوکریں لگتی ہیں گر پڑتا ہوں مسجد کی طرف ہاتھ پکڑ کے لے جانے والا کوئی نہیں اور کام کاج کے لئے لے جانے والا کوئی نہیں۔ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرمائے۔ سرکار علیہ الصلوہ والسلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ

جس سے آنکھیں لے لے اور وہ صبر کرے اللہ تعالیٰ اسے جنت عطا فرماتا ہے
صبر کرو۔ عرض کی۔ حضور! میں بڑا پریشان ہوں بڑا تنگ ہوں میرے لئے آپ
فرمائیں اللہ تعالیٰ مجھے آنکھیں عطا فرمادے۔ سرکار نے فرمایا پھر جاوضو کر دو رکعت نفل
پڑھ۔ اور سجدے میں گر کر یہ دعا کر۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْکَ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ
یَا مُحَمَّدُ اِنِّی تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّی فِی حَاجَتِی ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی لِی اَللّٰھُمَّ
فَشَفِّعْهُ فِیْهَا۔

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں تیرے نبی
نبی رحمت کے طفیل۔ اے محمد کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم میں تمہارے وسیلے سے
اپنے رب کی طرف متوجہ ہوں اپنی اس حاجت میں کہ مجھے بینائی مل جائے اے اللہ
ان کی شفاعت میرے حق میں قبول کر اور میری حاجت کو پورا فرما۔ صحابہ کرام علیہم
الرضوان فرماتے ہیں سجدے میں گیا تھا تو نابینا تھا اور یہ دعا پڑھ کر سر اٹھایا تو دونوں
آنکھیں روشن ہو چکیں تھیں۔ تو سرکار علیہ الصلوہ والسلام نے اپنا وسیلہ آپ
سکھلایا یہودی لوگ سرکار کے وسیلے سے دعا کرتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ انْصُرْنَا بِنَبِیِّکَ
نَبِیِّ اٰخِرِ الزَّمَانِ۔ خدایا! آخر الزمان پیغمبر کے طفیل ہمیں مدد عطا فرما فَکَانُوْا
یُنْصَرُوْنَ اللہ تعالیٰ انہیں مدد عطا فرماتا تھا۔ اگر یہودی نبی پاک کا وسیلہ پیش کریں
اور وہ نبی پاک کے طفیل کامیابیاں مانگیں اور انہیں کامیابیاں مل جائیں یہودی بھی
ہمارے نبی سے توسل کریں ان کی برکت سے دعائیں کریں فائدہ اٹھائیں۔ ان
کی دعائیں قبول ہوں۔ کیا ہم یہودیوں سے بھی گئے گذرے ہیں کہ ہم امتی ہو کر نبی

پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش نہ کریں! یا اللہ ان کی طرف سے وسیلے کو قبول کرتے ہوئے ان کی حاجت تو پوری فرمادے۔ تو کیا ہم اتنے گئے گذرے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے وسیلے کو ٹھکرا دیگا۔ اس وسیلہ سے ہماری دعا قبول نہیں فرمائے گا؟ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنی لغزش کے لئے جو دعا مانگی تو وہ کیا تھی؟ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِی بِحَقِّ مُحَمَّدٍ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ امام سیوطی علیہ الرحمۃ نے درمنشور میں۔ " فَتَلَقّٰٓی اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ " کے تحت اس مضمون کی تین روایتیں نقل فرمائیں ہیں لہذا پتہ چلا کہ حضرت سیدنا آدم علیہ السلام بھی سرکار کے وسیلے سے استفادہ فرماتے رہے ہیں۔ اور دعائیں مانگتے رہے ہیں۔

دربار پر منت مانگنا اور قبر کو بوسہ دینا کیسا ھے ؟

بوسہ قبر کو دینا نہ فرض نہ واجب نہ سنت ہے۔ مباح ہے جائز ہے وہ بھی پڑھے لکھے لوگوں کے لئے علیحدگی میں دے تاکہ عامی لوگ ان کو دیکھ کر سجدے نہ شروع کرلیں۔ سجدہ زندہ کو کرو تو وہ بھی حرام ہے قبر والے کو کرو تو وہ بھی حرام ہے سجدہ ہماری شریعت میں مباح نہیں ہے۔ بوسہ دینا جائز ہے ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کی مزار پاک کو چوم رہے تھے مروان گذرا تو اس نے کہا یہ کیا کر رہا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مزار ہے بت تو نہیں ہے۔ تجھے نظر نہیں آ رہا یہ سرکار کا مزار پاک ہے کوئی بت نہیں ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ دین پر اس وقت تک نہ رونا جب تک حاکم اہل ہوں جب حاکم نااہل آجائیں پھر دین پر رونا اب تیرے جیسا نالائق آگیا ہے۔ اب دین پر رونے کا وقت ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار کے وصال کے بعد

مدینہ چھوڑ کر شام کی طرف چلے گئے کہ میں سرکار کی جگہ خالی نہیں دیکھ سکتا برداشت نہیں
کر سکتا چلے گئے چھ ماہ گذر گئے تو سرکار خواب میں تشریف لائے اور فرمایا ''بلال ایں چہ
جفاست کہ بزیارت مانمی آئی'' تم کتنے جفا کار ہو کہ ہماری زیارت کے لئے بھی نہیں
آتے تو بلال شام سے دوڑے اور سرکار کی مزار پاک پر حاضر ہوئے '' **فَجَعَلَ يُمَرِّغُ**
وَجْهَهُ عَلىٰ قَبْرِ النَّبِي صلی اللہ علیہ وسلم'' یہاں سرکار کے مزار پاک پر حاضر ہو کر
اپنے رخسار ملنے لگے پتہ چلا رخسار رکھنا بوسہ لینا جائز ہے لیکن فقہاء کرام سدِ ذرائع کے
طور پر عامی لوگوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے منع فرماتے ہیں اس لئے عوام کے سامنے خواص نہ
کریں۔ خواص علیحدگی میں بوسہ دے لیں تو جائز ہے۔ نہ فرض نہ واجب نہ سنت یہ کوئی
ضروری بات نہیں اور یہ سمجھ لینا کہ جو بوسہ نہ دے وہ بے ادب اور گستاخ ہے یہ بھی غلط
تصور ہے۔ باقی رہ گیا دربار پر جا کر منت مانگنا وہاں جا کر کوئی مانے یا یہاں بیٹھ کر مانے
بات ایک ہی ہے۔ منت اگر یہ مطلب ہو کہ یہ اس بزرگ کی عبادت ہے تو یہ شرک ہے
منت کا یہ مطلب ہے کہ یہ عبادت تو اللہ تعالیٰ کی ہے مگر اس اللہ والے، فقیر اور درویش
کے مزار پر جو قرآن پاک کی تلاوت کرنے والے ہیں درس پڑھنے والے ہیں۔ ان پر
صدقہ وخیرات کروں گا تو یہ بالکل جائز ہے مولوی کے مدرسہ میں منت جائے تو جائز
ہے اور دربار پر جو فقیر اور درویش ہیں ان کے پاس چلی جائے تو شرک ہے۔ پتہ چلا کہ
یہ مسئلہ میں جھگڑا نہیں پیٹ کے مسئلہ میں جھگڑا ہے ہماری طرف آئے نا جائز ہے ادھر
جائے تو جائز ہے، جو مدرسہ میں جا رہی ہے یہ اللہ تعالیٰ استعمال کر رہا ہے؟ یہ بھی تو غیر اللہ
ہی استعمال کر رہا ہے ادھر بھی غیر اللہ کے پاس ہی جا رہی ہے اگر اس غیر اللہ کے پاس
جائے تو عین عبادت بنے اس غیر اللہ کی طرف جائے تو شرک بن جائے یہ فرق کیوں ہے؟

قوالی سننا جائز ہے یا نہیں ؟

اس قوالی کے لئے زمان کی شرط ہے مکان کی شرط ہے اخوان کی شرط ہے۔ وقت ایسا ہو کہ نمازوں میں خلل نہ آئے جگہ ایسی ہو کہ وہاں بچے، عورتیں اور نا اہل نہ آنے پائیں تیسری شرط کہ جو سنے وہ للّٰہ سنے نفسانیت کی خاطر نہ سنے بلکہ ان کے اندر نفس نام کی کوئی شئے ہی نہ ہو۔ اللہ رب العزت کی خاطر سنیں۔ جو بھی کلام سنے اسے اللہ رب العزت سے منسلک کرے یا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے منسلک کرے اس کے لئے یہ جائز ہے اور جس نے اپنی معشوقہ یا لونڈوں پر فٹ کرنا ہو یا نمازوں کی بالکل ضرورت نہ سمجھے بس قوالی کو ہی کافی سمجھے ایسے لوگوں کے لئے قوالی حرام ناجائز ہے۔

جنازہ کے بعد دعا کا حوالہ

سوال :- حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی جنازہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا حوالہ حدیث پاک کی کس کتاب میں ہے۔

جواب :- طبرانی اوسط میں ہے۔ فتح الباری شرح بخاری کتاب الجنائز میں ہے۔ عمدۃ القاری شرح بخاری کتاب الجنائز اور مرقات شرح مشکوۃ کتاب الجنائز میں موجود ہے۔

اقامت کے وقت قیام

سوال :- نماز سے پہلے اقامت کے لیے امام کو اور مقتدیوں کو کس وقت اٹھنا چاہئے؟

جواب :- جب مکبر " حی علی الصلوۃ " اور " حی علی الفلاح " کہتا ہے اس وقت اٹھنا چاہیے۔ اور یہ اس وقت ہے جب امام مصلی پر بیٹھا ہو امام بھی اس

وقت اٹھے اور مقتدی بھی اس وقت اٹھیں لیکن اگر امام مصلی پر نہیں وہ تکبیر ختم ہونے کے بعد آیا ہے تو جب امام آئے اس وقت اٹھو اس سے پہلے اٹھنا جائز نہیں ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے لَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ قَدْ خَرَجْتُ مجھے نکلتے دیکھو تو اٹھا کرو مجھ سے پہلے تکبیر ہو بھی جائے تو نہ اٹھا کرو۔ اس لئے اگر امام مصلی پر نہ ہو تو پھر "حی علی الفلاح" پر کھڑے نہیں ہونا چاہئے بلکہ امام آئے تو اس وقت کھڑے ہوں۔ تکبیر شروع ہو گئی اور امام پیچھے سے آرہا ہے اب جس صف میں پہنچے اس صف والے کھڑے ہوتے جائیں جب پہلی صف پر پہنچے تو پہلی صف والے کھڑے ہو جائیں اور اگر امام سامنے سے آئے تو جونہی امام آئے سارے کھڑے ہو جائیں اور کھڑے ہو کر تکبیر سننے کے متعلق درمختار میں ہے " کُرِهَ الْقِیَام اِنْتِظَارًا لِلصَّلٰوۃِ " نماز کے انتظار میں کھڑے رہنا مکروہ ہے بعض لوگ مسجد میں ٹہلتے رہتے ہیں کھڑے رہتے ہیں جب تکبیر ہونے لگتی ہے تو بیٹھ جاتے ہیں یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے آتے ہی دو نفل پڑھو اگر نفلوں کا موقع ہو تو یا پھر بیٹھ جاؤ یہ نہیں کہ پہلے تو کھڑا رہا جب تکبیر ہونے لگی پھر بیٹھ گیا۔ کھڑے رہنا مطلقاً مکروہ ہے صرف یہ نہیں کہ تکبیر کے وقت ہے آگے پیچھے مکروہ نہیں ہے۔

غائبانہ نماز جنازہ

سوال :- کیا غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے؟ لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

جواب :- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے وہ صرف نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں ہے۔ اور جتنے حضرات دور دراز

میں شہید ہوئے کسی کے متعلق صحیح حدیث سے ثابت نہیں کہ آپ نے ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔ اصمعہ نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی گئی یا نہیں حنفی مذہب اس میں بھی یہی ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش مبارک اٹھا کر سامنے رکھ دی گئی تھی صحابہ کرام کی نگاہ سے وہ غائب تھی لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک سے وہ نعش غائب نہ تھی۔ اس لئے آپ کے حق میں وہ غائبانہ نہ تھی اور مقتدیوں کو دیکھنا ضروری کوئی نہیں ہے۔ ہزاروں آدمی کسی کے جنازے میں شامل ہوتے ہیں انہیں پتہ ہی نہیں ہوتا کہ تابوت کہاں پڑا ہے۔ کفن ہی نظر نہیں آتا تابوت ہی نظر نہیں آتا نہ چارپائی نظر آتی ہے دور پیچھے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر ان کی نماز ہو جاتی ہے تو مقتدی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ دیکھے امام کے لئے ضروری ہے کہ میت اس کے سامنے ہو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم امام ہیں آپ کے سامنے موجود ہے اگرچہ عام صحابہ کے سامنے نہیں۔ اس لئے آپ کے حق میں وہ بھی غائبانہ نہیں ہے لیکن اگر غائبانہ ہو تو وہ ایک واقعہ ہے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے تو کیا باقی صحابہ کے ساتھ حضور علیہ السلام کو کوئی ہمدردی نہ تھی ان کی کیوں نہیں پڑھی؟ وجہ یہ تھی کہ حبشہ والے جو لوگ مسلمان ہوئے تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے وہ مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ گئے تھے اس وقت تک نماز جنازہ کا حکم ہی نازل نہیں ہوا تھا اب جو اسلام ان کو پتہ تھا جنہوں نے حبشہ میں جا کر پھیلایا اس میں نماز جنازہ نہ تھی۔ تو اصمعہ نجاشی بادشاہ بغیر نماز جنازہ کے دفن ہو جاتے ادھر نماز جنازہ کا حکم آچکا تھا اس نے مسلمانوں کی بڑی خدمت کی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس نیکی کا صلہ دینے کے لئے اعلان فرما دیا تمہارا بھائی اصمعہ نجاشی فوت

ہو چکا ہے اس پر نماز جنازہ پڑھنے کے لئے نکلو! اگر مقامی طور پر نماز جنازہ ہو جاتی تو پھر آپ نہ پڑھتے صحابہ جنگوں میں شہید ہوئے تو ان کی نماز جنازہ کیوں نہ پڑھی کیونکہ مقامی لوگ ان کی نماز جنازہ پڑھ دیتے تھے۔ اس لئے آپ کو پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ لیکن نجاشی کی حبشہ میں پڑھنے والا کوئی نہ تھا۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرم فرمایا اور اس کی نماز یہاں پڑھ دی۔ پھر اس کے بعد بھی وفاتیں ہوتی رہیں پہلے بھی ہوتی رہیں لیکن آپ نے نماز جنازہ نہ پڑھی تو پتہ چلا کہ یہ اسلام میں معمول نہیں کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور تعجب کی بات ہے کہ جو لوگ نماز غائبانہ پڑھاتے ہیں عجیب بات ہے کہ کبھی تو نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنے دیتے اور کبھی پندرہ پندرہ دن بعد غائبانہ نماز جنازہ پڑھا دیتے ہیں تو نماز جنازہ کے فوراً بعد دعا ناجائز کیوں ہوگئی؟ کہ جو مانگے کا وہ بدعتی ہو جائے گا۔ دوزخی ہو جائے گا۔ یہ کونسی شریعت ہے یہ من مانیاں ہیں جی چاہا تو مہینہ بعد جنازہ پڑھا دیا وہ بھی غائبانہ اور جی چاہا تو دعا بھی نہ مانگنے دی اس لئے یہ غلط طریقہ ہے اگر اسلام میں یہ معمول ہوتا تو سرکار کے کتنے لاڈلے پیارے صحابہ شہید ہوئے کسی کی غائبانہ نماز جنازہ نہ پڑھی کیونکہ مقامی لوگ پڑھ دیتے تھے اس لئے ضرورت محسوس نہ ہوئی وہاں حبشہ کے بادشاہ کی جو مسلمان ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا خادم بن چکا تھا۔ حضور علیہ السلام کو ہدیے اور تحفے پیش کرنے والا تو اسے مشرف کرنے کے لئے آپ نے نماز جنازہ پڑھا دی۔

طلاق کی شرعی حیثیت

سوال :- تین طلاقیں کس طرح دینا چاہئے؟ کیا ایک دن میں تین طلاقیں ہو جاتی ہیں

جواب :- قرآن مجید نے بہترین صورت کی نشاندھی فرمائی ہے۔ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ

فَاِمۡسَاکٌ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِیۡحٌ بِاِحۡسَانٍ یکے بعد دیگرے طلاقیں دینی چاہئیں دو طلاقیں بھی ہو جائیں تو اس کے بعد بھی آدمی چاہے اس عورت کو بیوی بنا کر رکھے اور چاہے تو چھوڑ دے تیسری طلاق دے بیٹھے تو پھر جائز نہیں کہ وہ اسے بیوی بنا کر رکھے۔ حَتّٰی تَنۡکِحَ زَوۡجًا غَیۡرَہٗ جب تک وہ عدت گذار کر دوسری جگہ شادی نہ کرلے پھر وہ خاوند اسے طلاق نہ دے یا مر نہ جائے وہ پہلے کے لئے حلال نہیں ہو سکتی احسن صورت یہ ہے کہ ایک ہی طلاق دو۔ تین حیض عدت گذر گئی تو نکاح ختم ہو جائے گا۔ یہ سب سے بہتر صورت ہے اس کی بہ نسبت دوسری صورت جو اس سے کم تر ہے مگر ویسے فی نفسہٖ یہ بھی اچھی صورت ہے وہ یہ ہے کہ ہر طہر میں ایک طلاق دے دے حیض ختم ہوا دوسرا طہر آیا دوسری طلاق دے دے پھر حیض آ گیا گذر گیا پھر طہر آ گیا تو تیسری طلاق دے دے اس طرح تقریباً تین مہینوں میں یہ تین طلاقیں آئیں گی۔ متفرق طور پر دے دے یہ حسن صورت ہے موزوں اور مناسب صورت یہ بھی ہے کیونکہ دو تین مہینوں کا وقفہ مل جائے گا جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ ہوش بحال ہو جائے گا۔ تدارک کے لئے ایک صورت ابھی باقی ہوگی تو وہ تیسری طلاق نہیں دے گا لہذا اب بھی اختیار اس کے ہاتھ میں ہے تو گھر برباد نہیں ہوگا۔ بچے پریشان نہیں ہوں گے اس لئے وقفے وقفے سے طلاق دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ اکٹھی طلاق دے دے بیک لفظ تین طلاقیں دے دے تین طلاقوں سے حرام کیا۔ حرام کا لفظ بول کر تین کی نیت کرلے بائن کا لفظ بول کر بینونت غلیظہ کا ارادہ کرلے تو تینوں طلاقیں بیک وقت نافذ ہو جائیں گی۔ لیکن وہ گنہ گار ہوگا۔ کیونکہ اس نے شریعت کی مہلت سے فائدہ نہیں اٹھایا اب جوش میں آ کر تین اکٹھی دے دیں۔ بعد میں جوش ختم ہوگا

ہوش بحال ہوگا تواب کف افسوس ملے گا۔ کہ میں کیسے گھر برباد کر بیٹھا اب کیا کروں اب پریشان ہوگا ذلیل ہوگا کبھی مرزائی کہیں گے آجا ہماری طرف ہم تین کو ایک بنا دیتے ہیں کبھی شیعہ کہے گا آجا ہماری طرف ہم تیری بیوی حلال بنا دیتے ہیں۔ کبھی وہابی کہیں گے آجا ہماری طرف ہم تیری بیوی حلال کر دیتے ہیں۔ پھر وہ ان چکروں میں پڑ جائے گا مذہب کا سودا کر کے پھر گھر آباد کرنے کی کوشش کرے گا۔ تو جب آخرت برباد ہوگئی تو اس گھر کی آبادی کا کیا فائدہ رہے گا۔ اس لئے بہتر صورت یہ ہے کہ صرف ایک طلاق دی جائے تین حیض گذر گئے عدت ختم ہوگئی دوبارہ نکاح ہوسکتا ہے جب بھی چاہے ہر مہینے ایک طلاق دیتا جائے لیکن خون کے دوران نہیں جب حیض آرہا ہو۔ پہلے طہارت کا وقت ہے اس وقت طلاق دے حیض گذر گیا۔ پھر طہر آگیا پاکیزگی کا پیریڈ آگیا۔ پھر طلاق دے دے۔ تو یہ تین طہروں کے اندر تین طلاقیں آجائیں گی۔ تین حیض کامل گذر جائیں گے۔ اتنے وقت تک جوش ٹھنڈا پڑ جائے گا۔ اسے اپنے نفع نقصان کا صحیح ادراک ہوجائے گا۔ یہ بہتر صورت ہے لیکن یاد رکھو مرد کو عورت پر تین ہی طلاق کا حق حاصل ہے وہ حق استعمال کرسکتا ہے اکٹھا کرے متفرق طور پر کرے اگر اکٹھا کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔ لیکن حق جو تھا وہ استعمال ہوگیا۔ یہ نہیں کہ وہ طلاق بنے گی ہی نہیں یہ غلط سوچ ہے کہ اگر تین طلاقیں اکٹھی دی جائیں تو وہ طلاقیں بنتی ہیں اصل بات یہ ہے کہ پہلے نہ عورتوں کی کوئی تعداد مقرر تھی نہ طلاقوں کی کوئی تعداد معین تھی۔ کوئی بیس عورتوں کے ساتھ شادی کر لیتا کوئی چالیس عورتوں کے ساتھ شادی کر لیتا کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ طلاق دے دیتا رجوع کر لیتا پھر عدت ختم ہونے کے قریب ہوتی تو طلاق دے دیتا پھر رجوع کر لیتا اسی طرح وہ اسے لٹکا کر رکھتا

نہ وہ آزاد ہوتی کہ وہ آگے شادی کر لے نہ ہی وہ آباد ہوتی اسے درمیان میں لٹکا کے رکھتا اللہ رب العزت نے عورتوں کی بھی حد مقرر فرمادی طلاقوں کی بھی حد مقرر فرمادی عورتیں چار سے زیادہ نہیں کر سکتے طلاقیں تین سے زیادہ نہیں دے سکتے " فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ " تیسری آ گئی تو بس رجوع کا حق ختم ہو گیا اور اس سے پہلے سو مرتبہ طلاق دے کر بھی اس سے رجوع کر سکتا تھا تو اسلام کا یہ مطلب نہیں کہ یکے بعد دیگرے طلاق دو تو ہو گی ۔ اکٹھی دو تو نہیں ہو گی اسلام کا یہ مطلب ہے کہ دو طلاقیں دو تو رجوع کر سکتے ہو دو کے بعد تیسری طلاق آ گئی تو رجوع کا حق ختم ہو گیا اصل مقصد یہ چیز بیان کرنا ہے کہ رجوع کا حق کب تک ہے کب ختم ہو جائے گا۔ یہ مطلب نہیں کہ خواہ مخواہ دو طلاقیں دو نہ اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ کا یہ مطلب ہے کہ یکے بعد دیگرے دو طلاقیں دینا ضروری ہیں۔ تو اگر ایک ہی دے دے تو گنہ گار ہو جائے گا ۔ اسلام یہ نہیں فرض کر رہا ہے ۔ کہ یکے بعد دیگرے دو طلاقیں ضرور دو ایک ہی طلاق کوئی دے دیتا ہے تو عدت گذرنے پر نکاح ختم ہو جائے گا۔ یہ صرف حد بیان کی جا رہی ہے کہ تیسری طلاق کے بعد اب عورت پر تمہارا کوئی حق باقی نہیں رہ گیا۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حضرت رکانہ حاضر ہوئے۔ انہوں نے اپنی بیوی کو طلاق دی تھی ۔ البتہ کے لفظ سے بَت کا معنی ہوتا ہے قطع کرنا ایسی طلاق جس سے نکاح ختم ہو جائے ۔ البتہ کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدَةً ۔ میں نے طلاق تو دی ہے لیکن میں نے ایک طلاق کی نیت کی ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا۔ وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَ اِلَّا وَاحِدًا ۔ کہ

توقسم اٹھاتا ہے کہ میں نے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے۔انہوں نے عرض کی وَاللّٰہِ مَا اَرَدْتُ اِلَّا وَاحِدًا۔ بخدامیں نے ایک ہی طلاق کا ارادہ کیا ہے۔اگر البتہ کے لفظ میں تین کی نیت موثر نہیں تھی توقسم اٹھوا کر پوچھنے کا مطلب کیا تھا؟ کہ ایک طلاق کا ارادہ کیا ہے یا تین کا؟اس سے صاف ظاہر ہے کہ اگر ایک ہی لفظ بائن کا بولے یا حرام کا لفظ بولے یا البتہ کا لفظ بولے اور تین طلاق کی نیت کرلے تو تینوں موثر ہو جاتی ہیں اس لئے نبی کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم نے وضاحت طلب فرمائی کہ تم نے ایک کا ارادہ کیا ہے یا تین کا ارادہ کیا ہے؟ جب انہوں نے قسم اٹھا کر بتایا کہ میں نے ایک کا ارادہ کیا ہے تب آپ نے فرمایا کہ تم اس کو دوبارہ رکھ سکتے ہو لیکن تجدیدِ نکاح کے ساتھ ویسے نہیں۔اور یہی حدیث صحیح ہے کہ البتہ کا لفظ بولا قطعاً یہ روایت نہیں ہے کہ اس نے تین طلاقیں دے دی تھیں اور سرکار نے فرمایا وہ ایک ہی ہوئی ہے۔تم اسے گھر بٹھالو وہ منکر روایت ہے نا قابل اعتبار روایت ہے۔صحیح روایت یہ ہے کہ البتہ کا لفظ بولا تھا۔ اس بنا پر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حلفی بیان لیا جب عرض کی ایک ہی طلاق کی نیت کی ہے تو آپ نے فرمایا تو اسے رکھ سکتا ہے۔حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک آدمی حاضر ہوا عرض کی حضور میں نے اپنی بیوی کو سو طلاق دی ہے۔آپ نے فرمایا تین سے تو اس کا کام ہوگیا۔باقی ستانوے اگر دوسری عورتیں ہیں ان پر تقسیم کردے یہ تو تین سے ختم ہوگئی۔حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اس نے بھی اس طرح عرض کیا ہزار طلاق دی ہے فرمایا تین سے وہ ختم ہوگئی۔اب باقی جو نو سو ستانوے بچ گئی ہیں وہ اوروں پر تقسیم کردے۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فتاوے موجود ہیں۔سرکار

علیہ الصلوۃ والتسلیم کا فرمانِ گرامی موجود ہے اور قرآن کریم کی آیت مبارکہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہے کہ دو کے بعد رجوع کی گنجائش ہے۔ تیسری کے بعد نہیں ہے۔ اب اس میں یہ کوئی نہیں کہ تین مہینے کے بعد تیسری آئے تیسرے دن تیسری آئے۔ اسی تسلسل کے ساتھ تیسرا جملہ بول دے تو یہ آیت مبارکہ اسے بھی شامل ہے۔ تو قرآن پاک اپنے اطلاق کے لحاظ سے بھی اسے شامل ہے۔ حدیثِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بھی یہ بات ثابت ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کے فتاوے سے بھی یہ بات ثابت ہے پھر سوچنے کی بات یہ بھی ہے کہ مسئلہ حلال اور حرام کا ہے کسی کا حرام اپنے سر لینا کتنی بڑی دلیری ہے۔ صرف اس لئے کہ ہمارے مذہب میں ایک ووٹ کا اضافہ ہو جائے۔ اس لئے حرام کام ہمارے مذہب میں شامل ہو جائے اس پر فتوی دے دیں۔ یہ کتنی بڑی دلیری اور جسارت ہے چاروں مذاہب اس بات پر متفق ہیں کہ تین طلاقیں تین ہیں۔ اور ابن تیمیہ کے ہوش سنبھالنے سے پہلے تک پورا عالم اسلام صدیوں تک اس بات پر متفق رہا ہے ابن تیمیہ تو ساتویں صدی میں ہوا ہے ساتویں اور آٹھویں صدی کے درمیان۔ تو اس کے فتوے سے یہ تین طلاقیں ایک بنی ہیں اس سے پہلے تمام صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور جتنے اکابر چاروں مذاہب کے گذرے ہیں سب کا عقیدہ یہی تھا کہ تین طلاقیں تین ہیں۔ ابن تیمیہ نے جب یہ قول کیا فتاویٰ ثنائیہ میں موجود ہے کہ اس کو اونٹ پر سوار کر کے، جوتوں کا ہار گلے میں ڈال کر پورے بغداد شریف میں پھرایا گیا۔ اور اسے روڑے، پتھر مارے گئے۔ لعنت، ملامت کی گئی کہ ظالم! تو نے سات صدیوں کے اجماعِ امت کو ختم کر کے ایک نیا فتویٰ جڑ دیا ہے اپنے مذہب کے امام کے خلاف یہ فتویٰ جڑ دیا ہے

اس کی انتہائی بے عزتی کی گئی۔ لیکن یہ لوگ بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں جس طرح شیطان ایک تھا لعنتی لیکن اس نے اپنے کتنے ووٹ بنا لئے۔ تو یہ لوگ بھی محنت کرتے کرتے آج اس سطح پر آ گئے ہیں کہ اہل سنت کو آنکھیں دکھلانے لگ گئے ہیں۔ ورنہ بغداد شریف میں اس کی اتنی بے عزتی کی گئی تھی تین طلاقوں کو ایک بنانے پر۔ کہ کسی عالم کے ساتھ اس طرح کا سلوک نہیں ہوا جس طرح کہ اس کے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

غزالئ زماں، رازئ دوراں محقق العصر عمدۃ الاذکیاء فاتح مناظرہ جھنگ

شیخ الحدیث والتفسیر قطب العلماء محمد اشرف سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کا مجموعہ بنام

خطباتِ اشرف العلماء

شب معراج آسمانوں پر سوال وجواب

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى خُصُوْصاً عَلٰى اَفْضَلِ رُسُلِهٖ وَسَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ مَاحِى الذُّنُوْبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَةِ وَاللِّوَآءِ الَّذِىْ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلَيْهِ رَبُّهٗ مَا اَوْحٰى مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى اَحْمَدَ الْمُجْتَبٰى الَّذِىْ كَانَ نَبِيّاً وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْكُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰى يَوْمِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ثُمَّ دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ مَا اَوْحٰى صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْنُ۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِىِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْماً. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِىْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ. وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِىْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ. وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا شَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ.

صاحب صدر گرامی قدر، واجب الاحترام علماء کرام بزرگو اور بھائیو!

یہ محفل پاک جس میں ہمیں حاضری کی سعات حاصل ہورہی ہے۔ محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔کے معراج پاک کی محفل ہے۔ جس میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس سربلندی کا ذکر کرنا مقصود ہے، جو کسی فرشتے کے

حصے میں نہیں آئی کسی نبی اور رسول کے حصے میں نہیں آئی نہ کسی نبی اور رسول کا جسم وہاں پہنچا نہ ان کی مبارک روحیں وہاں پہنچیں۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے جسم مبارک سمیت تشریف لے گئے۔

؎ نہ حجاب چرخ و مسیح پر، نہ کلیم وطور نہاں مگر
جو گیا ہے عرش سے بھی اُدھر، وہ عرب کا ناقہ سوار ہے

مقام مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو وہ رفعت نصیب ہوئی کہ پیغمبران کرام کو بھی آج سمجھ نہیں لگ رہی ہے کہ آپ کس جگہ اور کس منزل پر جا پہنچے ہیں۔ آپ حضرات بخوبی جانتے ہیں کہ کسی کی جگہ دیکھ لینا آسان ہے لیکن کسی کے مرتبے اور مقام کو پہچاننا مشکل ہوتا ہے۔ بڑے بڑے اکابر علماء کرام اسٹیج پر تشریف فرما ہیں آپ ان کی جگہ دیکھ رہے ہیں ان کے جسم کو اپنی جگہ پر متمکن دیکھ رہے ہیں لیکن ان کا علمی پایہ کیا ہے؟ ان کا علم کس درجے کا ہے؟ آپ کے پاس اس کے لئے کوئی پیمانہ نہیں ہے، جس سے ناپیں۔ کوئی ترازو نہیں ہے، جس سے تولیں۔ وہ جگہ دیکھ لینا آسان ہے۔ مکان معلوم کر لینا آسان ہے لیکن مرتبے اور مقام کا اندازہ لگانا مشکل ہوتا ہے۔ لیکن آج کی رات، معراج کی مقدس رات میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان کا بھی نہ کسی فرشتے کو پتہ چل رہا ہے، نہ کسی پیغمبر اور رسول کو پتہ چل رہا ہے، تو پھر آپ کے مرتبے اور مقام کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ حضرت جامی علیہ الرحمۃ کی زبان میں عرض کروں۔ وہ فرماتے ہیں۔

ہمہ پیغمبران در جستجو اند — خدا داند کہ تو در چہ مقامی

تمام پیغمبر بھی حیران اور سرگردان ہیں۔ وہ بھی نہیں سمجھتے کہ آپ کس جگہ پر جا پہنچے ہیں تو جب تمہارے مکان کا بھی ان کو اندازہ نہیں ہے تو تمہارے مرتبے اور مقام کا اندازہ کیا ہو سکتا ہے؟ اسی لئے قدسی علیہ الرحمۃ فرما گئے ؎

ہر یک بقدرِ خویش، بجائے رسیدہ است

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

کوئی جہاں بھی پہنچا وہ ایک جگہ پر پہنچا لیکن جہاں جگہیں بھی ختم ہو گئیں وہاں قدم ٹکایا تو پیارے مصطفیٰ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔

؎ سیمرغ روحِ ہیچکس از انبیاء نتافت آنجا کہ تو ببالِ کرامت پریدہ ای

کسی پیغمبر کی روح اس مقام تک نہیں پہنچ سکی ہے جہاں آپ جسم سمیت پہنچے ہیں حالانکہ روح کی پرواز دور تک بھی ہوتی ہے۔ تیز ترین بھی ہوتی ہے لیکن پیغمبروں کی روحیں، ملائکہ کی روحیں، جبریل امین کی روح، ابراہیم خلیل علیہ الصلوۃ والتسلیم کی روح پاک بھی وہاں نہیں پہنچ سکتی ہے جہاں جسمِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پہنچ رہا ہے۔ تو جن کے جسم پاک کی لطافت، ارواحِ انبیاء سے زیادہ ہو، ارواحِ ملائکہ سے زیادہ ہو، جن کے جسم پاک کی رفتار، ملائکہ کی رفتار سے زیادہ ہو، ان کی حقیقت ان کی روحِ پاک کی رفتار کا، بلند پروازی کا اور بلندی منصب کا کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے؟

ٹہنی کی حرکت

حضرات محترم! محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صرف عرش پر ہی قدم رنجہ فرما نہیں ہوئے بلکہ عرشِ اعظم سے بھی ستر ہزار حجاباتِ عظمت آگے تھے۔ جن کو عبور فرما کر اللہ رب العزت کے حریم ناز میں آپ نے جا کر قدم رکھا۔ روایات کی رو سے عرشِ

اعظم کی مسافت ،زمین سے تقریباً آٹھ ہزار سال کی مسافت بنتی ہے۔اور ہر حجاب، دوسرے حجاب سے اتنا ہی دور ہے جتنا کہ آسمان زمین سے دور ہے۔ایک ایک ہزار سال کا ٹوٹل وہاں لگاتے جایئے اور ستر ہزار حجاب کو ایک ہزار کے ساتھ ضرب دیجئے تو سات کروڑ سال بن گئے اور آٹھ ہزار سال عرش تک ہو گئے۔تو محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ مسافت طے فرما رہے ہیں اور کتنی دیر میں؟ جس ٹہنی کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سرناز سے ٹکرانے کے بعد یہاں پر ہلتے چھوڑ گئے تھے جب واپس تشریف لائے تو اس کی جنبش اور اس کا لرزہ ابھی باقی تھا۔آپ واپس بھی پہنچ چکے تھے۔مشہور اقوال ہیں کہ آپ کا بستر بھی گرم تھا وضو کا پانی بھی چل رہا تھا۔دروازے کی کنڈی بھی ہل رہی تھی لیکن ایک مستند روایت علامہ آلوسی علیہ الرحمۃ نے یہ بھی ذکر فرمائی ہے۔کہ جاتے وقت آپ کا سرِ ناز جس ٹہنی سے ٹکرایا تھا اور آپ اسے ہلتے چھوڑ کر تشریف لے گئے تھے تو ابھی اس کی جنبش ختم نہیں ہوئی تھی کہ آپ واپس بھی تشریف لے آئے۔تو اتنے ہزاروں سالوں کی مسافتیں طے کرنے کے بعد بلکہ لاکھوں کروڑوں سالوں کی مسافتیں طے کرنے کے بعد آپ یہاں واپس پہنچے تو ابھی بستر گرم ہے وضو کا پانی بھی چل رہا ہے۔ کنڈی حرکت کر رہی ہے۔وہ ٹہنی جسے ہلتے چھوڑ گئے تھے وہ بھی ابھی اسی طرح حرکت کر رہی ہے۔

اوصاف کا شمار نا ممکن

یہاں پر ذرا یہ بھی غور فرما لیجئے کہ دنیا کے وقت کے لحاظ سے جن کی پرواز کا یہ عالم ہے کہ آپ کا وہ سفر جو ایک لمحے میں ختم ہوا۔اور اب صدیاں بیت گئیں۔لوگ اس کے نکتے بیان کر رہے ہیں۔حکمتیں، مصلحتیں بیان کر رہے ہیں۔اس کے اسرار و رموز بیان کر رہے ہیں۔لیکن دنیوی وقت کے لحاظ سے ایک لمحہ میں ختم ہونے والے،آپ

اس سفر کے اسرار و رموز اور نکات ختم ہونے میں نہیں آرہے ہیں۔ جن کے ایک لمحہ کے سفر کی یہ شان ہے۔ تو روزِ ازل سے جب عرش بھی نہیں بنا تھا اس وقت سے آپ کے درجات کی، مراتب کی ترقی شروع ہے اور آج بھی جاری ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِی عِلْمًا اور قیامت تک جاری رہے گی ان تمام درجات کی ترقی اور مراحل کا اندازہ کون لگا سکتا ہے؟ اور ان کا احاطہ کس کے بس کی بات ہے۔ اسی لئے حضرت شیخ عبدالعزیز دبّاغ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

لَو اَنّ جِبرِیْلَ عَاشَ اِلیٰ مِا ئَةِ اَلْفِ سَنَةٍ اِلیٰ مِا ئَةِ اَلْفِ سَنَةٍ اِلیٰ مَالَا نِهَایَةَ لَه، لَمَا بَلَغَ رُبُعَ مَعْرِفَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اگر جبرائیل امین ایک لاکھ ضرب ایک لاکھ سال ضرب غیر محدود سال زندہ رہیں اور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے کمالات معلوم کرنے کی کوشش کرتے رہیں تو آپ کے کمالات میں سے چوتھائی حصہ کی معرفت بھی اتنے کروڑوں، اربوں، کھربوں سال میں بھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔ اسی لئے امام اہل سنت اعلحضرت قدس سرۂ العزیز نے فرمایا ؎

تیرے تو وصف، عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

محدود ہونا، گنتی میں آنا، شمار میں آنا یہ عیب ہے اور یا رسول اللہ! اللہ رب العزت نے آپ کے کمالات کو اس عیب سے محفوظ کر دیا ہے ؎

تیرے تو وصف، عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے
لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا
خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

نظریہ اعلحضرت انفرادی نہیں

اعلحضرت، عظیم البرکت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے جونظریہ پیش فرمایا ہے یہ صرف آپ ہی کا نہیں بلکہ آپ سے پہلے امام بوصیری علیہ الرحمۃ نے بھی یہی نظریہ پیش فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جو بے اندازہ معجزات ہیں ان میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنے کمالات کے بے حد وحساب ہونے کے ذریعے مخلوق کو عاجز اور بے بس کرر کھا ہے۔ تو آپ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ کے کمالات کوئی گنتی میں لا ہی نہیں سکتا ۔

اِنَّ مِنْ مُعْجِزَاتِکَ العِجزَ عَنْ وَصْفِکَ اِذْلَا یَحُدُّہٗ الْاِحْصَآءُ

وَکَیْفَ یَسْتَوْعِبُ الْکَلَامُ سَجَایَاکَ هَلْ تَنْزَحُ الْبِحَارَ الدِّلَآءُ

یارسول اللہ! آپ کے معجزات میں سے یہ بھی ایک معجزہ ہے کہ آپ کے وصف گننے سے بالاتر ہیں، شمار سے بالاتر ہیں، کوئی شخص ان کا احاطہ کر سکتا ہی نہیں ہے۔ کوئی نبی ہو، رسول ہو، فرشتہ ہو کوئی حساب کر ہی نہیں سکتا اور اس کی ایک مثال دے کر اسے ذرا واضح انداز میں پیش کرتے ہیں کہ آپ کے کمالات سمندر کی مانند ہیں اور ہماری زبانیں ڈول کی مانند ہیں جس طرح ڈول سے سمندر پانی سے خالی نہیں کیا جا سکتا ہم اپنی زبانوں کے ڈولوں کے ذریعے آپ کے کمالات کے سمندر کو کیسے خالی کر سکتے ہیں۔ تو اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ العزیز کا یہ ارشاد گرامی گویا امام بوصیری علیہ الرحمۃ کے ان عربی اشعار کی ترجمانی ہے جسے آپ نے اردو میں یوں بیان فرما دیا کہ ۔

تیرے تو وصف، عیب تناہی سے ہیں بری

حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

پھر آخر کچھ تو کہنا ہی ہوگا۔ کوئی ایسی بات جس پر عقیدہ رکھا جا سکے جس کو اپنا ایمان اور جانِ ایمان قرار دیا جا سکے وہ بھی تو کوئی نظریہ ہونا چاہئے تو وہ کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا   خالق کا بندہ، خلق کا آقا کہوں تجھے

دروازے بند کیوں؟

حضرات محترم! محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے معراج شریف کے بہت سے حصے ہیں۔ میں اس وقت آسمانی سفر میں جو سوالات وجوابات ہوتے رہے ان کے بارے میں کچھ عرض کروں گا۔ جبرائیل امین علیہ السلام کے ساتھ جب آپ آسمان کے نیچے پہنچے پہلے، دوسرے، تیسرے، چوتھے، پانچویں، چھٹے ساتویں آسمان، ہر جگہ پر دروازے بند پائے گئے اور جب جبرائیل امین علیہ السلام دستک دیتے تو پوچھا جاتا تو کون ہے؟ وہ کہتے جبرائیل ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا تھا پوچھا یہ جاتا تھا "من معک" تیرے ساتھ کون ہے؟ جب وہ کہتے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو تب دروازہ کھولا جاتا۔ یہاں سوال ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا جا رہا ہے۔ جبرائیل بھیج کر، براق بھیج کر، ہزاروں فرشتے جلوس میں شامل ہونے کے لئے بھیج کر پھر دروازے تو کھلے رہنے چاہئے تھے۔ تاکہ جب مہمان عزیز تشریف لائیں بلا روک ٹوک وہ اوپر بلندیوں پر چڑھتے آئیں اور اپنی منزل تک بغیر کسی رکاوٹ کے پہنچ جائیں مگر ہر دروازہ بند پایا جاتا ہے ہر راستہ رکا ہوا ہے اس کی حکمت کیا ہے؟ تاکہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ نہ سمجھیں کہ یہ راستے ہر وقت کھلے رہتے ہیں جو چاہے جب چاہے داخل ہو جائے آپ کو یہ بتلانا مقصود ہے کہ اے مہمان عزیز! تمہاری خاطر یہ راہیں آج

مسدود ہیں۔ آج کھل سکتی ہیں تو صرف اور صرف آپ کے لئے کھل سکتی ہیں اور کوئی جبرائیل بھی ہوا تو وہ باہر کھڑا رہے گا اسے بھی اس وقت تک اندر آنے کی اجازت نہیں ملے گی جب تک محبوب کریم علیہ السلام نہیں آئیں گے۔ جبرائیل علیہ السلام جب سدرہ سے زمین کی طرف آ رہے تھے پھر تو دروازہ کھل گیا تھا۔ لیکن جب اوپر جا رہے ہیں دیر بھی کوئی نہیں لگی تو پھر "انــا جبــرئیـل" کہنے پر انہیں چاہیے تھا فوراً دروازہ کھول دیتے کیونکہ ان کا تو روز کا آنا جانا ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر یا دو لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر وحی لے کر نازل ہوئے پھر عذاب نازل کرنا، خطے الٹنا، قوموں کو تباہ کرنا وہ بھی حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کی ذمہ داری ہے اس مشن پر بھی وہ کئی مرتبہ تشریف لائے تو پھر چاہیے تو یہ تھا کہ جب اتنی کثرت سے ان کی آمد و رفت ہے پھر یہ ان کی اپنی سڑک ہے ان کے اپنے دروازے ہیں جونہی آئیں فوراً کھل جانے چاہئیں لیکن وہ کہتے ہیں میں جبرائیل ہوں دستک دینے والا میں ہوں مگر دروازہ نہیں کھلتا سوال ہوتا ہے "من معک" تیرے ساتھ کون ہے؟ یہ بتلا! پتہ چلا یہ دروازہ جبرائیل امین کے لئے نہیں ہے بلکہ محبوب کریم علیہ السلام کے لئے ہے۔ وہ ہیں تو کھلے گا ورنہ نہیں کھلے گا تو جبرائیل آج مقصودی مہمان نہیں ہیں مقصودی مہمان تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں جبرائیل امین تو خادم کی حیثیت سے آ رہا ہے۔ اسی لئے یہ دروازہ جبرائیل کی خاطر نہیں کھل سکتا کھلے گا تو مہمان عزیز کی خاطر کھلے گا۔

آسمانوں پر رونق اور بہار

فرشتوں نے جو سوال کیا اس کی نوعیت عجیب سی ہے "مــن مــعــک" جو تمہارے ساتھ ہے وہ کون ہے؟ انہیں پوچھنا یہ چاہیے تھا کہ "هــل مـعـک احد"

کوئی تمہارے ساتھ بھی ہے؟ ایک یہ سوال ہے کہ آیا کوئی تمہارے ساتھ بھی ہے؟ دوسرا یہ کہ جناب کے ساتھ کون ہے؟ ان دونوں میں آپ فرق محسوس کر رہے ہیں یا نہیں ایک بندہ آپ کے سامنے آتا ہے تو آپ پوچھتے ہیں کہ تم اکیلے ہو یا کوئی اور بھی ہے؟ وہ کہتا ہے میرے ساتھ کوئی اور بھی ہے اور اگر سوال یہ ہو کہ جو ساتھ ہے وہ کون ہے؟ مطلب ہے کہ پوچھنے والے کو اتنا تو پتہ ہے کہ ساتھ کوئی ہے مگر وہ ہے کون؟ اس کا تعارف حاصل کرنا چاہتا ہے تو فرشتے اس سے یہ نہیں پوچھتے کہ ھل معک احد کیا تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے یا نہیں بلکہ پوچھتے ہیں "من معک" جو تیرے ساتھ ہے وہ کون ہے؟ پہلے آسمان کی نچلی سطح سے اوپر والی سطح تک پانچ سو سال کی مسافت ہے تو پانچ سو سال کی مسافت پر نیچے جبرائیل کھڑے ہیں اوپر اس آسمان کا دربان بیٹھا ہے اس دروازے کا نگران بیٹھا ہے وہ اوپر سے پوچھتا ہے "من معک" جو تیرے ساتھ ہے وہ کون ہے؟ اسے کیسے پتہ چل گیا کہ کوئی ساتھ بھی ہے۔ جبرائیل امین علیہ السلام تو اس کی جانی پہچانی شخصیت ہیں روزانہ آتے جاتے ہیں لاکھوں مرتبہ آ جا چکے تھے تو اوپر سے دیکھ کر پہلے ہی کھول دیتے کہ جبرائیل آ گئے ہیں تو جبرائیل دستک دیتے ہیں وہ پوچھتا ہے کون ہے؟ وہ کہتے ہیں "انا جبرئیل" میں جبرئیل ہوں تو اگر جبرائیل کو نہیں پہچان سکا تو پتہ چلا کہ وہ اتنی مسافت سے آنکھوں سے دیکھ کر اندازہ نہیں لگا رہا کہ یہ کون کھڑا ہے آسمان کوئی شیشے کی طرح نہیں ہے۔ کہ اوپر سے نظر آ رہا ہو کہ کون نیچے کھڑا ہے۔ تو جب جبرائیل کو جو روز اس کے پاس آتا جاتا تھا اور لاکھوں مرتبہ آ چکا تھا اسے نہیں پہچان سکا تو اسے پتہ ہی نہیں چلنا چاہیے تھا کہ جبرائیل کے ساتھ کوئی اور ہے یا نہیں تو پھر سوال یہ کرتا کہ کوئی ساتھ ہے یا نہیں

ہے۔ یہ کیوں کہتا ہے کہ جو ساتھ ہے وہ کون ہے؟ تو علماء کرام فرماتے ہیں آج آسمانوں پر اسے کوئی رنگ بدلا نظر آیا اس لئے پوچھا کہ جبرائیل اکیلا نہیں آرہا ہے کوئی اور ہستی ساتھ ہے کہ یہ آسمانوں کی کیفیت بدلی جارہی ہے۔ حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام اپنے لخت جگر حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ملنے کے لئے فلسطین سے مکہ تشریف لائے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گھر سے پتہ کیا۔ اسماعیل کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ شکار کے لئے گئے ہیں آپ نے فرمایا اچھا میرا اسلام دے دینا آپ واپس چلے گئے۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام واپس تشریف لائے تو بخاری شریف میں یہ لفظ موجود ہیں۔ "اِنَّهٗ اَبْصَرَ شَیْئًا" گویا انہوں نے کوئی چیز محسوس کی۔ انہیں کچھ نظر آیا۔ تو انہوں نے گھر والی سے پوچھا۔ کون آئے تھے؟ گھر والی نے بتلایا کہ ایک بزرگ سفید ریش گھوڑے پر تشریف لائے نیچے نہیں اترے گھوڑے پر سوار ہی انہوں نے خیر وعافیت پوچھی اور واپس تشریف لے گئے آپ نے فرمایا وہ میرے ابا جان حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کی عدم موجودگی میں آئے تھے۔ اور عدم موجودگی میں ہی واپس تشریف لے گئے تو آپ کو کیسے پتہ چلا کہ کوئی ہستی آج آئی ہے تو فضا بدلی بدلی محسوس ہوئی۔ رونقیں اور بہاریں نظر آئیں۔ ہر چیز مسکراتی نظر آئی کیونکہ اللہ کے خلیل نے یہاں قدم ٹکائے ہیں ہر چیز کے بھاگ جاگ گئے ہیں ہر چیز کا ستارہ چمک اٹھا ہے اس لیے ہر چیز مسکراتی نظر آرہی ہے

ازل دے دن تھیں جو محروم سن قربت دی لذت تھیں

نبی سوہنے قدم رکھیا اوہ غاراں مسکرایاں

اللہ والے جب کسی بنجر اور ویران جگہ پر قدم رکھتے ہیں۔ تو وہ ویران جگہ بھی اپنی قسمت پر ناز کرتی ہے اور اس کو نئی زندگی مل جاتی ہے۔ اس پر بہاریں رشک کرتی ہیں۔ اسی طرح جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں کے نیچے پہنچے تو آسمانوں کو خوشیاں حاصل ہو گئیں کہ آج وہ ہستی ہم پر قدم ٹکائے گی اور ہماری چوٹیوں کو عرش عظیم سے بھی بلند ترین مقام پر پہنچا دے گی۔ کہ جو اللہ رب العزت کے محبوب ہیں محبوب تر ہیں وہ تشریف لا رہے ہیں۔ تو ہر چیز کو ایک خوشی حاصل ہوئی۔ فرحت ہوئی ہر چیز کو ایک تازگی مل رہی ہے۔ اس پر بہار آ رہی ہے وہ بہاریں اور رونقیں دیکھ کر حضرت دربان کو پتہ چل گیا۔ کہ جبرئیل امین اکیلے نہیں آ رہے ہیں۔ بلکہ کوئی ہستی بھی ساتھ تشریف لا رہی ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ سورج طلوع ہونے کو ابھی تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ باقی ہوتا ہے لیکن اس افق پر پہلے سفیدی چھا جاتی ہے روشنی چھا جاتی ہے۔ تاریکی چھٹنے لگتی ہے۔ تو ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ بس سورج طلوع ہونے والا ہے۔ اب اٹھیں جاگیں، نماز پڑھیں اللہ کا شکر ادا کریں نیند جو موت جیسی ایک بلا ہم پر مسلط تھی وہ ختم ہوئی اور نئی زندگی نصیب ہوئی۔ جس طرح سورج ابھی بہت دور ہے لیکن انوار، تجلیات، سفیدیاں اور روشنیاں یہ پہلے ہی غمازی کر رہی ہوتی ہیں کہ بس سورج پیچھے آ رہا ہے تو یہ سورج تو معمولی روشنی والا ہے۔ جو سورج آج عرش اعظم کی طرف گامزن ہے لامکاں کی طرف محو پرواز ہے رواں دواں ہے وہ سورج ہے کہ آسمانوں کا سورج بھی اپنی روشنی کی خیرات ان کے در سے مانگنے والا ہے۔ مِــــنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ یہ چودھویں کے چاند کو جو نور کی خیرات ملی یہ پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ والضحیٰ سے اور اگر دوپہر کے آفتاب کو یہ آب

وتاب ملی، یہ چمک دمک ملی تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس چہرہ پاک سے جو سراج منیر کی شان رکھتا ہے۔ جب آفتاب ابھی بہت دور ہوتا ہے تو روشنیاں پہلے سے غمازی کر رہی ہوتی ہیں تو نبی پاک کا آفتاب نبوت بھی ابھی آسمان کے نیچے تھا لیکن اوپر والے باسیوں کو بھی خبر ہو رہی ہے کہ آج کچھ انوار نرالے ہیں۔ تجلیات نرالی ہیں، اکیلا جبرائیل نہیں آ رہا ہے کوئی ہستی ساتھ تشریف لا رہی ہے۔

سوال سے مقصود اظہار مسرت

حضرات گرامی! وہ جبرائیل امین سے پوچھتے ہیں "مَنْ مَّعَکَ" تیرے ساتھ کون ہے؟ وہ کہتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو فوراً دروازہ کھل جاتا ہے وہ فرشتہ مرحبا کہتا ہے۔ خوش آمدید کہتا ہے اور پھر جبرائیل امین سے پوچھتا ہے "أاُرْسِلَ اِلَیْہِ" کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا؟ یہ ایک بڑا عجیب سوال ہے۔ جبرائیل ساتھ ہیں پھر فرشتہ سوال کرتا ہے کہ کیا ان کی طرف کسی کو بھیجا گیا ہے۔ آیا جبرائیل جو ساتھ ہے اسے نہیں بھیجا گیا؟ پھر سوال کا مطلب کیا ہے؟ علماء کرام نے اس کے بہت سے جوابات اور تاویلیں ذکر فرمائیں۔ کہ سوال سے مقصد کیا ہے؟ کیا یہ پوچھنا مقصود ہے کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے یا نہیں ہوتی ان کی طرف کسی فرشتہ کو وحی دے کر بھیجا گیا ہے یا نہیں؟ اگر یہی مقصود ہو پھر تو یہ غیر معقول سوال ہے کیونکہ معراج نبوت کے اعلان کے بارہویں سال ہو رہا ہے۔ تقریباً ساڑھے گیارہ سال گذر گئے وحی آ رہی ہے قرآن پاک نازل ہو رہا ہے ہزاروں فرشتے ساتھ آ رہے ہیں قرآن مجید لاتے وقت پہرہ دینے کے لئے تاکہ کوئی شیطان قریب نہ پھٹک سکے سن نہ سکے کہ جبرائیل کیا لے جا رہے ہیں۔ جب ہزاروں فرشتے ساتھ پہرہ دار ہو کر آتے تھے تو یہ کیسے مخفی

رہ سکتا تھا کہ ان پر وحی نازل ہوتی ہے یا نہیں؟ انہیں منصب نبوت دیا گیا ہے یا نہیں۔ لہذا سوال کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا دوسرا مطلب یہ ہے کہ کیا بندہ بھیج کر ان کو بلایا گیا ہے یہ مفہوم بھی درست نہیں کیونکہ جب جبرائیل ساتھ ہیں۔ان کے ہوتے ہوئے یہ پوچھنے کا کیا مطلب؟ شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے تیسرا جواب یہ ذکر کیا کہ نہ تو وحی کے متعلق سوال ہے کہ وحی ہوتی ہے کہ نہیں نہ ہی نبوت کے متعلق سوال ہے کہ نبوت ملی ہے یا نہیں بلکہ صرف اور صرف خوشی کا اظہار ہے کہ یہ کون آ گیا؟ اس طرح پر ہمارے بھاگ جاگ گئے۔اس طرح ہمارے مقدر کے ستارے چمکے کہ یہ ہستی ہمارے پاس آ گئی۔ایک ماں کا بچہ صبح سے کھیلنے کے لئے نکل جائے شام کے قریب واپس آئے تو ماں کہتی ہے یہ کس کا بیٹا آ گیا؟ وہ کس سے پوچھ رہی ہے کیا باپ نادان ہے؟ کیا باپ بے خبر ہے؟ وہ کہتی ہے کہ کس کا بیٹا آ گیا؟ اسے کون لے آیا؟ کس طرح آ گیا؟ تو یہ حقیقتاً سوال نہیں ہے۔ بلکہ فرحت اور شادمانی کا اظہار مقصود ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جس آسمان کے بھی نیچے پہنچے ہر جگہ یہی سوالات و جوابات ہوتے رہے تو آپ پیچھے پیچھے رہے آپ کے انوار و تجلیات آگے آگے رہے اور ہر آسمان پر فرحت و شادمانی کی لہریں دوڑتی چلی گئیں۔

پیر سیال

آپ نے نعرے میں پیر سیال کا ذکر فرمایا بڑے پیر سیال علیہ الرحمۃ تو بڑے اعلیٰ مقام کے حامل ہیں اور ہم نے تو ان کا دور بھی نہیں پایا جو چھوٹا پیر سیال ہم نے دیکھا تھا ان کا ذکر ہے ہم جب طالبعلم تھے اور اڈے پر اترتے تھے سیال شریف بستی کی طرف نگاہ کرتے تھے اگر شیخ الاسلام حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ

الرحمۃ شہر میں موجود ہوتے تو ہمیں دیواریں بتلا دیتیں تھیں کہ خواجہ قمر الدین سیالوی علیہ الرحمۃ موجود ہیں حالانکہ ہم ولی تو نہیں نہ کوئی بزرگ نہ کوئی تقوی کا مقام حاصل۔ ادنی سے طالبعلم تھے لیکن اگر آپ موجود ہوتے تو دیواریں یوں محسوس ہوتیں جیسے ان پر بارش ہو رہی ہے بالکل تر رطب، کوئی یبوست کوئی خشکی، کوئی گرد اس طرح کی کوئی چیز محسوس نہیں ہوتی تھی ایسے لگتا کہ بارش ہو رہی ہے تو شہر کی طرف دیکھنے پر پتہ چل جاتا کہ آپ موجود ہیں۔ اگر آپ موجود نہ ہوتے تو ایک وحشت، ویرانی سی محسوس ہوتی تھی۔ تو دیواریں دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا تھا کہ آپ موجود ہیں اور اگر باہر تشریف لاتے ہم اندر بیٹھے ہوتے تو یکدم فضا بدل جاتی جس طرح کوئی بہار آ گئی ہو ٹھنڈی ہوا چلنے لگ جائے بادل آ جائے تپش حرارت ختم ہو جائے دل میں ایک سکون وقرار آ جائے۔ ایسی صورت حال ہو جاتی تھی۔ تو چودہویں صدی کے اندر اس شخصیت کی وجہ سے یہ اثر ہوتا کہ وہ آتے بعد میں تھے بہاریں پہلے آ جاتیں تھیں فضاؤں میں قدم رنجہ بعد میں فرماتے تھے فضاؤں کا رنگ پہلے بدل جاتا تھا اگر چودہویں صدی کے اندر ایک شیخ طریقت کی ذات کا یہ اثر ہے تو جو نبیوں کے نبی ہوں رب کے مہمان عزیز ہوں آج اپنی پوری باطنی حقیقت کے ساتھ اور کھل کر کے اور اس عالم آب وگل کے لباس کو اتار کر کے حسن حقیقی کے ساتھ اور جمال باکمال کے ساتھ اللہ رب العزت کے حضور حاضری دے رہے ہوں تو پھر عرش اعظم تک آپ کے چہرے کی شعاعیں کیوں نہ اثر انداز ہو رہی ہوں گی۔ اور ہر آسمان والے کیوں نہ آپ کی آمد کی بہاریں محسوس کر رہے ہوں گے

بیک وقت زمین و آسمان پر

حضرات گرامی! ہر آسمان کے بسنے والوں نے جبرائیل امیں سے یہی سوال

کیا "مَنْ مَعَکَ" تیرے ساتھ کون ہے؟ اور ہر آسمان پر پیغمبروں نے آپ کا استقبال کیا پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام استقبال کرتے ہیں دوسرے پر حضرت عیسی اور حضرت یحی علیھما السلام تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام استقبال کررہے ہیں۔ اور یہی پیغمبرانِ کرام بیت المقدس میں بھی تھے۔ آپ کے پیچھے دست بستہ نمازیں پڑھیں اور یہی پیغمبرانِ کرام آسمانوں پر بھی پہلے پہنچے ہوئے ہیں اور استقبال بھی کررہے ہیں۔ یا تو مانو کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے بھی تیز رفتار تھے کہ چلے بعد میں اور پہنچ پہلے گئے یا ماننا پڑے گا کہ پہلے سے یہاں بھی موجود تھے وہاں بھی موجود تھے۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں جب انسان کامل ہو جاتا ہے تو اس کی روح ہزاروں، لاکھوں جسموں کے ساتھ بیک وقت موجود ہو سکتی ہے اگر ایک ولی کی روح کی طاقت کا یہ عالم ہے تو نبیوں کی روحوں کی طاقت کا عالم کیا ہوگا۔ اور پھر نبیوں کے نبی کی روح کی طاقت کا کیا عالم ہوگا کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جبرائیل امین جب دحیہ کلبی کی صورت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ہوتے تھے تو شاید سدرہ خالی ہوتی تھی۔ لیکن ابن قیم نے کتاب الروح میں لکھا ہے کہ چھ سو پروں کے ساتھ جبرائیل امین اپنی اصلی حقیقت کے ساتھ وہاں بھی جلوہ گر ہوتے اور صحابی رسول دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شکل وصورت میں دوزانو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھی حاضر ہوتا تھا اگر جبرائیل امین جیسا دربان مصطفیٰ جو تمام پیغمبروں کا خادم ہے کیونکہ پیغمبر، ان فرشتوں

سے افضل واعلیٰ ہے فرشتوں میں سے چار رسول ہیں جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام اوران چاروں رسول فرشتوں سے تمام نبی افضل واعلی ہیں اور ہمارے نبی پاک تو سب نبیوں اور رسولوں سے بھی افضل واعلیٰ ہیں۔ لہذا جبرائیل امین ہر نبی کا خادم ہے اور ہر نبی اسی سے افضل ہے تو جب خادم اور دربان جبرائیل بیک وقت یہاں بھی ہوتا ہے اور وہاں بھی تو انبیاء کرام علیہم السلام بیک وقت بیت المقدس میں بھی ہو سکتے ہیں اور آسمانوں پر بھی اپنی اپنی جگہ جلوہ گر ہو سکتے ہیں حضرت شیخ عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے طبقات الکبری میں حضرت شیخ محمد بن عنان کے متعلق ذکر فرمایا اور انہی کے حوالہ سے اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب جمال الاولیاء میں جو انہی کی کتابوں کا ترجمہ ہے اس میں یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت شیخ محمد بن عنان نے بیک وقت تیس شہروں کے اندر جمعہ پڑھانے کی ہامی بھر لی اور ہر شہر میں منبر پر آپ کو بیٹھا دیکھا گیا۔ آپ کی زبان سے خطبہ سنا گیا۔ اور آپ کے پیچھے ہر شہر والوں نے نماز ادا کی اور جمعہ آپ کے پیچھے پڑھا تو وہاں آپ خطاب کر رہے ہیں امامت کروا رہے ہیں۔ ہر آدمی نے یہی گواہی دی کہ آپ ہمارے پاس تھے اگر ایک ولی کی یہ طاقت ہے تو نبیوں کی طاقت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے؟ وہ بیک وقت وہاں بھی حاضر تھے یہاں بھی حاضر تھے بیت المقدس کے اندر اپنے اصلی جسموں کے ساتھ حاضر ہوئے اور آسمانوں پر اپنے مثالی جسموں کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے موجود ہوئے۔

نبوت کی رفتار

یہ بھی ممکن ہے کہ وہ چلے بعد میں ہوں اور پہنچے پہلے ہوں کیونکہ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور انبیاء کرام علیہم السلام اپنی نبوت کی پاور اور رفتار سے جا رہے تھے۔ لہذا نبی کریم سے ان کا افضل ہونا لازم نہ آیا۔ آپ سے افضل ہونا تب لازم آتا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی نبوت کی پاور اور رفتار کے ساتھ جا رہے ہوتے۔ جب آپ براق کی رفتار سے جا رہے ہیں تو پھر ان کی افضلیت لازم آئے گی۔ تو براق سے لازم آئے گی نبی پاک کی ذات پاک سے نہیں اسی طرح کا ایک اور اشکال بھی پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی مزار پاک کے پاس سے گذرے تو ان کو نماز میں کھڑے دیکھا مسلم شریف کی حدیث پاک ہے مَرَرْتُ بِقَبْرِ مُوْسیٰ فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ "يُصَلِّىْ فِىْ قَبْرِهٖ" میں موسیٰ کلیم اللہ کے مزار پاک کے پاس سے گذرا تو وہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔ جب کھڑے تھے تو بعد میں پھر رکوع کیا ہوگا۔ سجدے کیے ہوں گے التحیات بیٹھے ہوں گے سلام پھیرا ہوگا پتہ نہیں پہلی رکعت ہو دوسری بھی پڑھنی تھی ایک رکعت پر تو نماز نہیں ہوتی۔ اگر دوسری پڑھنی تھی تو اور لمبا وقت چاہیے تھا لیکن سرکار بیت المقدس پہنچے تو پہلے وہاں بھی موجود تھے تو نماز مکمل فرما کر چلے بعد میں ہیں مگر پہنچ پہلے گئے تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے فوقیت لازم آئی۔ جواب واضح ہے کہ آپ براق کی رفتار سے جا رہے ہیں۔ نبوت کی ذاتی پاور اور رفتار سے نہیں جا رہے۔ اس لئے اگر پیغمبر بڑھ رہا ہے۔ اور اس کو فوقیت مل رہی تو براق پر فوقیت مل رہی ہے جہاں نبی پاک کی اپنی پرواز شروع ہوتی ہے وہ تو عرش اعظم سے آگے ہے جہاں نہ جبرائیل ساتھ ہے، نہ اسرافیل ساتھ، نہ رفرف ساتھ، نہ براق ساتھ ہے اور آپ ایک ایک قدم میں پانچ پانچ سو سال کی رفتار طے کرتے جا رہے ہیں اس وقت کسی پیغمبر کی روح بھی ساتھ نہیں

دے رہی نہ کسی فرشتے کی روح ساتھ دے رہی ہے کوئی بھی ساتھ نہیں دے رہا برابری نہیں کر رہا دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام اگر پہلے پہنچے تو براق سے پہلے پہنچے ہیں ان کی فضیلت اگر ثابت ہوتی ہے تو براق سے ہوتی ہے نبی پاک علیہ السلام کی ذات سے نہیں

جبرائیل رک گئے

حضرات گرامی! محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام پیغمبران کرام کو اپنی اپنی جگہ پر چھوڑا اور آگے تشریف لے گئے تو چاہیے تھا کہ وہ بھی سوچتے کہ آپ جا رہے ہیں تو ہم بھی چلے جائیں مگر کسی نے یہ جرأت نہیں کی کہ آپ کے ساتھ جائے۔ کیا اللہ رب العزت کے دیدار کا انہیں شوق نہ تھا؟ تو پھر کیوں نہیں آگے تشریف لے گئے۔ شوق تو ہے مگر انہیں علم ہے کہ یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے۔ یہ آپ کی انفرادی شان ہے امتیازی شان ہے ہم اس میں آپ کی برابری نہیں کر سکتے اس لئے حد استقبال میں رہتے ہوئے وہ وہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے رک گئے۔ اور نبی کریم آگے تشریف لے گئے حتیٰ کہ جبرائیل امین جو آپ کو لانے کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے مبعوث ہوئے وہ بھی سدرہ پر رک رہے ہیں۔ آگے ساتھ دینے کا نہیں سوچ رہے حالانکہ یہ کوئی رفاقت کا تقاضا تو نہیں سنگت اور معیت کا یہ تقاضا تو نہیں کہ درمیان میں چھوڑ دیا جائے بلکہ درمیان کہاں ہے؟ یہ تو اپنے گھر تک جا کر ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ اپنے گھر تک جا کر ساتھ چھوڑ دینا یہ رفاقت اور ہمراہی کا حق تو نہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ جہاں تک جانا چاہتے وہ ساتھ چلتے لیکن وہ بھی سدرہ پر ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ آخر وجہ کیا ہے؟ ہر کوئی رک رہا ہے۔ ساتھ چھوڑ رہا ہے۔

چھوڑ رہا ہے۔ تو وہ بے پرواہی نہیں کر رہے بے وفائی نہیں کر رہے بلکہ وہ یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ ہمارے بس کی بات نہیں ہے یہ اکیلے انہی کی شان ہے۔ ان کا مرتبہ اور مقام ہے وہی جا سکتے ہیں اور کوئی وہاں نہیں جا سکتا اس لئے ہر کوئی وہاں پر استقبال کر کے الوداع کر رہا ہے اور اجازت طلب کر رہا ہے حتی کہ باقیوں کو تو نہیں مگر جبرائیل امین علیہ السلام کو نبی پاک نے حکم فرمایا چلو آگے حضرت سعدی علیہ الرحمۃ اس واقعہ کو کتنے پیارے انداز میں بیان فرماتے ہیں ۔

بدو گفت سالار بیت الحرام　　　　که اے حامل وحی برتر خرام

اے زمین پر تمام پیغمبران کرام پر وحی لانے والے سدرہ سے نیچے تو تو بڑی دور تک جاتا ہے ذرا سدرہ سے آگے بھی تو کچھ ہمارا ساتھ دے نا۔

سدرہ چھٹے آسمان پر ہے اور چھٹے آسمان سے زمین تک تقریباً چھ ہزار سال کا فاصلہ طے کر کے نیچے آتا ہے تو چلو چھ ہزار سال اوپر بھی چلا جاتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

بدو گفت سالار بیت الحرام　　　　که اے حامل وحی برتر خرام

نیچے وحی لے کر جانے والے اور ہزاروں سال کی مسافت طے کر کے جانے والے ذرا سدرہ سے آگے بھی تو اتنی مسافت طے کرتے ہوئے ہمارا ساتھ دے ہمراہی اختیار کر

۔ چو در دوستی مخلصم یافتی　　　　عنانم ز صحبت چرا تافتی

کیا میں نے کوئی بے وفائی کی تجھے دکھ دیا تیرے ساتھ کوئی زیادتی کی ہے۔ جب میرے جیسا مخلص، میرے جیسا وفا شعار، میرے جیسا لجپال ساتھ کوئی ملا ہی نہ ہوگا تو پھر تو میری صحبت سے منہ کیوں موڑتا ہے رفاقت کیوں چھوڑتا ہے آگے چل میرے

ساتھ آ۔ تو جبرائیل امین کا جواب کیا تھا ۔

اگر یک سر موئے برتر پرم　　فروغ تجلی بسوزد پرم

میں اگر بال برابر بھی آگے جاؤں تو اللہ تعالیٰ کی تجلیات مجھے جلا کر رکھ دیں گی۔ میں بے وفائی نہیں کر رہا بے پروائی نہیں کر رہا میری مجبوری ہے کہ میرے چھ سو پر جو ہیں وہ سارے کے سارے تھک چکے ہیں اب ان میں اتنی سکت ہی نہیں وہ آپ کی پرواز کا ساتھ دے سکیں تعجب کی بات ہے کہ وہ چھ سو پروں کے مالک ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بھی پر نہیں مگر اس بے پر والے کی پرواز کا ساتھ وہ چھ سو پروں والا اتنا بھی نہ دے سکا کہ ایک بال کے برابر وہ آگے پرواز کرے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نور ہو کر آگے جانا تو کوئی بات ہی نہیں بات تو تب ہے جب بشر ہو تو آگے جائے اگر نور کے لئے یہ کوئی بات ہی نہیں کہ جب چاہے چلا جائے جب چاہے آ جائے تو پھر جبرائیل کیوں نہیں جا رہے ۔ کوئی نور والا بتلاؤ جو روزانہ وہاں آتا جاتا ہو۔ کوئی نوری فرشتہ ہو جو روز آتا جاتا ہو یہ جبرائیل تو نوری فرشتوں کا سردار ہے اور اللہ رب العزت کا محرم اسرار ہے اور پیغمبران کرام کے احکام پر اللہ تعالیٰ کا امین ہے وہ تو ایک بال کے برابر بھی آگے جانے کی جرأت نہیں کر رہا اور کونسا نور ہے۔ جو ہر وقت آتا جاتا رہتا ہے۔ اس لئے یہ دعوی کرنا بے بنیاد ہے کہ نوروں کے لئے آگے جانا تو کوئی کمال کی بات نہیں کمال تو تب ہے کہ کوئی بشر ہو کر جائے ۔ حضرات محترم! حقیقت یہ ہے کہ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے وہاں نہ کوئی نور جا سکتا ہے نہ کوئی بشر جا سکتا ہے ۔ کوئی اور بشر بھی گیا ہو اس کی ہی مثال دے دو۔ حضرت موسیٰ کلیم اللہ بشر ہیں اور عظیم المرتبت بشر ہیں عظیم رسول ہیں ہزاروں پیغمبر، ان

کی کتاب تورات کا درس دیتے رہے۔ حتی کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے بھی انہی کی شریعت نافذ کی ان کی انجیل میں سوائے دو تین احکام کی تبدیلی کے کوئی شرعی احکام موجود نہیں۔ باقی سارے احکام انہوں نے تورات والے ہی نافذ فرمائے۔ لیکن اتنے عظیم المرتبت رسول، سوئی کے سوراخ برابر صفاتی تجلی دیکھ کر بے ہوش ہو کر گر پڑتے ہیں جب ہوش آتا ہے یہ نہیں کہتے کہ خدایا! ایک مرتبہ تجلی اور دکھا دے بلکہ قرآن پاک فرماتا ہے فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحَانَکَ تُبْتُ اِلَیْکَ جب ہوش بحال ہوئے تو کہا کہ اے اللہ! تو اس سے پاک ہے کہ تجھے ان آنکھوں سے دیکھا جائے میری توبہ! اگر میں پھر یہ سوال کروں۔ اس عظیم المرتبت بشر کی طاقت کا موازنہ طور جیسی پہاڑی کے ساتھ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! یہ سوال چھوڑ دو دیدار کا مطالبہ نہ کرو تمہاری قوت برداشت اتنی نہیں ہے۔ اگر اپنی طاقت کا اندازہ کرنا چاہتے ہو تو وَلٰکِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ میں صفاتی تجلی پہاڑ پر ڈالتا ہوں تم پہاڑ کی طرف دیکھو فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوْفَ تَرَانِیْ اگر وہ پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تم بھی ٹھہر سکو گے۔ وہ تاب لا سکا تجلی کی، تو تم بھی تاب لا سکو گے۔ تو جہاں پہاڑوں کے دل دہل جائیں ان کے پرخچے اڑ جائیں وہ نیست و نابود ہو جائیں تو تم کیسے برداشت کر سکتے ہو اتنے عظیم المرتبت بشر کی طاقت کا اللہ رب العزت ایک چھوٹی سی پہاڑی کے ساتھ موازنہ فرما رہا ہے وہ ٹھہر گئی تو تم ٹھہر سکو گے وہ نہ ٹھہری تو تم نہیں ٹھہر سکو گے پتہ چلا اس بشریت کی جو قوت اور طاقت ہے وہ بڑی محدود ہے تو پھر وہاں وہی جا سکتا ہے جو اللہ رب العزت کے انوار و تجلیات ذاتیہ کا مظہر ہو اگر تم سورج کے سامنے گیس جلا کر رکھو ایک نہیں ہزار رکھ دو ان کی روشنی کا ذرہ بھر احساس نہیں ہوگا۔ لیکن خود اسی سورج کی

شعائیں اوراس کی کرنیں وہ باقی بھی ہوتی ہیں اورزمین کومنور اور روشن بھی کررہی ہوتی ہیں تو پتہ چلا کہ اگرسورج کی ذات کے سامنے کوئی چیز باقی رہ سکتی ہے تو وہ سورج کی کرن ہی باقی رہ سکتی ہےاورکوئی روشنی اس کے سامنے باقی نہیں رہ سکتی۔تو اللہ رب العزت کی ذات کی اگرتاب لاسکتی ہےتو وہی ذات لاسکتی ہے جواللہ رب العزت کی تجلیات کا مظہراتم ہو۔

عرش اعظم کاسکون

حضرات محترم! پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش اعظم سے آگے جانے لگےتو عرش اعظم نے دامن رحمت کوتھامایارسول اللہ!صلی اللہ علیہ وسلم اتنی تیزی سے گذررہے ہوکہ دامن کی ہوابھی نہیں لگنے دیتے میں اتنابڑاجسم ہوں کہ اگرآپ کی پابوسی کے لئے نیچے جھکوں تو یہ سارے آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں یہ جنتیں ساری ختم ہوکررہ جائیں نیچے میں نہیں جھک سکتا پابوسی کاشرف حاصل نہیں کرسکتااوپرتشریف لائے ہوتواس قدرتیزی سے گذررہے ہوکہ دامن کی ہوابھی نہیں لگنے دیتے میں کدھرجاؤں؟ آپ سے استفادہ کیسے کروں؟ میں تو آپ کے نام کا فیض یافتہ ہوں۔آج تمہاری ذات نے مجھ پرقدم ٹکایاتواورفیض کی بارش ہوناچاہیے تھی۔مگرآپ تو تیزی سے آگے گزررہے ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکے عرش نے عرض کی حضور!صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ تعالی نے مجھے پیدافرمایامجھ پرلا الہ الا اللہ لکھاتو میں لرزنے لگ گیا۔کانپنے لگ گیاجب محمدرسول اللہ لکھاگیا تو مجھے سکون وقرارآگیامیری جنبش اورلرزہ ختم ہوگیا۔تو یہ آپ کے نام کا فیض ہے آج تو آپ کی ذات نے قدم ٹکایاہےتو پھراورکرم فرمایئے اورعنایات سے نوازیے۔میں

ذرا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کا ذکر کرنا چاہتا تھا کہ ایک طرف موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام ہیں کہ پہاڑی پر کھڑے ہیں۔ خود بھی غش کھا کر بے ہوش ہو گئے ہیں پہاڑی بھی نہ صرف لرز اٹھی بلکہ اس کے پرخچے اڑ گئے ہیں۔ نہ پہاڑی کو برقرار رکھ سکے نہ اپنے آپ کو برقرار رکھ سکے اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک ہے۔ خود آپ عرش پر نہیں کھڑے ہوئے بلکہ صرف آپ کا نام پاک عرش پر لکھا گیا تو عرش اعظم جو کانپ رہا تھا اور لرز رہا تھا وہ پرسکون ہو گیا۔ اسے قرار آ گیا تو جن کے نام پاک کی یہ طاقت ہے اس نام والے کی طاقت کا کیا عالم ہوگا؟ پھر ذرا اندازہ کیجئے طور کی پہاڑی کے متعلق سیاح جہاں حضرت سعدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَقَلُّ جِبَالِ الْاَرْضِ طُوْر" وَاِنَّهٗ لَاَعْظَمُ قَدْرًا وَّمَنْزِلَةً کہ طور پہاڑ اگرچہ قدر و منزلت میں ہمالیہ سے بھی اونچا ہے مگر قد و قامت کے لحاظ سے دنیا کے تمام پہاڑوں سے چھوٹا ہے اور موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اس پر پورے کھڑے ہیں۔ مگر نہ اس کو برقرار رکھ سکے نہ اپنے آپ کو برقرار رکھ سکے لیکن عرش اعظم کتنا بڑا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ساتوں زمین، ساتوں آسمان اور ساری جنتیں وغیرہ ملا کر عرش اعظم کے درمیان رکھیں تو یوں محسوس ہوگا کہ جس طرح بہت بڑے ریگستان میں ایک لوہے کا چھلا پڑا ہوا ہو بہت بڑے ریگستان میں ایک لوہے کے چھلے کی جو حیثیت ہے وہی حیثیت ان ساتوں زمینوں، آسمانوں اور جنتوں کی عرش اعظم کے سامنے ہے۔ تو پھر اتنا بڑا عرش لرز رہا ہے کانپ رہا ہے اس کو صرف نام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پرسکون کر رہا ہے۔ جب نام پاک کی عظمت کا یہ عالم ہے قوت اور طاقت کا یہ عالم ہے تو نام والے کی طاقت اور قوت کا عالم

کیا ہوگا؟ اسی لئے نبی کریم کی طاقت اور قوت کا موازنہ نہ کسی پہاڑ سے فرمایا گیا نہ کی
آسمان سے نہ عرش اعظم سے کیوں؟ اس لئے کہ پوری کائنات میں کوئی چیز نبی کری
صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت کے لئے معیار اور موازنہ بن ہی نہیں سکتی۔

سیدنا حسان بن ثابت کا نظریہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درباری نعت خواں حضرت حسان بن
ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

لَهُ هِمَمٌ لَا مُنْتَهیٰ لِكِبَارِهَا فَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰی اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

میرے محبوب کی پوری ہمت کا تو کوئی اندازہ کر ہی نہیں سکتا کسی کے وہم
وگمان میں آ ہی نہیں سکتا ان کی قوت وطاقت کا ادنی کرشمہ ظاہر ہو تو زمینوں کو آسمانوں
کی بلندیوں پر لے جا سکتا ہے اور آسمانوں کو زمین کی پستی پر لا سکتا ہے اور حضرت
حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیالی شاعری نہیں کرتے تھے بلکہ زبان حضرت
حسان بن ثابت کی ہوتی تھی اور اس پر مضمون حضرت جبرائیل امین علیہ السلام
کا ہوتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعا دی تھی۔ ان کے لئے اللہ
تعالیٰ سے عرض کی تھی۔ اَللّٰهُمَّ اَيِّدْهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ خدایا! جب حسان میری
تعریف میں رطب اللسان ہو تو تیرا جبرائیل اس کا معاون اور مددگار ہونا چاہئے پھر یہ
دعا قبول ہوئی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خوش خبری بھی سنا دی اِنَّ
اللهَ لَايَزَالُ يُؤَيِّدُكَ اے حسان! جب تک تو اللہ کے محبوب کی تعریف کرتا رہے گا
رب کا جبرائیل تیری مدد کرتا رہے گا۔ تو یہ جتنی شاعری ہے زبان حضرت حسان کی ہے
مگر اصل مضمون حضرت جبرائیل کا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم اپنی زبان سے ارشاد فرماتے تو وہ حدیث قدسی بن جاتا اسی طرح یہاں بھی یہ قدسی کلام ہے کہ جبرائیل امین علیہ السلام کے مضمون کو حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اپنی زبان سے بیان فرما رہے ہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ یہ صرف جبرائیل کی بھی بات نہیں اور ان کا بھی مضمون نہیں ہے کیونکہ جبرائیل کو تو اللہ تعالیٰ بھیج رہا ہے تو کچھ سمجھا کر ہی بھیج رہا ہے کہ کرنا کیا ہے؟ تمہاری وہاں ذمہ داری کیا ہے؟ کام کیا ہے؟ ڈیوٹی کیا ہے؟ فریضہ کیا ہے؟ یہ سمجھائے بغیر تو نہیں بھیج رہا ہے، بھیج رہا ہے تو کچھ سمجھا کر ہی بھیج رہا ہے۔ تو پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے جو قدرت اور طاقت پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی اور جبرائیل امین نے وہ مضمون حضرت حسان کے ذہن میں ڈالا اس کو شعری زبان میں ڈھالتے ہوئے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ فرماتے ہیں۔

لَهُ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا فَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

کہ ان کی قدرت اور طاقت کا ادنی کرشمہ ظاہر ہو تو دونوں جہانوں کو زیروزبر کر کے رکھ دے۔

امام اہلسنت کی ترجمانی

آپ کی ہمتوں کا جو ادنی سا کرشمہ ظاہر ہوا، چاند چر جانے کی صورت میں سورج پلٹ جانے کی صورت میں اس کی ترجمانی کرتے ہوئے امام اہل سنت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

سورج الٹے پاؤں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے، قدرت رسول اللہ کی

یہ آپ کے سامنے روشنی کا انتظام واہتمام کیا گیا ہے۔اسی چھوٹے سے بلب کی طرف آپ سب حضرات مل کر اس نیت سے اشارہ کرو کہ یہ بجھ جائے اس کا شیشہ ٹوٹ جائے اس کی روشنی ختم ہو جائے اس نیت پر اشارہ کرو کوئی اثر ہوگا؟ نہیں ہوگا کیونکہ اشارہ تو ایک وہمی سی چیز ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی یہ ایک خیالی چیز ہے وہمی چیز ہے بے اثر ہے اس کا ظاہری طور پر کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا لیکن جب یہی وہمی لکیر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلی سے نکلتی ہے تو دو لاکھ چالیس ہزار میل کی دوری سے چمکتے ماہتاب کا کلیجہ چیر کر رکھ دیتی ہے ۔

تیری مرضی پا گیا، سورج پھرا الٹے قدم

تیری انگلی اٹھ گئی، مہ کا کلیجہ چر گیا

اگر آپ کی انگلی سے نکلنے والی وہمی لکیر کی طاقت اور توانائی یہ ہے تو انگلی کی طاقت کیا ہوگی؟ پنجے کی طاقت کیا ہوگی؟ ہاتھ کی طاقت کیا ہوگی؟ اور ذات کی طاقت کیا ہوگی؟

سورج الٹے پاؤں پلٹے، چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے، قدرت رسول اللہ کی

آپ نے کوئی فائر نہیں کیا۔کوئی میزائل نہیں پھینکا کوئی راکٹ لانچر نہیں گرایا خود اوپر نہیں پہنچے یہیں سے اشارہ کر دیا تو جن کی انگلی کے اشارے کی طاقت یہ ہے ان کی انگلیوں کے پنجے، ان کے ہاتھ اور ان کی ذات کی طاقت کیا ہوگی اسی لئے سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خداداد طاقت اور ہمت کا بیان یوں فرماتے ہیں ۔

لَهٗ هِمَمٌ لَا مُنْتَهٰى لِكِبَارِهَا　　فَهِمَّتُهُ الصُّغْرٰى اَجَلُّ مِنَ الدَّهْرِ

اصلی طاقت کاظہور

قرآن مجید کی شان قرآن پاک نے خود بیان فرمائی لَوْ اَنْزَلْنَا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیْتَهٗ خَاشِعاً مُّتَصَدِّعاً مِّنْ خَشْیَةِ اللّٰهِ اگر یہ قرآن پہاڑوں پر نازل کیا جاتا تو وہ ریزہ ریزہ ہو جاتے اور وہی قرآن کہاں نازل کیا گیا۔ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِیْنُ عَلٰی قَلْبِکَ جبرائیل امین نے یہ قرآن تمہارے دل پر اتارا تو پتہ چلا پہاڑوں میں وہ قوت برداشت نہیں ہے جو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہے۔ یہ تو اس جہان کا لباس ہوتے ہوئے طاقت ہے۔ معراج کی شب تو آب وگل کا لباس اتر چکا تھا اور آپ اس دیس کے مناسب بھیس، لباس زیب تن فرما کر جا رہے تھے تو پھر آپ کی طاقتوں کے ظہور میں کون سی رکاوٹ ہو سکتی ہے۔ اگر آپ نے کوٹ پہن رکھا ہو۔ دستانے پہن رکھے ہوں۔ موزے پہن رکھے ہوں۔ اب آپ کشتی کرنا چاہیں۔ تو کیا پورا زور لگا سکیں گے۔ پورا زور لگانے کے لئے یہ کپڑے اتارنے پڑیں گے۔ چھوٹی سی لنگوٹی استعمال کرنا پڑے گی تاکہ یہ کپڑے رکاوٹ نہ بنیں حجاب نہ بنیں تب آپ کشتی کرو گے پوری طاقت کا مظاہرہ کرو گے۔ کیونکہ یہ لباس اصلی طاقت کے ظہور میں رکاوٹ ہے۔ آپ نے دوڑنا ہو تو اگر چادر یا شلوار ڈھیلی رکھو دوڑ نہیں سکو گے۔ کوئی مشقت والا کام کرنا ہو گا تو کرتوں کی آستینیں لمبی نہیں رکھو گے تاکہ ہاتھوں کا زور ظاہر کر سکو تو یہ لباس رکاوٹ بنتا ہے اسی طرح یہ بدن بھی عالم آب وگل کا ایک لباس ہے۔ جو حقیقت انسانیہ کے اوپر چڑھا دیا گیا ہے اس دنیا کے اندر اس لباس کے ہوتے ہوئے پوری طاقت کا ظہور نہیں ہو سکتا۔ جب یہ لباس الگ ہوتا ہے تو پھر اصلی طاقتوں کا ظہور ہوتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

بھی اس عالم آب وگل کے لباس سے الگ ہو کر، اپنے حقیقی لباس میں ملبوس ہو کر اور پورے جمال کے ساتھ، کمال کے ساتھ، حقیقت محمد یہ کے تمام تر انوار وتجلیات کے ساتھ منور ہو کر وہاں جارہے ہیں۔ تو آپ کی قوت برداشت اتنی ہے کہ نہ کوئی نبی، نہ کوئی فرشتہ، نہ کوئی آسمان، نہ عرش اعظم اس کی برابری کر سکتا ہے اسی لئے اللہ رب العالمین نے دیدار ذات کے لئے اگر انتخاب فرمایا ہے تو پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہے۔ وقت کافی ہو گیا۔ آپ حضرات کے صبر کا زیادہ امتحان نہیں لینا چاہتا۔

یار زندہ صحبت باقی

وما علینا الا البلاغ المبین

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیالوی تقرریں

تقاریر

شیخ الحدیث علامہ محمد اشرف سیالوی

مقصد بیعت

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِینَ اصْطَفٰی خُصُوصاً عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلِہٖ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مَاحِی الذُّنُوبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُودِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَةِ وَاللِّوَآءِ الَّذِی دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلَیْہِ رَبُّہٗ مَااَوْحٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی اَحْمَدَالْمُجْتَبٰی اَلَّذِی کَانَ نَبِیّاً وَاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِینَ لَھُمْ بِا لْاِحْسَانِ اِلٰی یَومِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم. یٰاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ط ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ط فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ ۔صَدَقَ اللّٰہُ مَولاَ نَا الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُولُہٗ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْن.اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّونَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوا تَسْلِیْماً۔

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِی یَا رَسُولَ اللّٰہ.وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِی یَاحَبِیْبَ اللّٰہ. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ .وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ .

صاحب صدر گرامی قدر زیب مسند آستانہ عالیہ اجمیر شریف حضرت قبلہ دیوان آل مجتبیٰ صاحب! حضرات مشائخ عظام علماء کرام بزرگو اور بھائیو! آپ اعلان سماعت فرما چکے کہ بلا تاخیر اب اشرف سیالوی صاحب کی تقریر شروع ہوتی ہے اگر

تاخیر سے شروع ہوتی تو پتہ نہیں پھر کونسا وقت ہوتا؟

حضرات گرامی! آپ تقاریر بہت کچھ سماعت فرما چکے میں آپ کے سامنے جو عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ بیعت کے جو مقاصد تھے وہ آج تقریباً ختم ہو چکے ہیں۔

مقصد بیعت

بیعت کا مقصد ہے پیر کے ہاتھ پر بک جانا فروخت ہو جانا اپنی انانیت نفسانیت کو ختم کر کے پیر کے ارشادات کو اپنے آپ پر حاوی کر لینا یہ مقصد بیعت تھا۔ لیکن آج کل بیعت کا مقصد عموماً یہ بن چکا ہے کہ اللہ کی عبادت نہیں کرنی نماز نہیں پڑھنی زکوۃ نہیں دینی حج نہیں کرنا روزہ نہیں رکھنا کیا یہی مقصد ہے بیعت کا؟ قطعاً یہ مقصد نہیں اللہ تعالیٰ نے جو مقصد بیان فرمایا وہ یہ ہے کہ یُبَایِعُوْنَکَ عَلٰیٓ اَنْ لَّا یُشْرِکْنَ بِاللّٰہِ کہ یہ مومن عورتیں آپ کے ساتھ اے میرے محبوب بیعت کرتی ہیں اس شرط پر کہ ایک تو شرک نہیں کریں گی۔ وَلَا یَسْرِقْنَ چوری نہیں کریں گی وَلَا یَزْنِیْنَ زنا اور بدکاری نہیں کریں گی وَلَا یَاْتِیْنَ بِبُھْتَانٍ یَّفْتَرِیْنَہٗ بَیْنَ اَیْدِیْھِنَّ وَاَرْجُلِھِنَّ یہ بہتان سے کام نہیں لیں گی۔ بہتان تراشی نہیں کریں گی۔ ولا یاتینک فی معروف اور بالعموم کسی بھی نیک کام کے اندر آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کریں گی یہ شرائط تھے بیعت کے اور صحابہ کرام علیھم الرضوان فرماتے ہیں کہ جن شرائط پر آپ نے عورتوں سے بیعت لی ہے۔ انہیں شرائط پر ہم سے بھی بیعت لیتے تھے لہذا بیعت کے کچھ مقاصد ہیں بیعت کے کچھ شرائط ہیں جب تک وہ شرائط پورے نہیں ہوتے وہ مقاصد سامنے نہیں رکھے جاتے یہ بیعت بیعت ہی نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کا

پلان کھول رہا ہے۔اچانک ایک ناگہانی تیر آیا اور اسے لگا۔ سینے میں پیوست ہوا روح اس کے قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔صحابہ کرام پکار اٹھے هَنِيئاً لَهُ شَهَادَة" يَارَسُوْلَ اللّٰهِ مبارک ہو آپ کے غلام کو شہادت نصیب ہوگئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہو آپ کے غلام کو شہادت نصیب ہوگئی فرمایا کَلّا یہ کوئی شہید نہیں ہے اِنَّ الشَّمْلَةَ الَّتِیْ اَخَذَهَا مِنَ الْمَغَانِمِ قَبْلَ الْقِسْمَةِ لَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا اس نے ایک چادر غنیمت کے مال سے تقسیم سے قبل چوری کر لی تھی وہ آگ بن کے اس کے گرد لپٹی ہوئی ہے یہ تو جل رہا ہے۔ دوزخ کی آگ میں یہ شہید کہاں ہے؟ خادم نبی پاک کا ہے ناگہانی تیر لگا ہے اور اس اچانک ناگہانی تیر سے مر رہا ہے صحابہ کرام شہادت کی مبارک دے رہے ہیں۔ کہ یہ شہید ہے لیکن خود نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں کَلّا یہ شہید نہیں ہے بلکہ دوزخ کی آگ میں جل رہا ہے۔ ہمارا ایمان ہے بیعت کرنے والا بخشا جا سکتا ہے اور بخشا جائے گا لیکن یہ مطلب نہیں کہ نعرے مارتا ہوا سیدھا جنت میں چلا جائے گا وہ بے نیاز ہے بخش دے تو اس کی کرم نوازی ہے اور حساب لینے آئے تو ہمارے پیرانِ عظام اور اولیائے کرام، اللہ کی مانیں گے اللہ کے مقابلے میں ہماری نہیں مانیں گے۔ یہ تو عجیب بات ہے کہ وہ اللہ کو نظر انداز کر دیں اور ہمیں مقدم رکھیں اس لئے بیعت کا اصل مقصد جو ہے وہ یہ ہے کہ پیر تم سے توبہ کرائے تم پیر کے ہاتھ پہ توبہ کرو اور پیر کی جو شکل وصورت ہے اس جیسی شکل وصورت بناؤ اس کی سیرت کے اندر ڈھلو اور وہ محنتیں اور مجاہدے کرو تا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بھی وہ مقام عطا کر دے یوں تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے بھی فرمایا ہے کہ مَنْ قَالَ لَا اله الا الله دخل الجنة جس نے بھی لا اله الا اللّٰه کہہ دیا

وہ جنتی ہو گیا۔ تو کیا مطلب ہے کہ باقی ساری چھٹی ہوگئی۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل　　دل و نظر جو مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

لا الہ اللہ کہنا اسی کا ہے جو اس کے تقاضوں کو بھی پورا کر لے جو لا الہ اللہ زبانی کہے اور اس کے تقاضوں کو پورا نہ کرے اس کا کہنا نہ کہنا برابر ہے حقیقتاً لا الـــہ الا اللہ کہنے والا وہ ہے۔ جو اس تقاضے پہ پورا اتر رہا ہے۔

میرے بزرگو! اور بھائیو گستاخی نہ ہو تو عرض کروں۔ کیا مجھے ضمانت دیتے ہو اس بات کی کہ جب تک فجر کی نماز نہیں پڑھ لو گے نہیں سوؤ گے پہلا طریقہ کیا ہے آپ کا؟ اب تو میں گستاخی کر رہا ہوں اس سے پہلا طریقہ تمہارا کیا ہے؟ نماز فرض ہے، محفلیں مستحب ہیں، مگر مستحب ہمارے مقدم ہیں فرض مؤخر ہو چکے ہیں۔ حضور خواجہ ہند غریب نواز فرماتے ہیں کوئی جتنا بھی کوشش کرتا ہے اللہ کے قریب ہونے کی نہیں ہو سکتا جب تک نماز کی پابندی نہ کرے کیونکہ الصلوۃ معراج المؤمنین نماز ہی وہ سیڑھی ہے جو ہمیں اللہ رب العزت تک واصل کرتی ہے۔

خواجہ غریب نواز

میرے بزرگو اور بھائیو! حضور خواجہ غریب نواز کی کانفرنس کرنے سے ہمیں یہ سبق بھی حاصل کرنا چاہئے کہ حضور غریب نواز ہندوستان میں مریدین کی دعوت پر نہیں آئے تھے بلکہ کافروں کی دشمنی اور مخالفتوں کو نظر انداز کرتے ہوئے پیغام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے آئے تھے۔ لہذا ہمیں اس کانفرنس کا ایک یہ مقصد بھی سامنے رکھنا چاہئے کہ ہم اپنے اس پیر پیران کا خواجہ خواجگان کا مشن زندہ کریں گے اور کفرستان میں جا کر شمع اسلام کو روشن کریں گے۔ اگر ہم مولوی پیران عظام بالخصوص

چشتی سلسلہ کے مشائخ کرام یہ سوچیں کہ فلاں مرید کی بیٹھک اچھی نہیں بنگلہ اچھا نہیں اس میں قالین اچھے نہیں روٹی اچھی نہیں ملتی لہذا دعوت ہی قبول نہیں کرتے تو پھر کس منہ سے خواجہ غریب نواز کی غلامی کا ہم دعوی کر سکتے ہیں۔ وہ اجمیر میں گئے تھے تو وہ مریدوں کے پاس نہیں گئے تھے ان کے پاس تو جھونپڑا اور چھپر تک نہیں تھا جس کے نیچے سر چھپاتے درختوں کے نیچے بیٹھ کر وقت گذار رہے ہیں اور دین اسلام کی شمع روشن کر رہے ہیں یہ شاہین مصطفیٰ ہے جو محلات کا محتاج نہیں ہے وہ درختوں کی چھاؤں کے نیچے بیٹھ کر بھی اسلام کی شمع کو روشن کر رہا ہے صرف شمع ایک زمین پر یا فضا میں روشن نہیں کی ہے بلکہ 90 لاکھ کے دلوں میں شمع اسلام کو روشن کیا۔ اقبال کہتا ہے ۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شاہین نے اس طرح جنگلوں کے اندر وقت گذارا اور دین اسلام کے پرچم کو ہاتھ میں تھامے رکھا لیکن کیا ہم بھی اسلام کے لئے وقت دے سکتے ہیں ہم بھی کسی جلسے کے اندر بیٹھ سکتے ہیں کسی تبلیغی مشن پر جانے کے لئے وقت قربان کر سکتے ہیں۔ دعا کرو کہ اللہ رب العزت ان آستانوں کو آباد رکھے اور جس طرح مورثین اعلی نے مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے پہلے اپنے دلوں کو روشن کیا پھر مریدوں کے دلوں کو روشن کیا وہ ہی جذبے آج بھی سجادہ نشین حضرات میں پیدا ہوں اور وہ لوگوں کے دلوں کو عشق مصطفیٰ سے بھی منور کریں اور ان کو ظاہری طور پر شریعت کا بھی پابند بنائیں۔ اس دور میں کامیاب پیر اسے سمجھا جاتا ہے جو کہے میری بیعت کے بعد نماز کی ضرورت نہیں ہے میری بیعت کے بعد روزے کی

ضرورت نہیں ہے اسے کہتے ہیں چکی پیسنا۔میری بیعت کے بعد اس چکی چلانے کی ضرورت نہیں۔چھوڑو مشقتوں کو نبی پاک کی بیعت کے بعد تو یہ شرعی پابندیاں معاف نہ ہوئیں لیکن ان کی بیعت کے بعد سب کچھ معاف ہو جاتا ہے۔

شریعت اور طریقت

اس لئے میں بصد ادب عرض کروں گا کہ حضور! آپ صاحب سلسلہ ہیں اور صاحب سلسلہ کی مسند پر فائز ہیں آپ اپنی ماتحت گدیوں کے لئے کوئی لائحہ عمل دیں کہ اگر وہ اس اس طرح چلیں گے تو ان کا سلسلہ چشتیہ سے کوئی تعلق ہے اور نہیں چلیں گے تو ان کا ہمارے سلسلے سے تعلق ہی کوئی نہیں نماز کوئی نہ پڑھے علم دین کوئی نہ حاصل کرے داڑھی چہرے پہ نہ نظر آئے پتہ ہی کوئی نہ ہو اسلام کیا ہے سنیت کیا ہے۔مگر ہے پیر آپ لوگوں کے ذہن میں یہ بات ڈالنا ضروری ہے کہ جب تک کسی کے پاس شریعت نہیں ہے نہ طریقت اس کے پاس ہو سکتی ہے۔نہ حقیقت اس کے پاس ہو سکتی ہے طریقت اور حقیقت بادام کی گٹھلی ہے اس شریعت کے خول کے اندر ہے۔شریعت کا خول اپنے اندر طریقت اور حقیقت کی گٹھلی کو لئے ہوئے ہے۔تو یوں سمجھو بادام کی لکڑی کا جو خول ہے یہ شریعت ہے اس کے اندر جو کچھ ہے وہ طریقت اور حقیقت ہے جو سفید مغز ہے وہ حقیقت ہے اوپر پردہ ہے وہ طریقت بھی ہے حقیقت بھی ہے اور جس کے پاس خول ہی کوئی نہیں ہے طریقت کہاں سے آئی اور حقیقت کہاں سے آئی میرے بزرگو اور بھائیو لوگ عالم بنتے تھے حضور خواجہ قطب جہاں قطب الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے علم حاصل کیا پھر حضور خواجہ غریب نواز کے قدموں میں آئے حضور فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے علم حاصل

کیا پھر حضرت قطب جہاں رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ نے پہلے علم حاصل کیا پھر پاکپتن شریف حضور بابا غریب نواز کے قدموں میں آ گئے علی ھذا القیاس سلیمان تونسوی نے پہلے علم حاصل کیا پھر حضرت قبلہ عالم شاہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور پیر سیال نے پہلے علم حاصل کیا پھر حضور اعلیٰ تونسوی کی بارگاہ میں حاضر ہوئے شریعت کا علم بھی ہے اس پہ عمل بھی ہے پھر پیرانِ عظام کے پاس کیا لینے آ رہے ہیں؟ تو جس طرح میرے محترم بھائی حضرت مولانا غلام قمر الدین صاحب فرما رہے تھے کہ نگاہ کے ذریعے دل کی تطہیر کرانے آئے تھے تو ظاہری علم بھی ہے اور عمل بھی ہے اس علم اور عمل کو نورانی بنانے کے لئے اس کو چار چاند لگانے کے لئے ان مقدس بارگاہوں کے اندر حاضر ہوتے تھے۔ لیکن ہماری بنیاد ہی ختم ہو چکی ہے ہمارے مدرسے خالی ہیں، پڑھتا کوئی نہیں۔ مسجدیں خالی ہیں، امام کوئی نہیں ملتا۔ منبر خالی ہیں، خطیب کوئی نہیں ملتا۔ کیوں کہ تقریر کرنا عیب، امامت کرانا عیب، علم دین پڑھنا یہ عیب سمجھا جاتا ہے۔ یہ غریبوں کا کام ہے یہ یتیموں کا کام ہے یہ بے روزگار لوگوں کا کام ہے۔ یہ مسکین فقیر لوگوں کا کام ہے یہ کھاتے پیتے باعزت گھرانوں کا کام نہیں ہے۔ کہ وہ نماز پڑھائیں وہ منبر پہ بیٹھ کے تقریر کریں وہ بیٹھ کے فقہ کا درس دیں یا حدیث کا درس دیں یا تفسیر کا یہ ان کا کام نہیں نعوذ باللہ یہ ہمارا ذہن بن گیا ہے۔ آپ سوچو جب ہم علم دین پڑھنا گوارا نہیں کرتے محبت کے دعوے کیسے کرتے ہیں جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو سمجھنے کی ہم ضرورت نہیں محسوس کرتے جس نبی کے دین پر عمل کی ضرورت ہم نہیں محسوس کرتے اس سے محبت کے دعوے کیا ہیں یہ بات بجا ہے کہ صرف اتباع کافی

نہیں اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِبُّ مطیع اگر محبت دل میں ہو تو ظاہر بھی بتلاتا ہے کہ واقعی محبت ہے صرف ظاہری اتباع ہو دل محبت سے خالی ہو اس کا فائدہ کوئی نہیں یہ بجا ہے لیکن دل میں محبت ہو اور ظاہر کیوں نہ بتلائے کہ اس کے دل میں محبت ہے یقیناً اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُحِب مطیع جس کے ساتھ محبت ہو گی آدمی صورت بھی اسی کی اختیار کرتا ہے۔ سیرت بھی اسی کی اختیار کرتا ہے۔

محبت شیخ

حضور پیر سیال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نسوار استعمال کرتے تھے طالب علمی کے زمانے میں مطالعہ کرتے ہوئے نیند آتی اونگھ آتی تو وہ نسوار کی چٹکی ناک میں لیتے تو چھینکیں آجاتیں دماغ کھل جاتا نیند دور ہو جاتی۔ آپ کی عادت بن گئی نسوار استعمال فرماتے نسوار کی ڈبیا پاس ہوتی رومال پاس ہوتا اب نسوار لینا رومال ہاتھ میں رکھنا شریعت میں کوئی ضروری نہیں لیکن حضرت پیر حیدر علی شاہ صاحب جلال پور شریف والے ڈبی بھی رکھتے تھے رومال بھی رکھتے تھے اور دعائیں کراتے تھے کہ اللہ مجھے بھی نسوار کا عادی بنادے کیونکہ میرا پیر نسوار کا عادی تھا۔ اب آپ اندازہ کرو کہ شریعت کی پابندی میں جو ضروری چیزیں ہیں وہ تو دور کی بات ہے جہاں محبت ہوتی ہے وہاں آدمی یہ کوشش کرتا ہے کہ میرے پیر نے سر کے بال منڈا دیے ہیں لہذا میں بھی منڈا دوں میرے پیر کے ہاتھ میں ڈبی ہوتی ہے لہذا میں بھی ڈبی رکھوں ان کے ہاتھ میں رومال ہوتا ہے میں بھی رومال رکھوں وہ نسوار استعمال کرتے ہیں لہذا میں بھی استعمال کروں یہ جو ایک عام سی چیز ہے بندہ اس کے اندر بھی اتباع کی کوشش کرتا ہے اور اصل نہیں تو کم از کم نقل اتارنے کی ضرور کوشش کرتا ہے تا کہ محبت کا جو تقاضا ہے وہ

پورا ہوجائے لیکن ہم جتنے محبت کے دعوے زیادہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ اتنی ہی بغاوت زیادہ شروع کردیتے ہیں۔ ایک آدمی کہے جی میں آپ کا بڑا محب ہوں وہ کہے ایک گلاس پانی کا تولادے نہیں جی! میں پانی تو نہیں لاسکتا محبت مجھے بڑی ہے یہ بستر تو بنادے نہیں جی محبت مجھے آپ سے بڑی ہے مگر میں آپ کا بستر نہیں بنا سکتا یہ میری گرگابی تو پالش کردے نہیں محبت مجھے آپ سے بڑی ہے پر گرگابی آپ کی پالش نہیں کرسکتا یعنی اس کی زبان پہ پاؤں رکھ رہا ہے اسے پامال کررہا ہے مگر ساتھ محبت کے دعوے بھی کررہا ہے۔

مشائخ عظام سے درد مندانہ اپیل

حضرات محترم! یہ گستاخانہ انداز اختیار کررہا ہوں لیکن مقصد گستاخی نہیں ہے مقصد یہ ہے کہ ایک ذمہ دار ہستی ہمارے اندر تشریف فرما ہے ان کے سامنے درد دل کا اظہار ہے۔ جو سجادہ نشین حضرات ہیں ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ ہمارا فرض کیا ہے اس مصلی پر بیٹھنے کے تقاضے کیا ہیں یہ مصلی امیری کے لئے نہیں یہ زندگی کی ٹھاٹھ باٹھ کے لئے نہیں یہ نبی پاک کی نیابت ہے اس میں نبی پاک کے دین کی تعلیم ہونی چاہئے ظاہری تعلیم بھی ہونی چاہئے اور لوگوں کا باطن بھی نگاہوں کے ذریعے پاک ہونا چاہئے۔

حضرات محترم! حضور بابا فرید الدین گنج شکر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ شیخ الاسلام تھے آپ نے یہ جتنے آنے ہیں پروانے ہیں ٹوانے ہیں اس طرح کے یہ سارے لوگ سارے خاندان آپ کے طفیل حلقہ بگوش اسلام ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پہ جھکے اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ یہ ہندوستان کا ملک فتح کرنے والے چشتی ہیں اسلام کی چوکھٹ پہ جھکانے والے چشتی ہیں نبی کریم صلی

اللّٰہ علیہ وسلم کی غلامی کا پٹا ہندوستان کے گلے میں ڈالنے والے چشتی ہیں مگر فاتحین کرام سے اتنی گذارش ہے کہ فتح کرنے کے بعد اب سنبھالنا کس کا کام ہے جس کو فتح کیا ہے ان کے دلوں کو بھی فتح کرو اور ان کے دلوں کو بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چوکھٹ پہ جھکاؤ اور ان کے دلوں میں بھی نبی پاک کے دین کی عظمت کو اجاگر کرو تا کہ وہ دنیا کے اندر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا نمونہ بن کے اس انداز میں جائیں کہ لوگ دیکھتے ہی کلمہ پڑھنے پہ مجبور ہو جائیں ہماری حالت مسلمانوں کی یہ ہو چکی ہے کہ لوگ چاہتے ہیں اسلام لانا مگر ہمیں دیکھ کر سوچتے ہیں کہ اگر یہ اسلام ہے تو ہماری اس سے توبہ ہم دنیا میں اسلام سے نفرت کا موجب بن کے رہ گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے اندر ایسا انقلاب آنا چاہئے کہ لوگ ہمیں دیکھیں تو انہیں پتا چلے کہ اگر یہ اسلام ہے تو یہ واقعی سچا مذہب ہے اور اگر یہ امت ہے تو پھر اس امت کا نبی کیسا ہوگا۔

حضرات محترم! جس طرح آپ پہلے سن رہے تھے خواجہ ہند، غریب نواز فوج وسپاہ لے کر یہاں نہیں آئے تھے۔ تو پھر یہ ملک فتح کیسے ہو گیا؟ یہاں بڑے بڑے جابر زور آور بادشاہ نیست و نابود کیوں ہو گئے؟ اس لئے کہ اللہ ان کے ساتھ تھا اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم ان کے ساتھ تھی ایک مسلمان پہ زیادتی ہوئی تو حضور خواجہ ہند کی بارگاہ میں آ کے رویا آپ نے پرتھوی راج کو اس کی سفارش کی تو اس نے کہا عجیب بات ہے یہ درویش کہیں کا آیا ہے ایک تو ہمارے آدمیوں کو ورغلا رہا ہے۔ اور دوسرا ہم پہ حکم چلاتا ہے آپ نے فرمایا" ما اورا زندہ گرفتہ و بادشاہ اسلام دادیم"، ہم نے اسے زندہ پکڑ کے اسلام کے بادشاہ کے حوالے کر دیا چنانچہ معزالدین

حملہ آور ہوا پرتھوی راج شکست کھا گیا اور زندہ گرفتار ہو کر اس کے ہاتھ میں چلا گیا میرے بھائیو! یہ قوت اور طاقت تھی حضور خواجہ ہند غریب نواز کے پاس جس سے انہوں نے پورے ہندوستان کو فتح کیا مجھے یہ گستاخی کرنے کی اجازت ہونی چاہئے کہ 12 کروڑ کے قریب ہم اور 14-15 کروڑ کے قریب خود ہندوستان کے اندر تو یہ 45-50 کروڑ کے قریب مسلمان اب بس رہے ہیں۔ ہم بھی ڈر رہے ہیں مشرقی پاکستان اور بنگلہ دیش والے بھی انڈیا سے ڈر رہے ہیں جو اندر ہیں وہ بھی دبکے ہوئے ہیں وہ ایک تھے تو نہیں دبکے تھے ہم 50 کروڑ ہیں تو دبے ہوئے ہیں بات کیا ہے یہ فرق کیوں پیدا ہوا فرق صرف یہ ہے کہ اللہ ان کا تھا رسول پاک ان کے تھے مگر ہم خدا اور سول کے احکامات بھلا بیٹھے اور تعلق کمزور کر بیٹھے۔

میں پچھلی دفعہ بھی عرض کر گیا تھا کہ حضور خواجہ ہند غریب نواز کے پاس اجمیر کا راجہ حاضر ہوا پوچھا یہاں کیسے؟ عرض کی ہم ہر چیز کو اللہ کا مظہر سمجھتے ہیں لٰہذا بت مظہر تھے ان کی بھی تعظیم کی ہے تم بھی اللہ کے مظہر ہو تمہاری بھی تعظیم کے لئے حاضر ہیں آپ نے فرمایا راجہ تو جھوٹ کہتا ہے غلط کہتا ہے تم ہر چیز کو مظہر نہیں سمجھتے اللہ کا۔ کیسے حضور؟ فرمایا ہر چیز کو اگر مظہر سمجھتے تو پھر بتوں کو انسانی شکل پر تراشنے کی ضرورت کیا تھی وہ جیسے تھے اسی طرح نصب کر کے پوجنا شروع کر دیتے انسانی شکل ان کی کیوں بناتے ہو اس سے پتہ چلا کہ تمہارے نزدیک ہر چیز اللہ کا مظہر نہیں ہے مظہر ہے تو حضرت انسان ہے۔ اس لئے تم بتوں کو انسانی شکلوں پہ تراشتے ہو پھر کتنی حماقت ہے کہ تو سچ مچ کا انسان ہے اور اس کی صرف شکل انسانوں والی ہے۔ حقیقت پتھر ہے مگر تو اصلی انسان اس نقلی، صرف شکل کے انسان کے آگے جبینِ نیاز جھکا رہا ہے یہ کتنی بڑی

حماقت ہے تو اپنی عظمت کو نہیں پا رہا ہے اپنی سر بلندی کا خیال نہیں رکھ رہا ہے اپنے منصب و مقام سے بے خبر ہو چکا ہے اگر تجھے اپنا مقام پتہ ہوتا تو بت تیرے آگے جھکنے چاہیے تھے تو کیوں بتوں کے آگے جھکتا وہی خواجہ ہند غریب نواز ان دو بتوں کو جن میں سے ایک کا نام لکھنی اور دوسرے کا شادی تھا ان دونوں کو بلا لیتے ہیں ادھر آؤ وہ چلتے ہوئے حضرت خواجہ غریب نواز کے قدموں میں حاضر ہوتے ہیں۔ بت چلتے ہوئے قدموں میں حاضر ہوئے ہیں۔ یہ بھی آپ سمجھنے کی کوشش فرمائیں کہ پتھر کے بت قرآن کہتا ہے۔ اَلَهُمۡ اَرۡجُل " یَمۡشُونَ بِهَا کیا ان کے پاؤں ہیں جن کے ساتھ چلیں تو جب قرآن کی رو سے ثابت ہے کہ پتھر کے بتوں کے پاؤں نقلی ہیں وہ چلنے کے قابل نہیں تو پھر یہ کیسے چل رہے ہیں پتہ چلا وہ اپنے آپ تو نہیں چل سکتے تھے پر جب چلانے والا کوئی آئے تو پھر چلا بھی سکتا ہے اور وہ چلانے والے کیسے چلاتے ہیں وہ اپنی روح کا عکس و پرتو ادھر ڈالتے ہیں وہ اپنی قوت سے نہیں چل کے آرہے ہوتے وہ ولی کی روح کے عکس و پرتو کے ذریعے چل کے آرہے ہوتے ہیں شیخ احمد نہروانی علیہ الرحمۃ کپڑے بُنا کرتے تھے پاولیوں کا کام کیا کرتے تھے جب حالت وجد طاری ہوتی تھی تو پاؤں کے نیچے جو گھوڑیاں ہوتیں ہیں پاؤں ان سے بھی اٹھ جاتے تھے اور جو سوت والی نال ہاتھ میں ہوتی ہے وہ بھی چھوڑ دیتے تھے لیکن کپڑا اسی طرح بنا جا رہا ہوتا تھا تو وجہ کیا ہوتی تھی کہ جسم نے اگرچہ تعلق توڑ لیا ہے اُدھر سے لیکن روح نے وہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے وہ کام اسی طرح ہوتے رہتے ہیں اور یہی وہ بات ہے جو غیر لوگوں کے ذہنوں میں نہیں آتی اسی لئے الجھنیں پیدا ہوتی ہیں کہ مر گئے ختم ہو گئے یہ ہو گیا وہ ہو گیا یہ سب اسی لئے ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ انسان

اس جسم کا نام ہے حالانکہ جسم تو لباس ہے حقیقت وہ ہے جو اس کے اندر کارفرما ہے
کہتے ہیں قبروں سے کیا ملتا ہے لیکن وہ آپ مانتے ہیں کہ ہمیں قبروں سے بہت کچھ
ملا ہے یہ عجیب بات ہے کہ کوئی کھا کے منکر ہو جائے اور کوئی کھا کے گیت گائے۔ یہ
علیحدہ بات الگ الگ پیمانے ہیں۔ مولوی اسماعیل دہلوی صاحب اپنے پیر سید احمد
بریلوی کے متعلق کہتے ہیں کہ انہیں چشتی سلسلے کا فیض کہاں سے ملا وہ حضور خواجہ قطب
الدین بختیار کاکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار پہ حاضر ہوئے وہاں جا کے اپنا سوال
پیش کیا التجا پیش کی آرزو پیش کی حضور خواجہ غریب نواز کی روح متوجہ ہوئی اور چشتی
سلسلے کا فیض عطا کر دیا مطلب یہ نکلا کہ تم جاؤ مزاروں پہ تو ولی بن کے آؤ اور ہم جائیں
تو ایمان بھی گنوا کے آجائیں کتنی بڑی ناانصافی ہے کتنی بڑی دھاندلی ہے کہ تم جاؤ
تو ولی نہیں ہوتے تو ولی بن کے آتے ہو اور ہم جائیں تو جانے سے پہلے مومن اور
آئیں تو نعوذ باللہ ایمان ہی گنوا کے آجائیں وہی مولوی صاحب کہتے ہیں کہ میرا پیر
قادری کیسے بنا؟ نقشبندی کیسے بنا؟ ایک مہینہ پورا حضور شیخ عبدالقادر جیلانی کی روحِ
پاک اور حضور خواجہ بہاؤالدین نقشبند کی روح پاک دہلی تشریف فرما رہیں۔ آپس میں
جھگڑا رہا حضور خواجہ نقشبند کہتے تھے میں نے اسے نقشبندی بنانا ہے حضور شیخ عبدالقادر
جیلانی فرماتے تھے کہ میں نے اسے قادری بنانا ہے مہینہ پورا جھگڑا چلتا رہا مہینے کے
بعد فیصلہ ہو گیا قادری بھی بنادو نقشبندی بھی بنادو پورا ایک پہر پرزور تاثیر کی حضور شیخ
عبدالقادر جیلانی نے بھی اور حضور خواجہ بہاؤالدین نقشبند نے بھی۔ اور قادری نقشبندی
سلسلے کی ولایت عطا کر دی ہماری باری ہو تو وہ قبر میں بھی کوئی نہیں ہوتے وہاں کوئی
شے نہیں ہوتی بقول ان کے لیکن ان کی باری ہو تو کوئی بغداد سے چل کے آجاتا ہے

کوئی بخارے سے چل کے آجاتا ہے صرف یہ نہیں کہ ہوتے ہیں بلکہ باہر نکلنے کی بھی اجازت ہوتی ہے مہینہ مہینہ قبر سے غیر حاضر ہونے کی بھی اجازت ہوتی ہے مہینہ مہینہ جنت سے بھی چھٹی ہوتی ہے کوئی نہیں پوچھتا کہ تم کہاں چلے گئے تھے؟ یارو کچھ تو سوچو غور کرو یہ اپنے لئے پیمانے اور ہیں ہمارے لئے اور ہیں یہ تو ٹھیک نہیں اسلام تو ایک ہے دین تو ایک ہے افراد کے بدلنے سے دین میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اگر واقعی وہ باخبر ہوتے ہیں اب حضور خواجہ بہاؤالدین نقشبند بھی صدیاں پہلے دنیا سے کوچ کر گئے حضور شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی بھی صدیاں پہلے دنیا سے کوچ کر گئے۔ انہیں پتہ کیسے چل گیا کہ تیرہویں صدی میں دہلی کے اندر فلاں محلے میں فلاں حویلی میں اس شکل کا آدمی اس قابل ہے کہ اس کے گھر جا کے اسے ولایت دینی چاہئے۔ صدیوں بعد کوئی اشتہار پہنچا تھا وہاں سے کہ ہم دنیا پہ آگئے ہیں کوئی دعوت دی تھی کہ تشریف لے آؤ خود بخود انہوں نے پتا کر لیا کہ کون پیدا ہوا ہے کہاں پیدا ہوا۔ اس سے آپ اندازہ کرو کہ اپنی باری ہو تو صدیوں بعد بغداد والے کو دہلی میں پیدا ہونے والے کا علم بخارے والے کو دہلی میں پیدا ہونے والے کا علم وہ کس محلے کس حویلی میں ہے اس کا علم ماتھے پہ بورڈ لگا کے چٹ لگا کے سید احمد صاحب نہیں سوئے ہوئے تھے کہ آنے والا پڑھ لے کہ یہ سید احمد ہے۔ انہوں نے اپنے نورِ ولایت سے دیکھ لیا پہچان لیا کہ یہ سید احمد ہے۔ لہٰذا اسے ولایت دے دی بقول ان کے اگر دی ہے تو اپنی باری ہوتی ہے سب کچھ مسلم تو جسم پاک تو قبروں میں تشریف فرما ہوتے ہیں تو یہاں آنے والے کون تھے پتہ چلا بدن کی قید سے روح نے رہائی پائی ہے تو خواہ صدیاں کیوں نہ گزر جائیں اس کائنات کا تصرف پھر بھی ان کے پاس ہے بلکہ قرآن مجید میں ہے فالمدبرات

امرا اللہ فرماتا ہے مجھے قسم ہے ان پاک روحوں کی جو میری کائنات کا نظام چلاتے ہیں اس سے کون مراد ہے تفسیر کبیر میں امام رازی نے، روح المعانی کے اندر علامہ آلوسی نے، روح البیان کے اندر علامہ اسماعیل حقی نے، تفسیر بیضاوی میں قاضی بیضاوی نے اور **اشعة اللمعات** میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے تصریح کی ہے کہ اس سے مراد اولیائے کاملین کی ارواح قدسیہ ہیں جو بدن کے پنجروں سے رہا ہوتے ہیں تو اللہ کائنات کا نظام ان کے حوالے فرمادیتا ہے۔

روح کی طاقت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ظاہری زندگی میں کیوں نہیں پوری کائنات کا نظام ان کے سپرد کیا؟ وصال کے بعد روح کے قفسِ عنصری سے پرواز کرنے کے بعد یہ ساری کائنات کا نظام ان کے حوالے کیوں کیا گیا؟ تو علامہ اسماعیل حقی اس کا جواب دیتے ہیں کہ روحِ انسانی آفتاب کی مانند ہے اور بدن بادلوں کی مانند ہے سورج دوپہر میں چمک رہا ہو ایک پتلی سی سفید سی بدلی اس کے آگے آئے تو پہلی آب وتاب رہے گی نہ چمک دمک رہے گی نہ گرمی اور حرارت اور تپش رہے گی جب وہ بدلی ہٹے گی پھر وہی پہلی شوخیاں پھر وہی قہر سامانیاں پھر وہی حرارت اور تپش جو ہے اس کا مظاہرہ ہوگا تو جس طرح سورج جو ہے اتنا روشن گرم اور تپش والا لیکن ایک چھوٹی سی بدلی نے جو باریک اور سفید تھی اس کے آگے رکاوٹ پیدا کردی اسی طرح روح کی طاقت اگرچہ سورج سے زیادہ ہے لیکن بدن اس کے لئے حجاب بنا رہتا ہے اور اس کے انوار و تجلیات پوری طرح اجاگر نہیں ہوسکتے جب بدن کی بدلی ہٹتی ہے تو آفتاب روح کی شعاعیں پوری طرح اجاگر تب ہوتی ہیں۔ قبر پہ جانے سے فیض کیسے ملتا ہے اس کے

اور بھی طریقے ہیں لیکن وہ نہ بھی ہوں ایک طریقہ یہ ہے کہ آپ سورج کے سامنے شیشہ کرو سورج کا عکس شیشے پر پڑیگا پھر شیشے کے مقابل کوئی چیز ہوگی وہ ساری روشنی اس پہ پڑے گی آپ سورج کے سامنے شیشہ کر کے اندھیری کوٹھڑی کی طرف اس کا رخ کر دو تو کمرہ روشن ہو جائے گا۔ سورج براہ راست اس کمرے میں نہیں روشنی پہنچا رہا ہے لیکن سورج کی روشنی آئینہ پہ پڑی آئینہ کے مقابل جو چیز بھی تاریک آئی تو اس نے سورج کی یہ روشنی ادھر پھینکی اور وہ روشن ہو گیا اسی طرح ولی کی روح کا آفتاب اپنی مزار پہ اپنے انوار پھینک رہا ہوتا ہے اور مزار ایک آئینہ بنی ہوئی ہوتی ہے جو بھی اس کے سامنے جاتا ہے اس کا دل ان انوار کی بدولت منور ہو جاتا ہے

صحبت کا اثر

میرے بزرگو اور بھائیو! صحبت ولی کی ظاہری حیات میں ہو یا اس کے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد ہو ہر حالت میں صحبت کا ایک اثر ہوتا ہے۔ اور یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ نیک ہم نشین کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کستوری والے کی دکان میں جا بیٹھے نیک ہم نشین کی مثال ایسے ہے جس طرح کوئی کستوری والے خوشبوؤں والے کی دکان میں جا بیٹھے اور برے جانشین کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی لوہار کی دوکان میں جا بیٹھے یہ فرق بھی ذہن نشین کرانا چاہتا ہوں کہ حضور خواجہ ہند غریب نواز کا بھی ارشاد ہے کہ سب عملوں سے بہترین عمل کیا ہے؟ نیک لوگوں کی صحبت اور سب عملوں سے بدترین عمل کیا ہے؟ برے لوگوں کی صحبت گویا رسول اور آلِ رسول پاک کا ایک ہی فرمان ہے ایک ہی حکم ہے ایک ہی ارشاد ہے کہ جو اچھا ہم نشین ہے اس کے پاس بیٹھنا جس طرح عطّار کی دوکان میں

بیٹھنا اور برا ساتھی جو ہے اس کا پاس بیٹھنا جس طرح لوہار کی دوکان میں بیٹھنا لوہار اپنی بھٹی کو تپا رہا ہے دھونکنی کے ساتھ اسے ہوا دے رہا ہے کوئلہ سلگ رہا ہے شرارے نکل رہے ہیں اڑ رہے ہیں وہ تمہارے کپڑوں پہ پڑیں گے کپڑے جل جائیں گے بدن پہ پڑیں گے بدن جل جائے گا دھواں اٹھے گا تمہارے دماغ کو چڑھے گا تمہارا دماغ بھی ماؤف ہو کے رہ جائے گا کپڑے بھی جل کے رہ جائیں گے اور بدن بھی جلا کے اٹھو گے برے آدمی کی صحبت یہ اثر رکھتی ہے کہ تمہارا دماغ بھی خراب۔ ظاہر بھی خراب باطن بھی خراب اور ساتھ یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ خوشبو اثر کرے گی آہستہ آہستہ دھیرے دھیرے لیکن آگ اثر کرے گی آناً فاناً تو نیک کی صحبت اگر وہ اپنی خداداد قدرت اور تصرف سے کام لے تو الگ بات ہے۔ لیکن معمول کے مطابق جو اثر ہوگا تو وہ ہولے ہولے دھیرے دھیرے آہستہ آہستہ لیکن برے کی صحبت آناً فاناً تباہ کر دے گی۔ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا خاندانِ نبوت کا سپوت نبوت کی گود میں کھیلنے والا لیکن اوباشوں کی صحبت میں گیا ''پسرِ نوح با بداں بنشست خاندانِ نبوتش گم شد'' حضرت سعدی کہتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہو کر چند دن بروں کی صحبت میں گیا تو باپ کا باغی بن گیا اور نبوت کے گھرانے سے نکال دیا گیا۔

خاندان نبوت کو فائدہ

آج الحمد للہ جو آلِ رسول ہمیں نصیب ہے یہ کچھ اور ہے اور کچھ اور لوگ آلِ رسول ہونے کے دعوے دار ہیں لیکن انہیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ خاندان نسب سے ہونا بات اور ہے خاندانِ نبوت کا فرد ہونا اور بات ہے۔ خاندانِ نبوت کا فرد وہ ہے جس نے خلوصِ دل سے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

پڑھا بھی اور اسے ظاہر پر بھی اور باطن پر بھی وارد کیا ہے۔ وہ حقیقتاً خاندانِ نبوت کا فرد ہے اور کمال خاندان نبوت کے فرد ہونے میں ہے۔ گھرانہ نسب والا تو نوح علیہ السلام کے بیٹے کو بھی حاصل تھا۔ بیٹا ہونا کام نہیں آیا کیونکہ راستہ جدا ہو گیا لائن کٹ چکی ہے وہ بات کام نہیں آئی عرض کی خدایا! میرا بیٹا غرق ہو رہا ہے اور تیرا وعدہ تھا کہ تیری اہل کو بچاؤں گا لہٰذا میرے بیٹے کو بچاؤ وعدہ یاد دلایا اللہ نے فرمایا میرا وعدہ خاندانِ نبوت کے افراد کے لئے تھا نسب کے افراد کے لئے نہیں تھا انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح یہ تیری اصل میں سے نہیں۔ کیوں؟ اس کی راہ اور ہے تیری راہ اور ہے۔ حضرات محترم! بات غلامی سے بنتی ہے ابولہب بھی چچا ہے حضرت حمزہ بھی چچے ہیں لیکن ابولہب اور ہے حضرت حمزہ اور ہیں حضرت عباس اور ہیں چچا زاد بھائیوں میں طالب بھی ہے اور بھی ہیں لیکن حضرت علی پاک بھی ہیں حضرت جعفر بھی ہیں چچا زاد تو بہتیرے ہیں لیکن جو مقام حضرت علی کا ہے وہ اور کا نہیں جو حضرت جعفر طیار کا ہے وہ اور کا نہیں۔ تو پتہ چلا کہ عزت اسی کی ہے جس کے گلے میں غلامی مصطفیٰ کا پٹہ ہے اور پھر میں جسارت سے کام لے رہا ہوں ایک باپ کا بیٹا ہی اس کی بات نہ مانے لوگوں میں باپ کی عزت کہاں ہو گی گھر والے ہی جس کی بات نہ مانیں باہر اس کا کوئی اثر ہو گا جب سید زادے ہی نبی پاک کی شریعت چھوڑ جائیں سید زادے ہی نبی پاک کی شریعت کا مذاق اڑائیں تو پھر اور کہاں شریعت مل سکتی ہے؟ ایک سید زادہ پیچھے بولا کہ یہ عوام کو حکم ہے کہ تم دو عورتوں کو ایک مرد کے برابر گواہ بناؤ ہم وکیلوں یا ججوں کو تو کوئی حکم نہیں ہے۔ پڑھا تھا حضرت آپ نے؟ وہ بھی سید زادہ ہے ایس، ایم ظفر صاحب بہت بڑے سید زادے ہیں بڑے تعلیم یافتہ سید زادے ہیں اور

انہیں ناز ہے کہ عالمی آئینوں پر ان کی نظر ہے اور عبور ہے مگر اتنی معمولی سی بات بھی اپنے نانا جان کی شریعت کی نہیں سمجھتے ہیں کہ وکیل نہیں گواہ مقرر کرتے جج نہیں گواہ مقرر کرتے گواہ تو مدعی مقرر کرتے ہیں اور قرآن نے انہیں ہی حکم دیا ہے یہ عجیب بات ہے کہ عدالت کو حکم نہیں دیا گیا فان یکونا رجلین فرجل وامرأتن یہ تو عام لوگوں کو حق دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس یا ھائی کورٹ کے چیف جسٹس کو ہمارے دعووں کے گواہ مقرر کرنا چاہئیں کہ میں فلاں فلاں آدمی تیرے گواہ مقرر کرتا ہوں جب سید کہلانے والوں کے میٹر گھوم چکے ہیں انہیں نہیں پتہ کہ ہمارے نانا جان کی شریعت کے اندر حکمتیں کیا ہیں اور وہ بغاوت کر رہے ہیں تو پھر شریعت رہے گی کہاں؟ اور اس کی بقا کا تصور کون کر سکتا ہے؟ جنہوں نے حفاظت کرنی تھی اس قلعے میں دراڑیں ڈالنے والے وہی ہیں تو اس کی حفاظت کا امکان کیا ہو سکتا ہے۔ حضرات گرامی عورتوں کو خوش کرنے کے لئے یہ بیان جڑ دیا گیا لیکن شریعت عورت کی عزت بناتی ہے یہ لوگ عورت کی عزت بگاڑتے ہیں عورت کچہریوں میں پھرتی رہے جج تاریخوں پہ تاریخیں دیتے رہیں وہ سارا دن بیٹھ بیٹھ کے گھر واپس آجائے اس میں عزت زیادہ ہے یا گھر باعزت طریقے پہ بیٹھے اس میں عزت زیادہ ہے اس لئے شریعت کہتی ہے بلاوجہ بلاضرورت عورتوں کو عدالتوں کے چکر لگواؤ ہی نہیں اسے یہاں پھراؤ ہی نہیں تو شریعت نے عزت بنائی ہے یا انہوں نے عزت بنائی ہے۔ شریعت نے مرد کو پابند کر دیا ہے کہ وہ تیری بیوی ہے تیرے گھر کی حفاظت کرتی ہے تیرے ایمان کی تیرے دین کی حفاظت کرتی ہے لہٰذا اس کا خرچہ تیرے ذمہ ہے روٹی تو دے کپڑا تو دے رہائش کا سامان تو دے بیمار پڑے تو اس کے

دوا دارو جو ہے تو کر۔ کیوں کہ وہ تیرے بچوں کی ماں ہے وہ تیرے دین ایمان کے بچاؤ کا ذریعہ ہے اب یہ صورت بہتر ہے یا عورت ملازمت بھی کرے کمائی بھی کرے پیٹ میں بھی بچے اٹھائے کولہوں پہ بھی بچے اٹھائے گھر کا نظام بھی سنبھالے اور دفتر بھی سنبھالے اس میں عزت زیادہ ہے مگر افسوس کہ جب سید زادے ہی نہ سمجھیں کہ ہمارے نانا جان کی شریعت میں حکمتیں کیا ہیں مصلحتیں کیا ہیں اور وہ نہ تر جمانی کریں وہ الٹا مخالفت شروع کردیں ہم بیگانے لوگ کیا کر سکتے ہیں عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا ہے۔ لیکن اوباشوں کے ساتھ چند دن گزارے تو اتنی عظیم ہستی کا فرزند عظیم ہستی کے خمیر سے پیدا ہوا عظیم ہستی کی گود میں کھیلا مگر لائن علیحدہ ہے راستہ علیحدہ ہے تو اللہ نے فرمایا کہ اس خاندان کا فرد ہی نہیں انہ لیس من اھلک انہ عمل غیر صالح اس کے کام ٹھیک نہیں ہیں لہٰذا وہ تمہاری اصل ہی نہیں میرا وعدہ اہل کے متعلق ہے وہ اہل ہی نہیں تو پتہ چلا کہ اصل آل وہ ہے جس کی صورت، صورتِ مصطفیٰ ہو جس کی سیرت، سیرت مصطفیٰ ہو اصل اہل وہ ہے۔ اور خمیر بھی وہ ہو اور صورت و سیرت بھی وہ ہو تو نور " علی نور ہے۔

سنیوں کا مذہب

ہم سنیوں کا مذہب کیا ہے کہ جو نبی پاک کی سیرت پہ چلنے والے سادات ہیں ان کی شان یہ ہے۔

ے تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا ‏ ‏ تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

لوگ بارہ کامل مانتے ہیں یا پانچ پاک مانتے ہیں وہ بڑے محبّ ہیں لیکن جو غریب سارے ہی پاک مانتے ہیں جو نبی پاک کی شریعت کے ہر عالم سید کو اپنا امام تسلیم

کرتے ہیں وہ بچارے محبت سے خالی ہیں؟ اگر ان حضرات کی عقیدت کو دیکھو تو صدی پندرہویں جاری ہے مگر امام بارہواں بھی ابھی تک اس خاندان میں پیدا نہیں ہوا بقول ان کے پیدا ہو چکا مگر ڈرا ہوا ہے، چھپا ہوا ہے، خمینی نہ ڈرے امریکہ سے، نہ ڈرے روس سے، نہ ڈرے شاہِ ایران سے، ہر ایک کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کے بات کرتے رہے مگر حسین کے غیور خون سے پیدا ہونے والے حضرت مہدی اتنے ڈرے کہ ساڑھے بارہ سو سال سے ان کا ڈر ختم ہی نہیں ہو رہا اور پھر علم کی بھی کمال ہوگئی کہ ابھی پتہ ہی کوئی نہیں انہیں چلا کہ میری تو اب اپنی حکومت قائم ہوگئی ہے میں وہاں جا کر تخت سنبھالوں بہر حال عرض یہ کر رہا تھا کہ ہم سنی تو یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کا عالم اور مبلغ ہے وہ ہمارا امام ہے اور پیشوا ہے، ہم حضور خواجہ ہند غریب نواز کو بھی امام تسلیم کرتے ہیں حضور پیر مہر علی شاہ کو بھی امام تسلیم کرتے ہیں حضور شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو بھی امام تسلیم کرتے ہیں۔

؎ تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

صحبت کا اثر کیسے ہوگا

حضرات محترم عرض یہ کر رہا تھا کہ صحبت اثر انداز ہوتی ہے جس طرح عطّار کی دوکان میں کوئی چلا جائے مگر کس طرح اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض دفعہ تو یہ صورت ہوتی ہے کہ عطار کے پاس جا بیٹھا اس کی دوکان میں کوئی بہترین عطر ہے وہ بطور نمونہ ایک شیشی اسے دے دیتا ہے دوکان کی شہرت کے لئے۔ لے جا استعمال کرنا مفت میں وہ شیشی لے کے آرہا ہے استعمال کرتا ہے اپنے آپ کو معطر کر لیتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ خوشبو پسند آگئی دل کو بھا گئی پیسے پلے تھے دیئے خرید لی پھر بھی فائدہ

اٹھاتا رہا لیکن دونوں صورتیں نہ ہوں نہ پیسہ پلے نہ انہوں نے مفت میں دی لیکن جتنی دیر بیٹھے گا مفت میں وہ فائدہ حاصل کرتا رہے گا۔ مفت میں وہ خوشبو حاصل کرتا رہے گا اسی طرح ولی کے پاس جاؤ اگر تو اس قدر پلے ہے صلاحیت ہے تو پھر خود بخود تمہاری استعداد انہیں مائل با کرم کرلے گی اور وہ تمہیں اپنی نگاہوں سے نواز کے اپنے رنگ میں رنگ دیں گے اور اگر یہ بات نہیں تو ہوسکتا ہے ان کا دریائے کرم جوش میں آجائے وہ بغیر کسی صلاحیت واہلیت دیکھے اپنے اس کرم کے تحت تمہیں اپنے رنگ میں رنگ دیں اور یہ دونوں خدانخواستہ نہ بھی ہوں تو جتنی دیر وہاں بیٹھے گا جو انوار ان پہ برس رہے ہیں مفت میں یہ انوار اسے بھی حاصل ہو جائیں گے اس لئے رومی علیہ الرحمۃ فرما گئے کہ۔ صد سالہ بے ریا عبادت سے ایک لمحہ ولی کی صحبت بہتر ہے کیونکہ مجاہدوں اور ریاضتوں کے ذریعے پتہ نہیں کب جا کے وہ انوار حاصل ہوں لیکن یہاں مفت میں ان کی ریاضت اور مجاہدہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ انوار حاصل کر رہے ہو۔

پیر کا مقام

اس ضمن میں ایک بات عرض کرتا چلوں حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا ایک مرید تھا وظائف پوچھے چلے کئے کچھ خدا سے رابطہ ہو گیا سوچا مجھے اب اللہ مل گیا بایزید کی کیا ضرورت! یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ پیر ایک پل ہوتا ہے پل سے عبور کرنا ہوتا ہے پار جانا ہوتا ہے "پل" کو ہر وقت سر پہ تو نہیں اٹھائے رکھنا ہوتا پیر ایک سیڑھی ہوتا ہوتا ہے سیڑھی سے مقصود چھت پہ چڑھنا ہوتا ہے یہ تو نہیں کہ سیڑھی کو ہر وقت سر پہ آدمی اٹھائے رکھے یہ لوگ کہتے ہیں بس پل ہے اس سے گذر گئے سیڑھی ہے اس سے چڑھ گئے اللہ اللہ خیر سلا لیکن یہ بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے

لئے تا زیست ادب کا حکم دیا ہے یا صرف جب تک تم کسی کام کے نہ بنو اس وقت تک فرمایا لا تقل لهما اف و لا تنهر هما و قل لهما قو لاً کریما ماں باپ کو اف نہ کہو جھڑ کو نہیں اور بات کرو تو نرم انداز میں کیوں کہ وہ تمہارے پالنے والے ہیں تو پتا چلا کہ جس نے جسم کو پالا اس کا حق ہے تو جس نے روح کو پالا دل کو پالا جس نے دل کو زندگی بخشی روٹھی زندگی بخشی ہے اس کا بھی حق ہے لہذا پیر ایک پل نہیں ہوتا کہ استعمال کر کے چھوڑ دیا اسے بھلا دیا بہر حال اس نے ایسا کیا مریدوں نے کہا شرم کر حیا کر پیر کے پاس آنا تو نے کیوں چھوڑ دیا ہے حاضری دیا کر مجبور کرنے پر وہ آ گیا پہلے تو اس نے کہا نہیں آتا کیوں رویۃ اللّٰہ اغنتنی عن رویۃ بایزید اللہ کے دیدار نے مجھے بایزید کے دیدار سے بے نیاز کر دیا لیکن مریدین کے پیر بھائیوں کے مجبور کرنے پر آ گیا آیا زیارت کی پہلی نظر پیر کے چہرے پہ پڑی غش کھا کے گرا روح پرواز کر گئی لوگوں نے کہا یہ بڑا جھوٹا تھا لعنتی تھا یہ خدا کا دیدار کرنے کا دعوے دار تھا اور پیر کا تو کر نہیں سکا تو خدا کا دیدار کیسے کر سکتا۔ حضور بایزید بسطامی سے عرض کیا آپ نے فرمایا یہ جھوٹا نہیں تھا سچا تھا حضرت یہ کیسے ممکن ہے کہ جو خدا کا دیدار کر سکے وہ آپ کا دیدار نہ کر سکے فرمایا بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر انوار ظاہر کرتا تھا اس کی استعداد کے مطابق اور مجھ پہ اس کے انوار کا نزول ہوتا ہے میری استعداد کے مطابق تو جب اس نے میرے آئینہ میں وہ انوار دیکھے جو میری استعداد کے لائق تھے تو اس کی تاب نہ لاتے ہوئے یہ غش کھا کر گرا اور مر گیا تو اس سے پتہ چلا کہ یہاں انوار کی بارش ہوتی ہے ان کے آئینہ قلب کی صفائی کے مطابق ان کے دلوں کی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق اور ان کی صحبت میں آ کر بیٹھنے والے مفت میں ان انوار سے فیض یاب

ہوتے رہتے ہیں زندہ ولی ہوتو اور مزار پر انوار میں جاچکا ہوتو ان کی مزاروں پہ قبروں پہ اسی طرح انوار برس رہے ہوتے ہیں۔

بارگاہ اولیاء

میرے برادر مکرم آپ کے سامنے فرمار ہے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بیمار ہوا تو مجھے پوچھنے کیوں نہیں آیا تو بندہ عرض کرے گا خدایا تو بیمار ہونے سے پاک میں تجھے کیوں پوچھتا کہاں پوچھتا کس لئے پوچھتا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ہاں تو ٹھیک ہے میں بیمار ہونے سے پاک ہوں لیکن اما ان عبدی فلان مرض فلو عدته لوجدتنی عنده میرا فلاں بندہ بیمار تھا اگر تو اس کی مزاج پرسی کے لئے جاتا تو مجھے بھی وہاں پالیتا اس سے پتہ چلا کہ ظاہری زندگی میں اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے بیمار ہوں تو بھی تندرست ہوں تو بھی اور یہ صرف بیماری کی بات نہیں ہے اللہ یہ بھی فرمائے گا کہ میں بھوکا تھا مجھے روٹی کیوں نہیں کھلائی ؟ میں پیاسا تھا مجھے پانی کیوں نہیں پلایا؟ بندہ عرض کرے گا خدایا تو بھوک سے پاک پیاس سے پاک تو کیسے بھوکا ہوسکتا ہے تو کیسے پیاسا ہوسکتا ہے تو اللہ فرمائے گا میں تو واقع ہی نہیں بھوکا پیاسا ہوتا پر میرا مقبول بندہ بھوکا پیاسا تھا اگر تو اسے کھلاتا اس کا اجر میرے پاس پاتا اسے پلاتا تو اس کا اجر میرے پاس پالیتا۔ ذرا توجہ کے لئے عرض کرر ہا ہوں بیماری بشری کمزروی ہے بھوک بشری کمزوری ہے پیاس بشری کمزوری ہے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ان کمزوریوں کے باوجود بھی نسبت اپنی طرف کردی کہ میں بھوکا تھا میں پیاسا تھا میں بیمار تھا میری مزاج پرسی کیوں نہیں کی؟ مجھے روٹی کیوں نہیں دی؟ مجھے پانی کیوں نہ دیا؟ ذرا اندازہ فرماؤ کہ اللہ کا کتنا کرم کتنی مہربانی کتنی عنائت کتنی نوازش ہے کہ جہاں بشری

کمزوریاں ہیں جب محبت بن گیا اور انہیں محبوب بنالیا ہے تو ان کمزوریوں کی نسبت بھی اپنی طرف کر رہا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اس کی مزاج پرسی کرتا تو مجھے پالیتا یہ تو زندگی کا معاملہ ہو گیا اور وفات کے بعد اللہ چھوڑ جاتا ہے کہ نہیں کیا خیال ہے ان کی وفات ہو جائے تو اللہ ان سے الگ ہو جاتا ہے۔ چھوڑ جاتا ہے قرآن میں ہے نحن اولیاء کم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرہ یہاں بھی وہاں بھی دنیا میں بھی قبر میں بھی قیامت میں بھی ہر جگہ اللہ ان کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے نہ قبر ان سے خالی ہے نہ اللہ کے انوار سے خالی ہے لہذا جو وہاں حاضری دے رہا ہے وہ ان کی بارگاہ میں بھی حاضری ہے اور اللہ کی بارگاہ میں بھی حاضری ہے۔ حضرات محترم ! حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک برہمن نے ہندو نے مسلمان عالم پر سوال کیا کہ پتھروں کے پاس تم بھی جاتے ہو پتھروں کے پاس ہم بھی جاتے ہیں پر تم اپنے آپ کو مومن کہتے ہو ہمیں مشرک کہتے ہو یہ دھاندلی ہے ناانصافی ہے تم قبروں پہ جاتے ہو وہ بھی پتھر ہم بتوں کے پاس جاتے ہیں وہ بھی پتھر ہیں۔ پتھروں کے پاس تم بھی گئے پتھروں کے پاس ہم بھی گئے پر تم اپنے آپ کو مومن موحد کہو ہمیں مشرک کافر کہو ہمیں نجس پلید کہو یہ ناانصافی کیوں کرتے ہو اور بالکل وہی جو برہمنوں کا سوال تھا وہی آج ان لوگوں کا سوال ہے کہ وہ کھڑے بت پوجتے تھے تم پڑے بت پوج رہے ہو گویا جو اس وقت برہمن سوچتے تھے وہی آج یہ مولوی سوچ رہے ہیں۔ دماغ ایک ہے ذہن ایک سوچ ایک ہے سوال ایک ہے مگر اے کاش ان میں شاہ عبدالعزیز والی ذہانت فطانت ایمان دیانت امانت کارفرما ہوتی تو یہ نہ سوال کرتے نہ ہم سے اس کا جواب مانگتے۔ یہ ہندوؤں کی سوچ تو ہو سکتی ہے اک مسلمان

عالم کی یہ سوچ نہیں ہو سکتی تھی بہر حال شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اس کا جواب کیا دیا کہ تم بتوں کے پاس جاتے ہو وہ پتھر ہے ہم پتھروں کے پاس نہیں جاتے پتھروں کے مکان میں جو مکین ہے ہم اس کے پاس جاتے ہیں پتھروں کے مکان میں جس کا ڈیرہ ہے ہم تو اس کے پاس جاتے ہیں پتھروں کے مکان میں جس کا ڈیرہ ہے ہم تو اس کے لئے جا رہے ہیں قبر کچی ہو تو بھی حاضری دیتے ہیں پکی ہو تو بھی حاضری دیتے ہیں قبر والا خدا کا محبوب ہے اس کے پاس جانا اللہ کے پاس جانا ہے لہذا ہم پتھروں کے پاس نہیں بلکہ خدا کی بارگاہ میں جاتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

شان اولیاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفٰى خُصُوصاً عَلٰى اَفْضَلِ رُسُلِهٖ وَسَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ مَاحِى الذُّنُوبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُودِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَةِ وَاللِّوَآءِ الَّذِى دَنٰى فَتَدَلّٰى فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْاَدْنٰى فَاَوْحٰى اِلَيْهِ رَبُّهٗ مَااَوْحٰى مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى اَحْمَدَالْمُجْتَبٰى الَّذِى كَانَ نَبِيّاً و ادَمُ بَيْنَ الطِّيْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْكُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِيْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰى يَوْمِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَلَآاِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ـ صَدَقَ اللّٰهُ مَولَانَا الْعَظِيْمِ وَصَدَقَ رَسُولُهُ النَّبِيُّ الْكَرِيْمُ الْاَمِيْن.

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْماً.

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا سَيِّدِى يَا رَسُولَ اللّٰه. وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا سَيِّدِى يَاحَبِيْبَ اللّٰه. اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْن. وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاشَفِيْعَ الْمُذْنِبِيْنَ ـ

صاحب صدر، گرامی قدر، زیب سجادہ مسند خانقاہ حامدیہ حضرت قبلہ پیر صاحبزادہ محمد میاں صاحب دامت برکاتہم العالیہ! حضرات مشائخ عظام! علماء کرام! بزرگو اور بھائیو! یہ محفل پاک مجاہد ملت، محسن اسلام، ملتان کے بے تاج بادشاہ بلکہ حقیقی

روحانی تاج والے بادشاہ حضرت خواجہ مولانا حامد علی خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے عرس پاک کی تقریب ہے اس مناسبت سے کہ آپ عظیم المرتبت ولی ہیں میں نے یہ آیت کریمہ آپ کے سامنے تلاوت کی ہے تاکہ اس سلسلے میں غور وفکر کیا جا سکے کہ مقام ولایت کیا ہے؟ اور ولی کون ہوتا ہے؟ اور ولی کا انجام کیا ہے؟

ولی کون ؟

اس آیت پاک میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے تین چیزیں بیان فرمائی ہیں ایک تو ولی کی پہچان، دوسرا اس کا مقام، تیسرا اس کا انجام بیان فرمایا ہے عام یہ تأثر ہے کہ جو آدمی بے نماز ہو، مونچھیں بڑی رکھ لے، داڑھی منڈا لے، گلابے پہن لے، بڑے بڑے تسبے گلے میں ڈال لے، گیروئے کپڑے استعمال کرے، نماز کے قریب بالکل نہ جائے بلکہ طہارت کے قریب بھی نہ جائے وہ بڑا قلندر رہوتا ہے۔ بڑا ولی ہوتا ہے مصیبت یہ ہے کہ ہم لوگ سمجھتے ہیں کہ اللہ کو خود یار بنانے کا سلیقہ نہیں ہے ہم نے اس کے یار بنانے ہیں اس لئے ہم ایسے لوگ چن چن کے اس کے ولی، اس کے دوست، اس کے یار بناتے ہیں اس سے بھی تو پوچھئے تیرے یار کون ہوتے ہیں۔ تیرے ولی کون ہوتے ہیں؟ کن لوگوں کو تو محبوبیت کے منصب پر فائز کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے ولی کون ہیں؟ ''اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ'' جن کا دل، نور ایمان سے منور ہو اور جن کا ظاہر، شریعت کا نمونہ ہو۔ میرے ولی وہ ہو سکتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود تعارف کروادیا اور پہچان کروادی کہ میرے ولی وہ ہیں جو مومن ہوں متقی ہوں۔

تقوی کیا ؟

تقوی کیا ہے؟ ''اَلتَّجَنُّبُ عَمَّا یُوْثِمُ'' جو چیز بھی گنہگار کرے اس سے

اپنے آپ کو بچانا۔ یہ تقوی ہے۔ فرائض وواجبات چھوڑ وتو گناہ ہے۔ حرام کام کرو، مکروہ تحریمی کروتو گناہ ہے لہذا جو چیز بھی گنہ گار کرتی ہے۔ خواہ فعل کے لحاظ سے یا ترک کے لحاظ سے جب تک متقی نہ ہوگا ولی نہیں ہوگا اس وقت تک بندہ متقی نہیں ہوسکتا جب تک متقی نہ ہوگا ولی نہیں ہوسکتا اور جب تک ولی نہیں ہوگا "لَا خَوْف" عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْن" کا تاج اس کے سر پر سجایا نہیں جاسکے گا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ تعارف کروادیا کہ ولی وہ ہوتے ہیں جو مومن اور متقی ہوں اور تقوی کے تین درجات ہیں پہلا درجہ ہے کہ اپنے آپ کو خلو د فی النار سے بچایا جائے کہ ہمیشہ کیلئے دوزخ کی آگ میں نہ رہے کافر ہو، مشرک ہو یہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہیں گے خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا لہذا جس نے صدق دل سے لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھ لیا اور مان لیا تو وہ ہمیشہ دوزخ میں نہیں رہ سکتا بالآخر اللہ تعالیٰ اسے نجات عطا فرمائے گا یہ عقائد کا مسئلہ ہے کہ ایسا آدمی بالآخر نجات پا جائے گا۔ تقوی کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ آدمی فرائض وواجبات پر عمل پیرا ہو۔ حرام اور مکروہ تحریمی سے اجتناب کرے یہ تقوی کے اس مقام پر فائز ہے کہ یہ سرے سے دوزخ کی آگ میں داخل ہی نہیں ہوگا اس نے اپنے آپ کو دخول فی النار سے بچالیا تقوی کا تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ بندہ دل کے دروازے، کان کے دروازے، آنکھ کے دروازے، غیر پر بند کردے۔ دیکھے تو اسی محبوب حقیقی کو۔ سنے تو اسی کی۔ اور دل میں اگر ڈیرہ ہو تو اسی محبوب حقیقی کا۔ یہ تقوی کا اعلیٰ مرتبہ ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اِتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ" جس طرح متقی بننے کا حق ہے تم اسی طرح متقی بن کر دکھلاؤ تو اللہ رب العزت نے "الذین امنو ا و کانو ایتقون "فرما کر یہ بتلا دیا کہ میرے

ولی مومن ہوں گے اور جو ہر نیک کام کرنے والے ہوں گے۔ ہر برے کام سے دور رہنے والے ہوں گے ان کو میں تاج ولایت عطا فرماؤں گا۔

تقویٰ کا مقصد

تقویٰ و پرہیز گاری اور ان عبادات سے اصل مقصد کیا ہے؟ کہ روح کو پاک صاف کیا جائے۔ بدن کے اندر آنے کے بعد جو زنگ اس پر چڑھا ہے۔ جو میل کچیل اس پر چڑھی ہے اور بدن نے اسے اپنے رنگ میں جو رنگا ہے اسے اس میل کچیل سے پاک کیا جائے اس کا یہ زنگ دور کیا جائے اور اس کی جو اصلی حالت ہے وہ بحال کر دی جائے روح کی اصلی حالت کیا ہے؟ امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اِنَّ الْاَرْوَاحَ الْبَشَرِيَّةَ مِنْ جِنْسِ الْمَلَائِكَةِ جو فرشتوں کی حقیقت ہے وہی روح انسانی کی حقیقت ہے فرق یہ پڑا کہ فرشتوں کی جو روح ہے وہ بدنوں کی قید میں نہیں جکڑی گئی لیکن انسانی روح کو بدن کے پنجرے میں جکڑ دیا گیا ہے۔ اسے قیدی بنا دیا گیا ہے آپ دیکھیں گے ایک شہباز کو آپ پکڑ کے پنجرے میں بند کر دیتے ہو وہ چھ ماہ سال پنجرے میں پڑا رہے اس کے پنجے بیکار ہو جائیں گے اس کے پر کمزور ہو جائیں گے اب اسے باہر نکالو نہ اس میں لپک ہوگی نہ جھپک ہوگی نہ اس کے پنجوں میں پکڑنے کی قوت ہوگی لیکن جب آہستہ آہستہ وہ کھلی فضا میں پھرے گا اور کھلی ہواؤں میں اڑے گا تو اس کے پروں میں بھی طاقت آتی چلی جائے گی۔ اور اس کے پنجے بھی تقویت پکڑتے چلے جائیں گے اسی طرح ہماری روح کے شہباز کو اللہ رب العزت نے اس بدن کے پنجرے میں جکڑ دیا اور اس کی خدمت میں اسے مصروف کر دیا تو اس کا آہستہ آہستہ عالم ارواح سے تعلق ٹوٹ گیا یہ ایک مادی پتلا بن کے رہ گیا اور اس کی

خوراک تھی اللہ کی یاد اللہ کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہ دورد وسلام یہ اس کی خوراک تھی شب وروز اللہ کا نام جپنا اس کے حضور سجدہ ریز ہونا یہ اس کی خوراک تھی جب وہ خوراک بند ہوئی تو یہ کمزور ہوا، نزار ہوا، ضعیف ہوا، ناتواں ہوا مگر جب مجاہدات وریاضات کی صورت میں اس کو وہ روحانی غذا ملنے لگ گئی۔ اس کی اصلی حالت پھر سے بحال ہونے لگ گئی۔ اس پر سے بدن کی میل کچیل دور ہونے لگ گئی زنگال ختم ہونے لگ گئے اس کی چمک دمک، نورانیت بحال ہوئی تو پھر جو طاقتیں فرشتوں کے اندر ہیں۔ وہی طاقتیں اس میں بحال ہوگئیں۔

حضرات گرامی! اصل مقصد اس عبادت کا ریاضت کا، مجاہدوں کا، مشقتوں کا شب بیداریوں کا، چلوں کا، نفلی روزے رکھنے کا، نمازیں پڑھنے کا یہی ہے کہ اس روح کی اصلی حالت کو بیدار کردیا جائے۔ جب اس کی حالت نکھر جاتی ہے اور اصلی حالت بحال ہو جاتی ہے تو پھر بدن بھی روح کے تابع ہو جاتا ہے جس طرح روح نورانی ہوتی ہے اسی طرح بدن بھی نورانی ہو جاتا ہے۔

شان بشریت

حضرات گرامی! حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پیر ومرشد حضرت خواجہ باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان کا آخری عمر میں سایہ ختم ہو گیا تھا۔ حالانکہ بدن مادی ہے۔ کثیف ہے، اس کا سایہ ختم نہ ہونا چاہئے لیکن سایہ نہیں رہ گیا۔ کیوں؟ نہ فرشتوں کا سایہ ہوتا ہے نہ روحوں کا سایہ ہوتا ہے نہ ہی پھر آپ کے بدن کا سایہ رہا کیونکہ وہ بدن بھی روح کی بدولت نورانی ہو چکا تھا۔ اس لئے ساری کثافتیں ختم ہوگئیں ذرا اسی بات کے پس منظر میں دیکھیں کہ جبرائیل امین علیہ

السلام معراج کی شب، سدرہ پہ جب پہنچے تو وہاں ہاتھ جوڑ کے معذرت کرتے ہیں۔

اگر یک سر موئے برتر پرم ۔ فروغ تجلی بسوزد پرم

اگر میں ایک بال کے برابر بھی اوپر جاؤں، رب کی تجلیاں مجھے جلا کے رکھ دیں گی۔ میں اوپر نہیں جا سکتا، چھ سو پروں والا نوری فرشتہ، اپنے مرکز و مقام تک، پہنچ کر معذرت خواہ ہے۔ جواب دے رہا ہے کم از کم جتنا اوپر سے نیچے آیا تھا۔ سدرہ سے مکہ مکرمہ تک، اتنا تو سدرہ سے اوپر بھی چلا جاتا مگر صرف اپنے مقام پر پہنچ کر معذرت کر رہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ۔

چو در دوستی مخلصم یافتی ۔ عنانم ز صحبت چرا تافتی

کہ میں نے بے وفائی نہیں کی۔ جفا نہیں کی۔۔ بے پروائی نہیں کی۔ لجپالی سے کام لیا۔ وفاؤں سے کام لیا۔ تو کیوں نہیں ساتھ دیتا۔ رفاقت کیوں چھوڑ رہا ہے۔ میری سنگت کو کیوں ترک کر رہا ہے تیرے چھ سو پر ہیں میرا تو ایک بھی کوئی نہیں تو لہذا آ! ۔

بدو گفت سالار بیت الحرام ۔ اے حامل وحی برتر خرام

آ! آگے چل! چھ سو پروں والا ہے تو، میرا تو ایک بھی نہیں پھر کیوں نہیں ساتھ دیتا؟ تو جواب کیا تھا؟ عرض کی ۔

بگفتا فراتر مجالم نماند ۔ بماندم کہ نیروئے بالم نماند

میرے پر سارے کے سارے جواب دے گئے ہیں ان میں یہ سکت ہی نہیں ہے کہ اس سے آگے چل سکیں لہذا میں معذرت چاہتا ہوں وہ سراپا نور ہے مگر سرکار لباس بشری میں ہیں اگرچہ آپ کی حقیقت نور ہے مگر لباس بشری بھی تو ہے تو چاہیے یہ تھا کہ جبرائیل آگے آگے ہوتا، سرکار علیہ الصلوۃ والسلام بمشکل اس کے پیچھے چلتے اور

اس کی راہنمائی میں منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہوتے لیکن جبرائیل رک رہا ہے معذرت کررہا ہے۔اسے جان کے لالے پڑے ہوئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت بھی مسکراتے ہوئے آگے جارہی ہے تو ماننا پڑے گا اتنی جبرائیل کے نور میں طاقت نہ تھی جتنی بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت میں طاقت ہے۔اس بشریت میں اتنی طاقت کیوں آئی ۔ بشریت تو کوئی طاقت والی شئی نہیں ہوتی دیکھو یہی بشریت ہے کہ سر طور صفاتی تجلی دیکھ کر سوئی کے سوراخ جتنی دیکھ کر بے ہوش ہورہی ہے۔ غش کھا کے گررہی ہے موسیٰ کلیم علیہ السلام نے صفاتی تجلی دیکھی غش کھا کے گرے اور جب ہوش بحال ہوئے تو کیا کہا؟ "سُبحٰنَکَ تُبتُ اِلَیکَ" میری توبہ! میں پھر یہ سوال نہیں کروں گا۔ کونسا سوال ؟ کہ مجھے اپنا دیدار کروا میں یہ سوال نہیں کروں گا، میری توبہ! مجھے یہ بات سمجھ آگئی کہ میرے بس میں تیرا دیدار نہیں ہے۔ تو بشریت تو بڑی کمزور ہے اس بشریت کو پہاڑ پر قیاس کیا گیا اللہ رب العزت نے موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو فرمایا وَلٰکِنِ انظُر اِلَی الجَبَلِ فَاِنِ استَقَرَّ مَکَانَہٗ فَسَوفَ تَرٰنِی کہ موسیٰ کلیم تم مصر ہو میرا دیدار کرنے پر تو میں صفاتی تجلی پہاڑ پر پھینکتا ہوں اس پر ظاہر کرتا ہوں اسے دیکھو اگر پہاڑ تاب لا سکا اپنی جگہ برقرار رہ سکا تو تو بھی تاب لا سکے گا اور ٹک کر،سکو ن کے ساتھ دیدار کر سکے گا اور جہاں پہاڑوں کے پرخچے اڑ جائیں دل دہل جائیں وہاں تو کس طرح میرا دیدار کرسکتا ہے؟ تو میرے دیدار کی کس طرح تاب لا سکتا ہے؟ تو چنانچہ جب صفاتی تجلی آئی تو طور کے پرخچے اڑ گئے اور موسیٰ کلیم غش کھا کر گر گئے اللہ رب العزت نے موسیٰ کلیم علیہ السلام کی بشریت کو،ایک طور جیسی پہاڑی کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کا موازنہ کیا۔اس کا مقابلہ کیا کہ وہ ٹھہر گیا تو تو ٹھہر سکے گا۔ وہ نہ ٹھہرے تو تو

کیسے ٹھہر سکے گا؟ لیکن قربان جایئے! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت پر کہ اس نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کو بھی اپنے رنگ میں ایسا رنگا ہے کہ جہاں جبرائیل جیسے فرشتے کو جان کے لالے پڑ رہے ہیں وہاں سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت، مسکراتے ہوئے آگے جا رہی ہے۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ فرش زمین سے سدرہ تک جتنا فاصلہ ہے یہ اس فاصلے کی نسبت جو عرش اعظم سے لامکاں تک ہے، ستر ہزار میں سے ساتواں حصہ ہے دوسرے الفاظ میں دس ہزار میں سے ایک حصہ ہے گویا دس ہزار میں سے ایک حصہ جبرائیل ساتھ رہے ہیں۔ اور ایک کم دس ہزار حصہ سرکار آگے جا رہے ہیں او رعین ذات کے جلوے دیکھ رہے ہیں اور مسکراتے ہوئے دیکھ رہے ہیں

موسیٰ زہوش رفت بیک پر تو صفات　　　تو عین ذات می نگری و در تبسمی

تو پتہ چلا کہ یہ بشریت جب روح کے تابع ہو جاتی ہے تو پھر جس طرح وہ نور ہے اس طرح بشریت نور بن جاتی ہے اور جہاں روحانیت جاسکتی ہے وہاں بشریت بھی جاسکتی ہے اسی لئے حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری کے اندر فرماتے ہیں۔ کہ صوفیاء کا، اللہ کے ولیوں کا، روحانی شخصیتوں کا دعویٰ کیا ہے؟

اَرْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا وَاَجْسَادُنَا اَرْوَاحُنَا ہماری روحیں ہمارے جسموں کی طرح اور ہمارے جسم، ہماری روحوں کی طرح ہیں۔ جہاں روحیں جاسکتی ہیں وہاں جسم بھی جاسکتے ہیں اس لئے وہ وصال کے بعد بھی "یَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَآءَ هُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَآءَ هُمْ جو ان کے دوست ہوتے ہیں قبروں سے آکر ان کی امداد کرتے رہتے ہیں اور جو دشمن ہوتے ہیں ان کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔

تسبیح وتحمید کا مقصد

حضرات محترم! عبادات کی اصل غرض وغایت کیا ہے؟ روح کی صفائی، روح کی طہارت اسی ضمن میں یہ بات عرض کرتا چلوں ہم نماز میں کھڑے ہوتے ہیں عرض کرتے ہیں "سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ" پاک ہے تو اے اللہ! اور تو لائق حمد ہے۔ تیری بزرگی بہت بلند ہے۔ یہ اللہ کو کیا بتلا رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نہیں جانتا کہ میں پاک ہوں میں مستحق حمد ہوں میرا نام برکت والا ہے میں بہت بزرگ ہوں میری عظمت بے انداز ہے کیا اسے کوئی پتہ ہی نہیں ہے؟ اسے سب پتہ ہے پھر اس پڑھنے کا مطلب کیا ہے؟ وہ پاک ہے اگر ہم یہ کہہ بھی دیں "سُبْحٰنَکَ اللّٰھُمَّ" تو کیا وہ اب تو پاک نہیں ہوگا؟ وہ تو ازل سے پاک ہے۔ اگر ہم بحمدک کہہ دیں تو وہ اب تو لائق حمد نہیں بن رہا؟ وہ تو ازل سے لائق حمد ہے پھر ہمارے کہنے کا مطلب کیا ہے؟ کہیں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْم" کہیں "سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ" کہیں "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ" یہ کیا مطلب ہے؟ بات دراصل یہ ہے کہ کوئی بھی کام آپ کرتے ہو اس کی کچھ غرض ہوتی ہے کوئی غایت ہوتی ہے آپ چارپائی بناتے ہو تو مقصد کیا ہے؟ اس پر بیٹھیں گے راحت حاصل ہوگی اس پر سوئیں گے سکون سے نیند آئے گی تو تصور میں یہ بات پہلے ہوتی ہے پھر چارپائی بن جاتی ہے تو بعد میں یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے اسی طرح آپ جو عبادت کرتے ہیں اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی تسبیح، تقدیس، اس کا لائق حمد ہونا بیان کریں گے تو اس کا عکس و پرتو ہم پر پڑے گا ہماری پلیدی دور ہو جائے گی۔ غلاظتیں دور ہو جائیں گی نجاستیں ختم ہو جائیں گی۔ ہم بھی حمد وثناء کے لائق ہو جائیں گے تو مقصد اللہ تعالیٰ کو پاک کرنا نہیں وہ تو ازل سے

پاک ہے ہم کون ہیں؟ اسے پاک کرنے والے نام اس کی پاکیزگی کا لے کر اپنے آپ کو پاک کرنا مقصود ہے نام اس کی حمد کا لے کر اپنے آپ کو حمد کے لائق بنانا مقصود ہوتا ہے مدتیں گذر گئیں حضرت شہنشاہ ولایت دنیا سے کوچ فرما گئے مگر اب بھی ان کی حکومت ذہنوں پر ہے دلوں پر ہے کیوں؟ انہوں نے رب کی تقدیس کی۔ حمد وثناء کی۔ رب العزت نے پھر ان کا ذکر، ان کی حمد وثناء ہماری زبانوں پر جاری کر دی تو مقصد ان عبادات کا یہ ہوتا ہے کہ اس کا نام لیں اس کی پاکیزگی بیان کریں اس کی حمد وثناء بیان کریں تا کہ ہم اپنے آپ کو پاک کر سکیں اپنے آپ کو لائق حمد بنا سکیں۔

حضرات گرامی! عبادات کے ذریعے روح جب پاک اور صاف ہو جاتی ہے اس کی اصلی طاقتیں نکھر جاتی ہیں پھر جو قوت فرشتوں کے اندر ہوتی ہے وہی قوت اللہ تعالیٰ کے اس ولی میں بحال ہو جاتی ہے امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ارواح بشریہ جنس ملائکہ سے ہے لیکن جب وہ اس بدن کی خدمت میں لگ گیا اس کے پالنے میں، پروان چڑھانے میں، اسے پہلوان بنانے میں لگ گیا اصلی وطن سے رابطہ ٹوٹ گیا تو کمزور ہوا، بے طاقت ہوا، ضعیف ونزار ہوا، ناتواں ہو گیا لیکن جب عبادات وریاضات کے ذریعے اس میل کچیل کو دور کر دیا جائے اس کی اصلی چمک دمک کو بحال کر دیا جائے پھر اس میں طاقت آجاتی ہے۔ یہ چیزوں کی حقیقتیں تبدیل کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

خواجہ اجمیری اور بت

حضور خواجہ ہند، خواجہ خواجگان، خواجہ معین الحق والملۃ والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہندوستان تشریف لائے آپ پیر ہیں، پیروں کے پیر ہیں۔ سلسلہ چشتیہ

کے مورث اعلیٰ ہیں مگر مریدوں کے پاس نہیں آئے نذرانے وصول کرنے نہیں آئے تھے دعوتیں کھانے نہیں آئے تھے یہ حسینی سید، ہندوستان سے ظلمتِ کفر کو مٹا کر نور اسلام پھیلانے آئے تھے یہ حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے شہزادے ہیں، حسینی سید ہیں یہ اپنے اس مورث اعلیٰ کے مشن کی تکمیل کے لئے ہندوستان میں آتے ہیں۔ اور آئے تھے تو کوئی تلوار ہاتھ میں نہیں کوئی کلاشنکوف ہاتھ میں نہیں کوئی تیر کمان ہاتھ میں نہیں، تسبیح ہاتھ میں ہے۔ یہی بڑا ہتھیار ہے اللہ رب العزت کا نام جپتے ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کا طوق گلے میں ڈالا ہے مجاہدات وریاضات کی بدولت اپنے آپ کو مقام ولایت پر پہنچایا ہوا ہے اور جب رب تعالیٰ سے دوستی ہوگئی اب رب تعالیٰ کی طاقتیں ان کے شامل حال ہوگئیں تو تنہا آ کے ہندوستان کو فتح کرلیا ہے اکیلے آ کے فتح کرلیا ہے آپ تالاب پر بیٹھے ہیں وضو کرتے ہیں، غسل کرتے ہیں کپڑے دھو لیتے ہیں۔ وہیں بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں مشرکوں کے دو بت وہاں موجود ہیں شادی اور لکھنی شادی مرد کی صورت اور لکھنی عورت کی صورت تھا۔ ان کی پوجا پاٹ بھی ہو رہی ہے اب ایک طرف بے جان بت جو آنکھوں سے محروم، کانوں سے محروم ان کے ہاتھ کی شکل ہے پکڑ نہیں سکتے۔ پاؤں کی شکل ہے چل نہیں سکتے۔ دوسری طرف جیتا جاگتا۔ حسن وجمال کا پیکر، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وتجلیات کا مرکز۔ جس کے چہرے پر اللہ کے انوار برس رہے ہوں وہ بیٹھا ہو تو بتوں کے پاس کون جائے؟ اس لئے آپ سے کہا گیا اٹھو، باؤ یہاں سے چلے جاؤ ہمارا پانی خراب ہو رہا ہے۔ مٹ رہا ہے۔ چلے جاؤ فرمایا ٹھیک ہے ہمارا کیا ہے درویشوں کا؟ یہاں نہیں تو وہاں سہی۔ یہ تھے اصلی شاہین جن کے بارے میں اقبال کہتے ہیں۔

نہیں تیرا نشیمن، قصر سلطانی کے گنبد پر

تو شاہین ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں پر

یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہین یہ سرچشمہ ولایت۔علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ کا شاہین۔یہ مظلوم کربلا، شہید کربلا، سید الشہد اامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ' کا شاہین تھا۔تن تنہا درختوں کی چھاؤں کے نیچے بیٹھ کر وقت گذار رہا ہے۔ اور نور اسلام کو پھیلا رہا ہے۔اسلام کی شمع ظلمت کدہ کفر میں روشن کر رہا ہے انہیں کہا گیا اٹھ جاؤ۔فرمایا:۔کوئی نہیں، کوئی بات نہیں، اٹھ جاتے ہیں ان کے بت شادی کے پاس جا کے لوٹا رکھا اور فرمایا شادی یہ لوٹا بھر کے میرے ڈیرے پر پہنچا دینا ان کا خدا ہے بت ہے بے جان مجسمہ ہے پتھر کی مورتی ہے لیکن حضور خواجہ ہند حکم دیتے ہیں اوئے شادی یہ میرا لوٹا بھر کے جہاں میں جا بیٹھوں گا وہاں پہنچا دینا اب شادی کو پاؤں بھی مل گئے جن سے یہ چل سکے ہاتھ بھی مل گئے جن سے یہ پکڑ سکے آنکھیں بھی مل گئیں جن سے یہ دیکھ سکے کان بھی مل گئے جن سے یہ سن سکے اور کھوپڑی میں مغز بھی آ گیا جس سے سوچ سکے حکم سن بھی لیا سمجھ بھی لیا یہ لوٹا کہاں ہے دیکھ بھی لیا ہاتھ سے پکڑ بھی لیا تالاب میں ڈالا سارے تالاب کا پانی اس میں سمٹ گیا اسے اٹھایا اور خواجہ ہند کے قدموں میں جا کر رکھ دیا اب لالوں نے دیکھا کہ پانی تو سارا چلا گیا ایک ہی لوٹے میں بند ہو گیا۔اب ہم کیا کریں کہاں جائیں پھر جا کر قدموں میں گر گئے اور کہا حضور معافی چاہتے ہیں واپس آؤ آپ یہاں بیٹھو جو چاہے کرو لیکن پانی واپس پھینک دو تالاب کو پھر پر کر دو آپ نے شادی کو پھر بلایا اسے حکم دیا کہ یہ لوٹا لے جا اے تالاب میں پلٹ دے وہ تالاب پھر بھر گیا۔تو یہ ان کی شان ہوتی ہے کہ بے جان

مجسموں پر اگر توجہ ڈالیں ان میں جان بھی آجاتی ہے انہیں قدم بھی مل جاتے ہیں ان کے ہاتھ بھی کام کرنے لگ جاتے ہیں۔ آنکھیں اور کان بھی کام کرتے ہیں اور ان کو بات سمجھنے کی طاقت بھی نصیب ہو جاتی ہے ایک مرتبہ راجہ آپ کے پاس حاضر ہوا آپ نے پوچھا راجہ ہمارے پاس کیسے؟ کیا لینے آگئے؟ اس نے کہا ہم ہر چیز کو اللہ کا مظہر سمجھتے ہیں وہ بت ہیں انہیں پوجا تم اللہ کے بندے ہو اللہ اللہ کرنے والے ہو ہم تمہیں بھی اللہ کا مظہر سمجھتے ہیں اس لئے تمہاری قدم بوسی کے لئے بھی آگئے آپ نے فرمایا پہلی بات تو یہ ہے کہ تو نے جھوٹ بولا ہے کہ تم ہر چیز کو اللہ کا مظہر سمجھتے ہو اگر ہر چیز کو اللہ کا مظہر سمجھتے تو یہ پتھر جہاں سے اکھیڑے تھے جس حالت میں تھے اسی حالت میں گاڑ دیتے اور ان کی پوجا پاٹ شروع کر دیتے اس پتھر کو انسانی شکل پر کیوں گھڑوایا کیوں ترشوایا جب تک اس کی انسانی شکل نہیں بنی اسے نہیں پوجا جب انسانی شکل بنی تب اس کے آگے ماتھا ٹیکا تو پتہ چلا کہ تم ہر چیز کو مظہر خدا نہیں سمجھتے انسان کو مظہر خدا سمجھتے ہو تو شرم نہیں آتی اس کی صرف صورت انسانوں جیسی بنائی گئی اور تم سچ مچ کے انسان ہو تو پھر اصلی انسان کو ایک نقلی انسان جو صرف صورت اور شکل کا انسان ہے اس کے آگے جھکنا کیسے زیب دیتا ہے۔ ایک تو عقلی طور پر اس کے نظریے کو باطل کیا ساتھ ہی فرمایا اچھا جن کو تم مظہر خدا سمجھ کے پوجتے ہو میں انہیں کو بلا کر تمہاری تردید کروا دیتا ہوں ان دونوں بتوں کو بلا لیا اوئے شادی! ادھر آ۔ اوئے لکھنی! ادھر آ۔ یہ تمہاری پوجا کرتے ہیں کیا تم ان کی پوجا پر راضی ہو اب بت جواب دیتے ہیں حضور! ہماری تو زبان نہیں ہم بول نہیں سکتے ورنہ زبان ہوتی تو ہم لاکھ لاکھ لعنتیں ان پر بھیجتے جب سے ہم نے یہ آیت کئی "اِنَّکُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ حَصَبُ جَھَنَّمَ وَاَنْتُمْ لَھَا وَارِدُوْنَ"

کہ تم بھی اور جن کی تم پوجا کرتے ہو وہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں اب تم سبھی اس میں مل کے داخل ہونے والے ہو۔ ہم خون کے آنسو رو رہے ہیں ان ظالموں نے اپنے آپ کو بھی دوزخی بنایا اور ساتھ ہمیں بھی دوزخ کا ایندھن بنا دیا ہم تو خون کے آنسو رو رہے ہیں مگر ہمارے منہ میں زبان نہیں ہم بول نہیں سکتے اس لئے ہم انہیں کچھ نہیں کہتے ورنہ زبان ملتی تو ہم لاکھ لاکھ لعنتیں ان پر بھیجتے وہی خواجہ ہند رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ان بتوں سے ان کی تردید کروا رہے ہیں بتوں کو قوت گویائی دے رہے ہیں ان کو بولنے کی زبان عطا کر رہے ہیں جس طرح انسان بولتا ہے وہ اسی طرح بول کر کے اپنے پوجنے والوں کی تردید کر رہے ہیں اور ان کے عمل کی جو غلطی ہے اور اس عمل کے اندر جو کوتاہی ہے اور ان کی سوچ میں جو ایک کجی اور ٹیڑھ ہے اس کو واضح کر رہے ہیں تو پتہ چلا کہ جب ان کی نگاہیں پڑ جاتی ہیں تو پتھر بھی انسانوں کی طرح طاقتور بھی ہو جاتے ہیں صاحب بصیرت بھی بن جاتے ہیں سننے کے قابل بھی ہو جاتے ہیں اور اتنی طاقتیں بھی ان میں آجاتی ہیں کہ پورے تالاب کا پانی کوزے میں سمیٹ کر کے خواجہ کے قدموں میں جا کر رکھ دیتے ہیں تو امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب اس کی چمک دمک بحال ہو جاتی ہے تو "تَلَأْلَأَتْ وَاَشْرَقَتْ وَقَدَرَتْ عَلَى التَّصَرُّفِ فِيْ هَيُوْلَى الْاَكْوَانِ" یہ چیزوں کی حقیقتیں بدلانے پر قادر ہو جاتے ہیں۔

اولیاء بعد از وصال

دراصل وہ لوگ جو کمالات اولیاء کے منکر ہیں اولیاء کی قدرت اور طاقت کے منکر ہیں انہیں یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ ولی کی حقیقت کیا ہے؟ پہلے کیا تھا؟ مجاہدات وریاضات کے بعد کیا بن گیا؟ بلکہ انہیں انسان کی حقیقت کی سمجھ نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ

انسان گوشت پوست کا اور ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ ہے۔ بس مر گیا لاش مٹی میں مل گئی مٹی کی طرح ہوگئی ہاتھ پاؤں بھی مٹی میں مل گئے لہذا اشئی رہ ہی کوئی نہیں گئی۔ وہ دیکھیں گے کیسے؟ سنیں گے کیسے؟ پکڑیں گے کیسے؟ ان کا ہاتھ دور دراز تصرف کیسے کرے گا؟ مگر ایک تو یہ حماقت ہے کہ عام لوگ مٹی میں گلتے سڑتے ہیں اور مٹی سے مٹی ہو جاتے ہیں جن کے دلوں میں رب کے ڈیرے ہوں۔ وہ زندہ جاوید بن جاتے ہیں۔ کبھی مٹی ان کے کفن کو بھی گلا نہیں سکتی اور بوسیدہ نہیں کر سکتی چہ جائے کہ ان کے جسموں کو بوسیدہ کر سکے حضرت امام شاذلی علیہ الرحمۃ جنہوں نے دلائل الخیرات، درودوں کی کتاب لکھی ہے ستر سال بعد ان کے مزار پاک کو کھولا گیا ان کا جسم صحیح سالم، کفن صحیح سالم بلکہ چہرے پر خون گردش کر رہا تھا یہ بات مطالع المسرات میں موجود ہے اور مولوی اشرف علی تھانوی نے جمال الاولیاء کے اندر بھی اسے لکھا ہے تو صرف درودوں کی کتاب لکھی اور مجاہدے ریاضتیں کرتے رہے اللہ رب العزت نے ان کی موت کو بھی حیات بنا دیا ہے اور صرف جسم قائم نہیں بلکہ اس کے اندر خون موجود ہے اور چہرے پر خون تیرتا ہوا نظر آتا ہے جب انگلی دبائی خون ہٹ گیا۔ جب اٹھائی گئی تو خون اپنی جگہ واپس آگیا۔ پتہ چلا یہ لوگ صحیح سالم رہتے ہیں۔ بلکہ وہ سوتی کپڑا جو بطور کفن ان کے بدن پر آجاتا ہے یہ اس کفن کے کپڑے کو بھی پائیدار بنا دیتے ہیں وہ بھی ہمیشہ ان کے لئے محفوظ ہو جاتا ہے۔ زمین اسے بھی نہیں گلاتی اور نہ بوسیدہ کرتی ہے۔ وہ بھی اسی طرح محفوظ رہ جاتا ہے لہذا یہ کہنا کہ مر کے مٹی ہو جاتے ہیں یہ حماقت ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کی گھوڑی

میں عرض کروں کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام گھوڑی پر سوار

ہوکر فرعون کے گھوڑے کے آگے چل پڑے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ جبرائیل تو جا۔ موسیٰ کلیم تو پار ہو گئے بنی اسرائیل بھی پار ہو گئے یہ فرعون اکڑ کر کھڑا ہو گیا اس کا لشکر بھی وہیں رک گیا ہے اور آج انہیں غرق کرنا ہے موسیٰ کلیم کے دشمن کو ان کی آنکھوں کے سامنے تباہ کر کے ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہے۔ لہذا تو گھوڑی پر سوار ہو کر جا۔ گھوڑے کے آگے اسے لگا دے گھوڑا، گھوڑی کو دیکھ کر چھلانگ لگا دے گا اور فرعون کو چھلانگ لگاتے دیکھ کر اس کی قوم بھی چھلانگ لگا دے گی۔ تو اس طرح انہیں غرق کر دیا جائے گا۔ اب جبرائیل امین علیہ السلام گھوڑی پر سوار ہو کر آگے لگے گھوڑے نے لگام چیری اور بناوٹی خدا مجبور ہو گیا اپنے گھوڑے کی لگام بھی قابو نہ رکھ سکا وہ اندر داخل ہوا۔ فوج نے سمجھا ہمارا خدا اپنے ارادے سے اندر جا رہا ہے یہ نہیں پتہ تھا کہ وہ تو گھوڑے کے ہاتھوں مجبور ہے اس کی لگام نہیں قابو کر سکتا جب درمیان میں آئے غرق کر دئے گئے ایک گھوڑی پار نکلی سوار پار نکلا۔ جہاں گھوڑی سم رکھتی ہے جگہ بنجر ہوتی ہے جب سم اٹھاتی ہے تو سبزہ نکل آتا ہے سامری دیکھ کر حیران ہوا موسیٰ کلیم علیہ السلام کی قوم کا جادوگر دیکھ کر حیران ہوا یہ گھوڑی کیسی ہے؟ یہ سوار کیسا ہے؟ جہاں سم رکھتی ہے پہلے وہ زمین مردہ ہوتی ہے بنجر ہوتی ہے جب یہ سم اٹھاتی ہے وہ زندہ ہو جاتی ہے اس میں سبزہ اگ آتا ہے تو وہ کہتا ہے بَصُرۡتُ بِمَا لَمۡ یَبۡصُرُوۡا بِهٖ لوگوں نے نہ دیکھا نہ سمجھا میں نے دیکھا فَقَبَضۡتُ قَبۡضَةً مِّنۡ اَثَرِ الرَّسُوۡلِ تو میں نے اللہ کے بھیجے ہوئے اس فرشتے کی گھوڑی کے سموں سے لگنے والی اس مٹی کی مٹھی بھر لی۔ محفوظ کر لیا۔ پھر کیا ہوا۔ سونے کا بچھڑا بنایا۔ اس کے منہ میں وہ مٹی ڈالی تو وہ بچھڑا زندہ ہو گیا سچ مچ کا بچھڑا بن گیا اب ذرا توجہ فرمائیں! جبرائیل امین علیہ السلام گھوڑی پر سوار

ہیں ہم زمین پر لگتا ہے وہاں سے مٹی اٹھائی گئی تو سونے کے بچھڑے کے منہ میں ڈالی گئی وہ زندہ ہو گیا جب اتنے دور کے واسطوں سے جبرائیل امین کے ساتھ تعلق رکھنے والی مٹی کی شان یہ ہو کہ وہ مردوں کو زندہ کردے بے جان کو جاندار بنادے تو جن دلوں کے اندر اللہ کا ڈیرا ہو گا وہ دل کیوں نہ زندہ ہوں گے۔ وہ بدن کیوں نہ زندہ ہوں گے وہ زندہ جاوید بن جاتے ہیں ؎

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت ست بر جریدہ عالم دوام ما

چالیس سال کے بعد شہدائے احد کے مزارات کو کھولا گیا تو سب حضرات کے جسم تازہ تھے۔ قبریں کھودتے ہوئے حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے ٹخنے پر بیلچہ لگ گیا تو تازہ خون نکلنا شروع ہو گیا۔ حضرت عمرو بن جموع رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو ران پر زخم آیا تھا ہاتھ اوپر کس کے باندھ دیا گیا تا کہ خون رک جائے اسی حالت میں ان کو دفن کر دیا گیا اور چالیس سال کے بعد جب پٹی کھولی گئی۔ ہاتھ اٹھایا گیا تو ران سے تازہ خون برآمد ہونے لگ گیا۔ حضرات! آپ غور فرمائیں ایک موٹے تازہ فربہ آدمی کو کوٹھڑی میں بند کر دیں جہاں نہ ہوا کا گذر ہو، نہ روشنی کا، نہ پانی دو، نہ روٹی دو، دس دن کے بعد دروازہ کھولو وہ مردہ ہاتھ آئے گا یا زندہ تمہیں دستیاب ہو گا۔ ظاہر ہے مر چکا ہو گا۔ خشک لکڑی ہو چکا ہو گا وہ سارا موٹاپا وغیرہ ختم بس ایک لکڑی کی طرح سوکھا ہوا ڈھانچہ تمہیں ملے گا یہ تو صورت حال ہے ایک زندہ آدمی کی جسے کوٹھڑی میں بند کر دیا گیا۔ مگر قبر کی گہرائی میں منوں مٹی کے نیچے چالیس سال سے وہ ہستیاں موجود ہیں اور آج بھی ان کی رگوں کے اندر اسی طرح تازہ خون گردش کر رہا ہے تو ماننا پڑے گا کہ ان کے جسم بھی زندہ جاوید بن جاتے ہیں۔

اولیاء کے اجسام زندہ کیسے ؟

میرے بھائیو! ایک یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ خوراک نہ ملے وہ زندہ کیسے رہ سکتے ہیں؟ ان کے بدن میں خون کیسے رہ سکتا ہے؟ وہ خون گردش کیسے کرسکتا ہے؟ وہ تازہ کیسے رہ سکتا ہے؟ وہ تو کالا ہو جانا چاہئے! جم جانا چاہئے بدبودار ہو جانا چاہئے بات یہ ہے کہ جس روح نے اس بدن کی محنت سے، مجاہدوں سے، ریاضتوں سے بلکہ اس کی شہادت سے اس کے ٹکڑے ہونے سے یہ درجہ پایا کہ وہ اللہ رب العزت کے ہاں مقبول ہوا ابدی حیات پا گیا اسے مردہ کہنا حرام ہوا اس کے بارے میں مردہ ہونے کا تصور حرام ہوا۔ "عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ" کا اعزاز اسے ملا کیا وہ اتنا بے لجا ہے اتنا بے وفا ہے کہ جس بدن کی قربانیوں کی بدولت اسے یہ نعمتیں ملی ہیں۔ اسے یہ سہولیات ملی ہیں اس کو یہ راحتیں ملی ہیں اس کو یہ عزتیں ملی ہیں۔ اس بدن کو بھلا ہی دے۔ خود نعمتیں کھائے گا اس بدن کو حصہ نہیں دے گا؟ لوگ کہتے ہیں نہیں جی! مثالی بدن آجاتا ہے۔ اور بدن آجاتا ہے جنت سے تو روح اس میں داخل ہو کر جنت کی نعمتیں کھاتا ہے بڑا عجیب انصاف ہو گیا کہ محنت کی اس بدن نے۔ ٹکڑے یہ ہوا۔ مجاہدے اس نے کئے۔ شب بیداریاں اس نے کیں۔ ناک ماتھے اس نے رگڑے اور جب انعام دینے کا وقت آیا تو دوسرے بدن کو بلا لیا گیا کہ انعام تو لے یہ کونسا انصاف ہے؟ تو ماننا پڑے گا کہ اگر روح کو ایک نیا بدن، نیا لباس دے بھی دیا گیا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس کی بدولت وہ اس مقام پر پہنچا اسے بھلا دیا جائے۔ نظر انداز کر دیا جائے تو روح جو نعمت جنت کے اندر اس بدن کے وسیلے سے کھائے گا وہ اسی نعمت کو اپنے اصلی بدن میں بھی پہنچائے گا۔ اور اسی نعمت کے پہنچنے کی بنا پر، ان غذاؤں

کے پہنچنے کی بنا پر یہ قبر میں زندہ بھی ہوتا ہے اسی میں خون بھی پیدا ہوتا ہے اور اس کی رگوں میں گردش بھی کرتا ہے جو خدا اس پر قادر ہے کہ حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بند کوٹھڑی میں جس کی نہ کھڑکی کھلی نہ روشن دان کھلا نہ دروزاہ کھلا سب کچھ بند ،اس کوٹھڑی میں جنت کے میوے، جنت کی نعمتیں پہنچا سکتا ہے وہ خدا قبر والے اپنے اس مقبول بندے کو جو اس کے نام پر اپنی جان کی بازی لگا گیا اسے خوراک کیوں نہیں مہیا کر سکتا؟ میرے بھائیو! مولوی اشرفعلی تھانوی نے بھی لکھا جمال الاولیاء میں لیکن وہ مترجم ہے اس کی اپنی تصنیف نہیں۔ اصل طبقات الکبری کے اندر، حضرت امام عبدالوہاب شعرانی علیہ الرحمۃ نے یہ بات لکھی ہے اس نے وہاں سے نقل کی ہے۔ حضرت شیخ محمد حنفی، شمس الدین ان کا لقب ہے یہ وہ ہستی ہیں جن کے بارے میں علامہ شامی کہتے ہیں "صَرَّفَهُ اللّٰهُ فِى الدَّارَيْن" اللہ نے ان کو دونوں جہانوں میں تصرف کی طاقت عطا کی وَاَنْطَقَهُ بِالْمُغَيَّبَاتِ۔ اللہ نے غیب کی باتیں ان کی زبان پر جاری فرمائیں۔ "وَخَرَقَ لَهُ الْقَوَاعِدَ وَقَلَّبَ لَهُ الْاَعْيَان" اللہ نے خرق عادات اور کرامات کا انہیں مالک بنا دیا اور وہ چیزوں کی حقیقتیں بدلانے پر قادر تھے۔ وہ شیخ محمد حنفی بایں معنی ہیں کہ حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے مقلد تھے پیروکار تھے اور جنات کو مذہب حنفی کی تعلیم دیتے تھے۔ جن ان کے پاس آ کر پڑھتے تھے اور آپ مذہب حنفی کے مطابق ان کو تعلیم دیتے تھے تو وہ جب دستر خوان پر بیٹھے ہوتے اور کسی مرید کے بارے میں سوچتے کہ وہ سینکڑوں میل دور ہے اور یہ دعوت بڑی اچھی ہے کھانا بڑا اچھا ہے یہ اس کے پاس پہنچنا چاہیے تو وہ لقمہ اپنے منہ ڈالتے مرید کی نیت پر۔ چلا مرید کے پیٹ میں جاتا سینکڑوں میل کی مسافت کے باوجود لقمہ اپنے منہ میں

ڈال رہے ہیں لیکن وہ پہنچ مرید کے منہ میں رہا ہے وہ مرید آ کے بتلاتا کہ فلاں دن
اتنے بجے میرا پیٹ کھانے سے پر ہو گیا بڑا لذیذ کھانا میرے اندر محسوس ہوتا تھا۔ تو پیر
کا بدن الگ ہے۔ مرید کا بدن الگ ہے مگر مرید ہونے کے باوجود جو روحانی تعلق قائم
ہوا جو قلبی نسبت قائم ہوئی اسکی بدولت پیر کے بدن کو مرید کے بدن سے یہ نسبت قائم
ہوگئی کہ لقمہ ڈالتے اپنے منہ میں ہیں جاتا مرید کے پیٹ میں ہے اگر خواجہ محمد حنفی شمس
الدین، دنیا کے اندر یہ کرامتیں ظاہر کر سکتے ہیں کہ اپنے منہ میں لقمہ ڈالیں اور چلا مرید
کے پیٹ میں جائے۔ تو جس روح کو اس ولی کے مجاہدوں اور ریاضتوں کی بدولت
اس شہید کی قربانیوں کی بدولت یہ مقام ملا ہے۔ وہ مثالی بدن میں آ بھی کیوں نہ جائے
کیا وہ اس بات پر قادر نہیں کہ وہاں لقمہ اس بدن کے منہ میں ڈالے اور آ قبر والے
بدن کے منہ میں جائے۔ اس لئے اس بدن کے واسطے سے وہ غذائیں ساری قبر کے
اندر پہنچ رہی ہوتی ہیں۔ اور یہ بدن ان غذاؤں کی بدولت زندہ ہوتا ہے تر و تازہ ہوتا
ہے خون پیدا بھی ہوتا رہتا ہے اور اس کی رگوں میں گردش بھی کرتا رہتا ہے چلو اس
بات سے صرفِ نظر کرتے ہیں قطع نظر کرتے ہیں ان کی بات مان لیتے ہیں بدن مٹی
کے ساتھ مٹی ہو گیا روح اور جسم دو چیزوں کا نام ہے وہ دوسری چیز کدھر گئی؟ وہ زندہ
ہے یا نہیں؟ اس میں کوئی طاقت، پاور ہے یا نہیں؟ چلو، اگر کسی کا بدن مٹی سے مل
جائے، مٹی ہو جائے مگر روح زندہ ہو روح آزاد ہو اور روح لوگوں کی امداد کر رہی ہو
لوگوں کی مشکلات حل کر رہی ہو لوگوں کو امدادیں دے رہی ہو ان کے دشمنوں کو تباہ
کر رہی ہو تو کیا کہا جائے گا کہ اس کی روح تو مدد کر رہی ہے وہ آپ تو کوئی نہیں دے
رہا یہ کہنا ٹھیک ہوگا؟ تم کسی آدمی کے منہ پر تھپڑ دے مارتے ہو اس کے دانت ٹوٹ

جاتے ہیں۔ جبڑا ٹوٹ جاتا ہے اس کی ناک ٹوٹ جاتی ہے آنکھیں اڑ کے پرے جا پڑتی ہیں تو وہ کہے گا کہ تم نے ظلم کیا تم کہو نہیں! نہیں! میں نے تو کچھ نہیں کیا میرے ہاتھ نے کیا ہے۔ یہ میرا ہاتھ لگ گیا میں نے تو کچھ نہیں کیا میرے ہاتھ نے کیا ہے تو کیا یہ بہانہ قابل قبول ہوگا؟ تمہارا ہاتھ آپ تصرف نہیں کرتا جب تک تم ارادہ کرو مارنے کا تو اصل پاور کس میں ہے؟ روح میں ہے بدن اس کے لئے آلہ ہے۔ چلو آلہ نہ سہی لباس نہ سہی مگر جب مؤثر حقیقی روح ہے جو زندہ ہے پائندہ ہے تو روح جو امداد کر رہی ہے۔ تو کیا کہا جائے گا کہ وہ ولی امداد نہیں کر رہا۔ روح بھی تو اسی ولی کی ہے اور وہ آزاد ہے وہ امداد کھل کر کر سکتی ہے۔ تو پھر اس روح کی امداد یہ دراصل اسی ولی کی امداد ہے تو یہ بات ذہن نشین رہے۔

علمائے دیوبند کے پیر و مرشد کا نظریہ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ جو علمائے دیوبند کے پیر و مرشد ہیں۔ پیر و مرشد اس لئے بنائے تھے کہ ہماری گاڑی چلتی رہے نام ان کا استعمال کر کے ہم لوگوں میں اپنا بھرم قائم کر لیں ورنہ مریدوں کی راہ اور ہے پیروں کی راہ اور ہے پیر ایک چیز کو جائز کہتا ہے مرید اسے بدعت کہتے ہیں۔ یہ عرس، یہ گیارہویں، یہ چالیسواں، یہ تیجے، یہ ساتے، دعاء بعد الجنازہ وغیرہ یہ میلاد پیر انہیں جائز کہتا ہے مرید بدعت کہتے ہیں اور اگر کہا جائے کہ تمہارا پیر یہ کہہ رہا ہے تو وہ کہتے ہیں پیر جاہل تھا۔ ہم عالم ہیں۔ پیر کو ہم سے مسئلہ پوچھنا چاہئے تھا۔ ہمیں کیا ضرورت ہے پیر سے پوچھنے کی جو شریعت سے بے گانہ ہو گیا وہ حقیقت کی راہیں دکھلا سکتا ہے؟ ایک بزرگ فرماتے ہیں جو حقیقت سے گرے گا اسے طریقت سنبھالے گی جو طریقت سے گرے گا اسے

شریعت سنبھالے گی۔اور جو ہوہی شریعت سے گراہوا وہ تو جہنم کا ایندھن بنے گا وہ خدا رسیدہ کیسے ہوسکتا ہے؟ اور خدارسا کیسے ہوسکتا ہے؟ مگران کا نام استعمال کیا اور اصل میں اپنی بدعات جو تھیں وہ چالو کرنا مقصود تھیں بہر حال یہ ان کے منہ میں ایک ایسی چھچھوندر ہے کہ جو نہ نگلنے کی ہے نہ اگلنے کی ہم صرف اتنا مطالبہ کرتے ہیں کہ جو فتوی ہم پہ لگاتے ہو وہی پیر پر لگاؤ۔ اللہ اللہ خیر سلا!

ہم بدعتی ہیں ان کے فتوی پر عمل کرنے والے تو پھر فتوی دینے والا بھی تو بدعتی ہے نا! تو ان پر فتوی لگاؤ کہ ہمارا پیر بدعتی تھا اور ہر بدعتی گمراہ ہوتا ہے ہر گمراہ دوزخی ہوتا ہے تو پھر یہ فتوی لگ جائے گا کہ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی دوزخی تھے۔ مگر یہ فتوی بھی نہیں لگائیں گے مانیں گے بھی نہیں یہ ایسی ضدی قوم ہے ہٹ دھرم قوم ہے نہ چھوڑتے ہیں ان کو کہ بدعتی ہیں چلو چھوڑ دو اور نہ ان کی بات مانتے ہیں۔ لیکن پیر پر فتوی بھی نہیں لگاتے جو ان کے فتوی پر عمل کریں۔ صرف انہی پر فتوی لگاتے ہیں۔ فیصلہ جج کرے عمل اس پر تارا مسیح کرے کسی کی پھانسی کا حکم جج دے عمل تارا مسیح کرے اگر غلط فیصلہ کیا ہے تو جج مجرم ہے یا تارا مسیح مجرم ہے مجرم تو جج ہے اگر غلط فیصلہ کیا ہے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب نے تو مجرم تو وہ ہیں۔ اشرف علی سیالوی تو اس پر عمل کر رہا ہے وہ مجرم کیسے ہو گیا مگر یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ یہاں الٹی منطق چلتی ہے فتوی دینے والے چھوٹ گئے عمل کرنے والے جو ہیں مجرم ٹھہرا دیے گئے بہر حال حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔ کہ بدن روح کے لئے آستان کی مانند ہے تمہاری آستین کرتے کی الگ ہو جائے تمہارے بازو کی طاقت میں فرق نہیں پڑتا اگر بدن کی آستین روح پر سے الگ ہو جائے تو روح کی حقیقت کو کوئی فرق نہیں پڑتا بدن،

عارف کے لئے بمنزلہ آستین کے ہے۔اس آستین کے الگ ہونے سے تمہارے بازو کو کوئی فرق نہیں پڑتا اگر عارف کا بدن الگ ہو جائے تو عارف کی حقیقت کو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا بلکہ میں عرض کروں گا تم نے اگر ہاتھوں کا زور دکھانا ہو۔کوئی مشقت والا کام کرنا ہو۔کوئی کدال وغیرہ استعمال کرنی ہو کوئی گڑھا کھودنا ہو تو پھر بازوؤں پر سے آستینوں کو لپیٹو گے، سمیٹو گے یا نہیں یہ آستینیں لپیٹ سمیٹ کر پھر کدال پکڑو گے اور گڑھا وغیرہ کھودو گے تو پتہ چلا بازوؤں کی طاقت کے ظہور میں یہ آستینیں رکاوٹ ہیں دوڑنا ہو تو چادر ٹخنوں سے نیچے نہیں رکھو گے۔شلوار نیچے نہیں رکھو گے۔گھٹنوں تک چڑھاؤ گے کیونکہ یہ دوڑنے میں رکاوٹ بن جائے گی تو پاؤں کی طاقت اور زور ظاہر ہونے میں شلوار رکاوٹ، چادر رکاوٹ کشتی لڑنی ہو تو پھر سارے کپڑے اتار کر لنگوٹی باندھ لو گے کیوں؟ یہ کرتا رکاوٹ، چادر رکاوٹ، تو یہ لباس تمہارے بدن کی طاقت کے ظہور میں رکاوٹ ہے اسی طرح جو روح ولی ہے بدن اس کی طاقت کے ظہور میں رکاوٹ ہے اس لئے زندہ ولی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی جتنی کہ وفات کے بعد ولی میں طاقت آجاتی ہے۔اسی لیے قرآن مجید فرماتا ہے۔ "فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْراً" مجھے قسم ہے ان پاک روحوں کی جو میری کائنات کا نظام چلاتے ہیں کونسی روحیں ہیں؟ قاضی بیضاوی، امام رازی، علامہ آلوسی علامہ اسماعیل حقی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی اپنی تصنیفات میں، تفاسیر میں اور شرح مشکوۃ، اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد اولیاء کرام کی روحیں ہیں جو وفات کی صورت میں بدن کی قید سے رہائی پاتی ہیں۔اللہ رب العزت پھر ان کو کائنات کا نظام سونپ دیتا ہے۔اب یہاں علامہ اسماعیل حقی روح البیان والے یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ زندہ تھے تو اتنا نظام ان کے

حوالے نہیں کیا گیا وفات کے بعد کیوں کیا گیا۔ وہ کہتے ہیں وجہ یہ ہے کہ جب بدن کے اندر روح ہو تو بدن کچھ نہ کچھ رکاوٹ بنا رہتا ہے خواہ مجاہدوں، ریاضتوں کے ذریعے اسے جتنا بھی صفاف شفاف کیوں نہ کیا جائے۔ یہ کچھ نہ کچھ رکاوٹ بنا رہتا ہے جب وفات آئی روح بدن سے الگ ہو گیا۔ تو مکمل طور پر رکاوٹیں ختم ہو گئیں اب روح کی طاقت پوری طرح اجاگر ہو گئی۔ اس لئے اللہ اسے کائنات کا نظام سونپ دیتا ہے اس کی مثال دی کہ سورج دوپہر پر ہو کتنا روشن، کتنا چمکیلا کتنا آب وتاب والا مگر ایک باریک سی سفید بدلی اگر آگے آجائے نہ وہ شوخیاں نہ وہ آب وتاب، نہ وہ چمک دمک نہ وہ حرارت، نہ تپش اسی طرح روح ولی کا جو آفتاب ہے یہ بدن اس کے آگے ایک بدلی کی صورت رکاوٹ ہوتی ہے۔ اس آفتاب کے آگے سے وہ بدلی ہٹے اس کی طاقت پوری طرح تب ظاہر ہوتی ہے۔ ولی کی روح کے آفتاب کے آگے سے جب یہ بدن کی بدلی ہٹتی ہے تب ولی کی روح کی طاقت پوری طرح ظاہر ہوتی ہے اس لیے اسے کائنات کا نظام سونپ دیا جاتا ہے۔ تو اگلا عقیدہ یہ تھا کہ فوت شدہ ولی کی طاقت زیادہ ہوتی ہے اس کی امداد زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ اب عقیدہ یہ بن گیا کہ زندہ تو مدد دے سکتا ہے فوت شدہ ولی نہیں مدد دے سکتا یہ اب عقیدہ بن گیا ہے۔ پہلے عقیدہ نہیں تھا۔ تو بہر حال جب روح زندہ ہے اور روح فرشتوں کی طرح نورانی اور طاقتور ہوتی ہے تو پھر وفات کے بعد وہ دنیا کی نسبت زیادہ امداد کر سکتے ہیں بلکہ اسے یوں سمجھئے کہ جو یہاں سے بیٹھے ہوئے اللہ سے عرض کرتے تھے۔ اللہ ان کا کام کر دیتا تھا جو وہ کہتے تھے کسی کے لئے اللہ وہ کر دیتا تھا تو جب اللہ کے دربار میں پہنچ چکے ہوں اور وہاں جا کے عرض کریں گے خدایا! یہ کام کر، مشکل حل کر میری یہ حاجت پوری کر، پھر

اللہ کیوں نہیں مانے گا۔اسی لئے حضرت امام زروق علیہ الرحمة فرماتے ہیں۔کہ میرے نزدیک فوت شدہ کی امداد زیادہ موثر ہے تو شیخ مغرب نے فرمایا۔"آرے زیرا کہ اودر بساط حق ست" تم ٹھیک کہتے ہو کیونکہ وہ اللہ کے دربار میں پہنچا ہوا ہے۔جو یہاں بیٹھ کر اللہ سے کام کرواسکتا تھا وہ اللہ کی بارگاہ میں پہنچ کر کیوں نہیں کام کرواسکتا؟ کیوں نہیں مشکلیں حل کرواسکتا؟ تو بہر حال ولی کی طاقت اس ،محنت ،مشقت ، ریاضت اور مجاہدوں کی بدولت ہے اور اس کے بعد وہ روح ملائکہ کی طرح نورانی بن جاتا ہے اس کی اصلیت نکھر جاتی ہے اور وہ پوری کائنات کے اندر تدبیر اور تصرف کی طاقت کا اللہ کے اذن سے مالک بن جاتا ہے۔

سوالات و جوابات

ایک سوال یہ ہے کہ حدیث پاک ثابت ہے کہ اذا تحیرتم فی الامور فاستعینو ا باهل القبو ر یاباصحب القبور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمة نے فتاوی عزیزیہ کے اندر استعانت کے بارے میں بڑی مفصل بحث کی ہے اورانہوں نے یہ جملہ نقل کر کے کہا ہے کہ وَلَيسَ بِحَدِيث یہ حدیث نہیں ہے اگر چہ یہ بڑا مشہور جملہ ہے لوگوں کے ہاں لیکن حدیث نہیں ہے حدیث ہونا علیحدہ بات ہے لیکن ہے مسلم بات کہ اگر تمہیں کوئی پریشانی لاحق ہو تو پھر قبر والوں سے امداد حاصل کرسکتے ہو۔حدیث نہ ہونے کے باوجود بات صحیح ہے۔حضرت امام شافعی علیہ الرحمة فرماتے ہیں۔ قَبْرُ الْاِمَا مِ مُوسیٰ كَاظِمِ تِرْيَاق "مُجَرَّب" لِاِجَابَةِ الدُّعَآءِ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی مزار پاک ،دعاؤں کی قبولیت کے لیے اثر رکھتی ہے جو سانپ کے ڈسے ہوئے کے لئے تریاق اثر رکھتا ہے

تریاق پہنچا، اثر زائل ہو گیا اور جو بھی حاجت مند امام موسیٰ کاظم کی مزار پر پہنچا اور اس نے دعا کی فوراً اس کی حاجت پوری ہو گئی۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اور شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں ان سے نقل کرتے ہیں:۔ ''ہر کہ استمد اد کردہ میشود باوے درحیات استمد اد کردہ میشود از وے کہ بعد از ممات'' جس سے زندگی میں مدد حاصل کی جاسکتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد لی جاسکتی ہے اس ضمن میں ایک سوال کا جواب عرض کرتا چلوں کہ جب اللہ جیسا قادر موجود ہے شہ رگ سے قریب ہے ارحم الراحمین ہے اس کے ہوتے ہوئے غیر کو پکارنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ غیر سے مدد لینے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ یہ ایک سوال ہے بظاہر بڑا اہم سوال ہے لاجواب سوال ہے۔ مگر حقیقت میں بڑا بے بنیاد سوال ہے کیونکہ اللہ نے عالم اسباب قائم کیا ہے اسباب ومسببات کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے۔ اللہ نے آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا تو قدرت ہے نا پھر ضرورت ہی کیا ہے کہ اس جھنجھٹ کو ہمارے گلے ڈالنے کی بیویاں کرو، شادی کرو، پھر مباشرت کرو، پھر انتظار کرو، استقرار ہوا کہ نہیں ہوا۔ پھر چاہو بیٹا تو کبھی بیٹی ہو جاتی ہے چاہو لائق تو نالائق پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس چکر میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہر ایک بلا واسطہ پیدا کرتا چلا جاتا اس نے اسباب مسببات کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے بدر کی جنگ میں مدد اللہ نے دی لیکن فرشتے بھیج کے دی آپ نہیں دی براہ راست فرشتے بھیج بھیج کے مدد دی ہے تو پتہ چلا ظاہری طور پر مدد یا باطنی طور پر مدد دے اگر ظاہری طور پر دے گا تو انسانوں کے ذریعے اور باطنی طور پر دے گا تو روحانیوں کے ذریعے، فرشتوں کے ذریعے تو اس نے اسباب کا ایک سلسلہ قائم کر رکھا ہے۔ لہذا جس طرح باقی چیزوں میں اسباب کو اختیار کرتے ہو

یہاں کیوں اسباب کو نظر انداز کرتے ہو۔ بیماری یہاں آئے تو ڈاکٹر کے پاس، طبیب کے پاس دوڑ کے جاتے ہو اگر وہی مریض بیچارہ کسی طبیب، ڈاکٹر کے پاس نہ جائے کسی ولی کے پاس چلا جائے پھر شرک کا فتوی کیوں لگتا ہے؟ وہ سبب مادی ہے یہ سبب روحانی ہے، وہ دوائیں دیں گے یہ دعائیں دیں گے اور وہ فیس وصول کریں گے یہ مفت میں نگاہ کرم کر کے اسے فیضیاب کر دیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے پاس ستر ستر ہزار مریض روز جاتا ہے اندھے ہیں ہاتھ پھرتا ہے۔ آنکھ مل جاتی ہے کوڑھی ہے ہاتھ پھرتا ہے کوڑھ دور ہو جاتا ہے۔ برص کے مریض ہیں ہاتھ پھرتا ہے وہ داغ دور ہو جاتے ہیں بلکہ جب ہزاروں مریض اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ ہاتھ نہیں پھیر سکتے موقع نہیں ملتا تو وہ کپڑا بھیج دیتے ہیں یہ کپڑا پھیرتے جاؤ شفا پاتے جاؤ تو جس طرح مادی اسباب سے استمداد جائز ہے ان کا استعمال کیا جائے وہ جائز ہے تو ولی نبی کو بھی روحانی سبب سمجھ کر اللہ کا پسندیدہ اور محبوب وسیلہ سمجھ کر استعمال کیا جائے یہ کیوں ناجائز ہے۔ اسی لئے امام اہل سنت فرماتے ہیں ۔

حاکم، حکیم داد و دوا دیں، یہ کچھ نہ دیں   مردود یہ مراد کس آیت خبر کی ہے

نقصان ہو جائے۔ چوری ہو جائے ڈاکہ پڑ جائے تو حاکموں کے پاس فریادیں لے کر جاتے ہو بیماری ہو تو حکیموں کے پاس وہ دے سکتے ہیں اللہ والے کچھ نہیں دے سکتے یہ کیا فرق کر دیا گیا ہے۔ ایک حوالہ اس ضمن میں مزید ذہن میں رکھیں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ تم جنگل میں جا رہے ہو تمہاری سواری بھاگ گئی تم اترے نماز پڑھنے کے لئے گھوڑی باندھی وہ رسہ توڑ کے بھاگ گئی ہے گدھی پر سوار تھے وہ باندھی اور تم نماز پڑھنے لگے وہ بھاگ گئی۔ تمہارے کھانے پینے کا سامان

لے کر دوڑ گئی اب تم تھکے ہارے ہو پہنچ نہیں سکتے پکڑ نہیں سکتے تو پھر اللہ سے نہ کہو خدایا ! میری گھوڑی کو پکڑ نا۔ میری گدھی کو سنبھالنا بلکہ یوں کہو:۔ یَاعِبَادَ اللّٰهِ اَعِیْنُوْنِیْ یَاعِبَادَاللّٰهِ اِحْبِسُوْا" اے اللہ کے بندو! میری امداد کرنا۔ اے اللہ کے بندو! میری مدد کرنا۔ میری سواری کو روکنا پھر میں پوچھتا ہوں ان ہستیوں سے جو یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بڑا زور آور، قادر، قدیر، مقتدر پھر شہ رگ سے قریب پھر ارحم الرحمین تو گھوڑی کے لئے اسے کیوں نہ کہا جائے؟ گدھی روکنے کے لئے اسے کیوں نہ کہا جائے؟ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔ اللہ کے بندوں کو پکار کر کہو اے اللہ کے بندو! تم میری مدد کرو، تم میری سواری کو روکو اس کا مطلب یہ ہوا کہ باقی ساری امدادیں تو اللہ کر سکتا ہے مگر گھوڑی کو نہیں پہنچ سکتا اسے نہیں روک سکتا گدھی کو نہیں پہنچ سکتا اسے نہیں قابو کر سکتا انہیں اللہ کے بندے ہی قابو کریں گے اللہ کے قابو میں یہ نہیں آسکتی۔ تو پتہ چلا کہ جس طرح مادی اور ظاہری اسباب ہیں اسی طرح روحانی اور باطنی اسباب بھی ہیں جن کا اللہ رب العزت نے ہی حکم دے رکھا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعلیٰ حضرت کی مخالفت کیوں؟

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلِهٖ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَةِ وَاللِّوَآءِ الَّذِی دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلَیْهِ رَبُّهٗ مَااَوْحٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی اَحْمَدَالْمُجْتَبٰی الَّذِی کَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الْکُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِیْنَ لَهُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِهْدِنَاالصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَاالضَّآ لِّیْنَ○

صَدَقَ اللّٰهُ مَولَانَا الْعَظِیْمُ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْن

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاسَیِّدِی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ۔ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِی یَاحَبِیْبَ اللّٰهِ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْن .وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ۔

صاحب صدر گرامی قدر! حضرات مشائخ عظام! علماء کرام! بزرگو! بھائیو! عزیزو، دوستو! میں سب سے پہلے اس مقدس محفل میں بیٹھ کر اس انداز میں تقریر کرنے

سے معذرت خواہ ہوں۔لیکن میں اعصابی مریض ہوں اور کھڑے ہو کر تقریر کرنا یا سید ھے بیٹھ کر تقریر کرنا میرے لئے مشکل ہے اور امید ہے کہ آپ حضرات دعا فرمائیں گے اللہ رب العزت مجھے صحت عطا فرمائے اور اپنے دین پاک کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اختلاف کی حقیقت

جہاں تک وہ موضوع، جس کے متعلق حضرت قبلہ علامہ مجددی صاحب اعلان فرمار ہے تھے میرے ذمہ لگایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت حضرت مولانا احمد رضا خان مجدد برحق رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ علماء دیوبند کا اختلاف کیوں ہے؟ اس ضمن میں میں نے جو عرض کرنا ہے وہ یہ ہے کہ جہاں تک مسائل کا تعلق ہے میری ناقص رائے یہ ہے کہ مسائل کی رو سے کوئی اختلاف نہیں۔آگے اس اختلاف کی بنیاد پھر کیا ہو سکتی ہے؟ وہ آپ خود ہی اندازہ لگا سکیں گے۔ مجھے وہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ چند ایک مسائل جو آج کل مروج ہیں آپ انہیں دیکھتے چلے جائیں اور اکابر علماء دیوبند کی تصانیف دیکھتے چلے جائیں تو جو عقیدہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہی عقیدہ ادھر موجود ہے اگر ان عقائد کی بنا پر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمۃ اللہ علیہ نا قابل برداشت ہیں تو پھر علماء دیوبند کیوں قابل برداشت ہیں؟ اور اگر ان عقائد کے باوجود ان کے مجدد ہونے میں، حکیم الامت ہونے اور قاسم العلوم والخیرات ہونے میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا تو پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کیا قصور ہے کہ ان کو نا قابل برداشت سمجھا گیا ہے اور مشرق سے مغرب تک پوری دنیائے دیوبندیت جو ہے وہ ان کے خلاف شور وشر برپا کئے ہوئے ہے تو عقل کی رو سے، دیانت کی رو سے کسی طرح بھی ان کے ساتھ اختلاف کا جواز باقی نہیں رہتا

مسئلہ نور

آیئے! سب سے پہلے نور والے مسئلہ پر آپ حضرات غور فرمائیں۔کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نور تسلیم کرنا یہ کوئی ایسا انفرادی مسئلہ نہیں ہے کہ صرف اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کو اختیار فرمایا ہو اور ان کے علاوہ کسی عالم نے اس مسلک اس نظریہ اور اس عقیدہ کو نہ اپنایا ہو بلکہ علماء دیوبند میں سے مولوی قاسم نانوتوی ہوں، مولوی رشید احمد گنگوہی ہوں یا مولوی اشرفعلی تھانوی ہوں وہ سبھی اس نظریہ کے حامل، اس کے قائل اور کتابوں میں اس کی تصریح کرتے ہوئے ہمیں نظر آتے ہیں تو ایسی صورت میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اس مسئلہ کے اندر کوئی انفرادی پہلو اختیار کئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہی چیز ہے جو خود علمائے دیوبند کے نزدیک مسلم ہے مولوی اشرفعلی تھانوی نے نشر الطیب کے اندر مستقل عنوان قائم کیا ہے "پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں" اور ساتھ روایات اس کے تحت درج کر رہے ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت موجود تھے جب لوح وقلم نہیں تھی عرش وکرسی نہیں تھے اور جنت ودوزخ نہیں تھے اور انسان، جن، فرشتے نہیں تھے۔ غرضیکہ کائنات عالم کی کوئی چیز نہیں تھی جب کہ سرکار دوعالم نے فرمایا کہ جب حضرت آدمؑ کے روح وجسم کا تعلق ابھی برقرار نہیں ہوا تھا بلکہ نہ ان کا روح پیدا کیا گیا تھا نہ جسم وجود میں آیا تھا نبی پاک فرماتے ہیں میں اس وقت تاج نبوت پہنے ہوئے تھا یہ روایات بھی نشر الطیب میں موجود ہے اور یہ بھی موجود ہے امام زین العابدین اور حضرت امام حسین اور حضرت علی کے حوالے اور روایت سے منقول ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کا ابھی خمیر تیار ہو رہا تھا کہ اس سے چودہ ہزار سال پہلے میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں نوری صورت

میں موجود تھا الغرض روایات کا استقصاء مقصود نہیں عرض یہ کرنا مقصود ہے کہ یہ روایتیں اشرفعلی تھانوی نے آپ لکھی ہیں اور ان روایات کو لکھ کر یہ دعوی ثابت کیا ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔

بیٹا باپ سے پہلے کیسے ؟

آج جو دیوبندی مرد میدان بنے پھرتے ہیں ان کا دعوی یہ ہے کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ باپ تو بعد میں پیدا ہوا اور بیٹا پہلے ہو جائے یہ عقل تسلیم نہیں کرتی حضرات غور فرمائیں اگر یہ اعتراض بجا ہے تو صرف اعلی حضرت پر تو یہ اعتراض نہیں ہے اس میں تو اشرفعلی تھانوی بھی آتے ہیں مولوی قاسم نانوتوی بھی آتے ہیں۔رشید احمد صاحب گنگوہی بھی اس اعتراض کا نشانہ بنتے ہیں۔تو صرف اعلیٰ حضرت بریلوی ہی پر برسنے کا پھر کیا جواز نکل سکتا ہے؟ آیئے! میں ذرا اس نکتے کی وضاحت کے لئے ایک طالبعلم کی حیثیت سے بات کرتا چلوں کہ باپ بعد میں پیدا ہوا اور بیٹا پہلے ہو جائے اگر یہ عقلاً ناممکن ہے تو بقول ان کے وہ روایات، وہ احادیث، خواہ ترمذی کی ہوں یا مستدرک کی ہوں یا طبرانی کی یا جس کتاب کی بھی ہوں وہ قابل قبول نہیں کیونکہ عقل کے خلاف ہیں۔میں ذرا اس کی وضاحت چاہوں گا کہ آیا حدیث مقدم ہے یا ہمارا عقل مقدم ہے پہلے کتاب ہے پھر سنت ہے پھر اجماع ہے پھر قیاس ہے جب حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہے تو قیاس کی رو سے حدیث کو رد کرنے کا کوئی جواز نہیں پھر اس کے علاوہ چودہ سو سال سے جن اکابر کا یہ نظریہ چلا آرہا ہے گویا نعوذ باللہ ان میں تو عقل تھی ہی نہیں صرف آج پندرہویں صدی کے اندر ان میں عقل آیا ہے اور یہ فیصلہ دے رہے ہیں کہ یہ حدیث خلاف عقل ہے لہذا قابل قبول نہیں اس کے ساتھ میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے

نزدیک بلکہ آپ سب فرمائیں گے اور مانیں گے کہ عقلی طور پر یہ چیز جائز ہے کہ بیٹا پہلے موجود ہے اور باپ بعد میں ہو یہ چیز ثابت ہو جائے گی۔ کہ عقلاً یہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ بالفعل ایسا ہوتا رہتا ہے کہ بیٹے پہلے ہوئے ہیں اور باپ بعد میں یہ سمجھنے کا فرق ہے جب تک حیثیات کا فرق نہیں نکالا جائے گا یہ الجھن باقی رہے گی جب حیثیات کا فرق اور امتیاز سامنے آجائے گا یہ الجھن ختم ہو جائے گی۔ آپ غور فرمائیں ہمارے ماں باپ جو ماں باپ ہیں تو ہمارے جسم کے ماں باپ ہیں ہمارے روح کے تو نہیں پھر اس پر غور فرمائیں کہ ہمارے ماں باپ کے ملاپ سے، ان کے ملنے سے ہمارا روح نہیں پیدا ہوا ہمارا جسم پیدا ہو گیا تو اگر کسی کے باپ انیس سو ایک میں پیدا ہوا۔ بیٹا انیس سو چالیس کے اندر پیدا ہوا تو بیٹا جسم کے لحاظ سے اب ہے لیکن روح کے لحاظ سے انیس سو ایک سے، پہلے موجود ہے تو باپ جب روح، جسم سمیت دنیا میں قدم رکھ رہا ہے۔ بیٹا روحانی حیثیت سے اس سے پہلے موجود ہے اگر ہماری دوہری حیثیت ہے ایک حیثیت سے پہلے بھی ہے دوسری حیثیت سے بعد میں بھی ہے تو حضور نورانیت کے لحاظ سے حضرت آدمؑ بلکہ پوری کائنات سے مقدم ہیں۔ لباس بشری کے لحاظ سے صرف حضرت آدمؑ سے نہیں بلکہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی مؤخر ہیں۔ مغالطہ والا پہلو اس میں یہ ہے کہ ولادت تو تھی لباس بشری کے لحاظ سے اس حیثیت کے اوپر دار و مدار رکھتے ہوئے یہ کہہ دیا کہ بیٹا باپ سے پہلے کیسے ہو سکتا ہے؟ ہم مقدم بشریت کے لحاظ سے نہیں مانتے وہ تو کہتے ہیں کہ حضرت آدمؑ سے پہلے کس طرح ہوئے؟ ہم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ کے بھی بعد پیدا ہوئے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھی بعد پیدا ہوئے لیکن حیثیتیں الگ الگ ہیں۔ بشری لباس کے لحاظ سے الگ حکم ہے اور حقیقت کے لحاظ سے الگ حکم ہے۔

نورانیت اور بشریت جمع

حضرات محترم! اسی ضمن میں یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا جاتا ہے کہ ذوی العقول تین قسم ہیں تین نوع ہیں انسان ہے فرشتے ہیں جن ہیں تو نبی کو کس صنف میں داخل کرتے ہو کس قسم میں داخل کرتے ہو۔ کس نوع میں داخل کرتے ہو تا کہ یہ فیصلہ ہو جائے اور اختلاف ختم ہو جائے کہ وہ کس جنس، کس قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ تو میں عرض کروں گا لباس بشری کے لحاظ سے پوچھتے ہو یا حقیقت کے لحاظ سے پوچھتے ہو؟ لباس بشری کے لحاظ سے پوچھو تو عالم بشریت کی جان ہیں۔ حقیقت نوریہ کے لحاظ سے پوچھو تو عالم نور کی جان ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال عرض کروں جگنو ہوتا ہے یہ حیوانات کی جنس سے ہے یہ پتنگوں کی صنف سے ہے لیکن نور بھی اس میں موجود ہے یا نہیں؟ کبھی کسی مولوی نے یہ بحث نہیں کی کہ یہ کس جنس سے تعلق رکھتا ہے نور ہے تو حیوان نہیں ہو سکتا حیوان ہے تو نور نہیں ہو سکتا یہاں یہ بحث نہیں ہے یہاں نور بھی تسلیم کیا جا رہا ہے اور اس کو حیوان بھی تسلیم کیا جا رہا ہے تو میں کہوں گا اگر جگنو کے اندر حیوانات اور پتنگوں والی خصوصیات اور نور جمع ہو سکتے ہیں تو ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں بشریت کے تقاضے بھی اور نورانیت کے سارے تقاضے بھی اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اس میں کیا حرج ہے؟ آیئے! ایک اور چیز پر غور کریں آنکھ ہمارے اندر بھی ہے علمائے دیوبند کے ہاں بھی آنکھ ہے یہ چربی سے بھی بنی ہے اور اس میں نور بھی موجود ہے تو ہماری چربی کا ایک ڈھیلا اس کے اندر جو نور موجود ہے یہاں بشریت، جسمانیت، مادیت اور نورانیت جمع ہو سکتے ہیں۔ تو جو انسان عین وجود ہے[1] اس کے اندر بشریت

نور بلا تشبیہ و بلا مثال

---

[1] انسان بمعنی پتلی ہے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام وجود کی آنکھ کی بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اور نورانیت جمع ہو جائیں تو اس میں کونسا اختلاف ہے؟

والدین بشر، بیٹا نور کیسے؟

حضرات محترم! یہ بھی اعتراض ہے اعلیٰ حضرت پر اور ہم اہل سنت پر کہ ماں بشر ہو، باپ بشر ہو اس میں سے نور کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ یہ کیونکر ممکن ہے؟ تو میری اس پہلی گذارش کے پس منظر میں یہ عقدہ بھی کھل جائے گا کہ حضرت عبداللہ ابا ہیں حضور کی نورانیت کے نہ حضرت آمنہ امی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت کی جو لباس بشری ہے وہ ان کی وجہ سے ہے اور جو حقیقت نور یہ ہے وہ تو پہلے سے تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں ودیعت رکھی گئی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں کہ اَھۡبَطَنِیۡ فِیۡ صُلۡبِہٖ کہ اللہ نے مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت میں رکھ کر زمین پر اتارا وَلَمۡ یَزَلۡ یَنۡقُلُنِیۡ مِنَ الۡاَصۡلَابِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الۡاَرۡحَامِ الطَّاھِرَۃِ ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل فرماتا رہا۔ حَتّٰی اَخۡرَجَنِیۡ مِنۡ بَیۡنِ اَبَوَیَّ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے والدین میں سے پیدا کیا تو مادہ نوری اس وقت سے موجود ہے اب یہ لباس بشری جو ہے وہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے آرہا ہے اس لئے ماں بشر، باپ، بشر سہی لیکن جو پیدا ہو رہے ہیں وہ نور پیدا ہو رہے ہیں لیکن ایک بات اور بھی غور طلب ہے کہ یہ جو آنکھ کا نور ہے یہ بھی تو اسی ماں باپ کے اسی نطفہ سے ہی پیدا ہوا ہے۔ یہ کہاں سے آیا ہے؟ اسی ماں باپ کے نطفے سے یہ نور پیدا ہوا ہے یا

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ:۔ پتلی ہیں کہ جس طرح آنکھ کی روشنی کا دارومدار پتلی پر ہوتا ہے اس طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدار عالم وجود اور مرکز کائنات ہیں۔ ۱۲ رضوی غفرلہٗ

کسی اور جگہ سے پیدا ہوا ہے جو ہمارے ماں باپ کے غلیظ مادہ سے یہ آنکھوں کا نور پیدا کر سکتا ہے وہ حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسی پاک ہستیوں سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو بھی پیدا کر سکتا ہے۔

مشرکین اور ہم میں فرق

ایک اعتراض ہم پر یہ بھی ہے کہ مشرک بھی کہتے تھے نبی نور ہونا چاہئے بریلوی بھی کہتے ہیں نبی نور ہونا چاہئے مطالبے دونوں کے ایک جیسے ہیں۔نظریات دونوں کے ایک جیسے ہیں لیکن عرض کروں مشرک تو یہ کہتے تھے بشر نہیں ہونا چاہئے نور ہونا چاہئے ہم کہتے ہیں جو بشر آئے وہ نور بھی ہونا چاہئے خالی بشر نہیں ہونا چاہئے اس لئے مشرکین کے مطالبے میں اور ہمارے عقیدے میں بہت بڑا فرق ہے ان کے سامنے جو ہستیاں آئیں انہوں نے کہا یہ بشر ہیں یہ نور نہیں ہو سکتے نور کو اللہ، رسول بنا کر بھیجے تب ہم اس کی اطاعت اور اتباع کریں گے۔لیکن ہمارا نظریہ یہ ہے کہ جو بھی آئے لباس بے شک اس کا بشری رہے۔لیکن باطن اس کا نور ہونا چاہئے کیوں؟ وہ ہمیں خدا تک واصل کرنے آرہا ہے تو اسے برزخ بننا چاہئے اسے واسطہ بننا چاہئے اسے ذوجہتین ہونا چاہئے ادھر بھی مناسبت ہو ادھر بھی مناسبت ہو وہ ہم جیسا ہو گا تو ہماری اللہ تک رسائی کرا سکے گا وہ تو آیا ہے ہمارا ہاتھ پکڑ کر خدا سے ملانے جو ہمارے جیسا ہے وہ ہمیں ادھر ملا نہیں سکتا تو رسول وہ ہونا چاہیے جو ادھر بھی ملے ادھر بھی ملے ادھر بھی مناسبت، ادھر بھی مناسبت، اس مناسبت سے ادھر سے فیض لے ادھر جو مناسبت ہو اس کے ساتھ ادھر فیض دیتا رہے۔قاضی بیضاوی علیہ الرحمۃ نے بیضاوی شریف کے اندر اس گتھی کو سلجھاتے ہوئے ایک مثال ذکر کی ہے وہ یہ ہے کہ

گوشت میں خون رواں دواں ہوتا ہے اور ہڈی کو بھی غذا کی ضرورت ہوتی ہے۔لیکن ہڈی ٹھوس اور سخت ہے پتھر کی مانند ہے جب کہ گوشت نرم،لطیف،ملائم ہے تو ہڈی اور گوشت میں مناسبت نہیں تھی ۔ جب مناسبت نہ ہوتو قانون قدرت یہ ہے کہ نہ فیض لیا جا سکتا ہے نہ دیا جا سکتا ہے تو اللہ نے اس گتھی کو سلجھایا کیسے؟ہڈیوں کے سرے ایسے ملائم بنا دیے نرم بنا دئے جو صورت میں تو ہڈی کی طرح اور نرمی کی وجہ سے غذا گوشت سے وصول کرتے رہے اور صوری مناسبت کے تحت وہ ہڈی کو غذا مہیا کرتے رہے۔

اس نظیر کی اور اس مثال کی مطابقت دیکھیں انبیاء کرام تشریف لائے رسل تشریف لائے اللہ رب العزت اور ہمارے درمیان کوئی مناسبت نہ تھی اللہ رب العزت نے فیض دینا تھا اور وہ نور مطلق ہے وہ تقدس ہے سراپا تقدس ہے ہم خاکی پتلے ہیں ہم مادی ہیں ہم ظلمانی ہیں لہذا رسول ذوجہتین بن کر آگئے دوہری حیثیتوں کے مالک بن کر آگئے باطن اُس جہت کے مناسب تھا ظاہر اِس جہت کے مناسب تھا باطنی مناسبت سے فیض لیتے گئے اور ظاہری مناسبت سے فیض دیتے گئے۔

حضرات محترم!ایک بات اور اس میں قابل غور ہے وہ تو کہتے ہیں کہ مشرک یہ سمجھتے تھے کہ نبی نور ہوتا ہے بشر نہیں ہو سکتا۔ذرا توجہ رہے!ان کا مطالبہ کیا تھا؟کہ نبی نور ہونا چاہئے بشر نہیں ہونا چاہئے تو وہ یہ کیوں مطالبہ کرتے تھے۔اس لئے کہ ان کی عقل بھی یہ سمجھ نہیں سکتی تھی کہ بشریت اور نورا کٹھے ہو سکتے ہیں اگر مشرک یہ سمجھ سکتے کہ بشریت اور نورا کٹھے ہو سکتے ہیں۔وہ کبھی بھی یہ مطالبہ نہ کرتے ان کی طرح وہ یہی سمجھتے تھے کہ بشر ہو تو نور نہیں ہو سکتا تھا اور نور ہو تو بشر نہیں ہو سکتا تھا۔تو پھر ان کے نقش قدم پر ہم تو نہیں چل رہے کوئی اور چل رہا ہے ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ لباس بشری میں آنے والے نور

ہو سکتے ہیں۔انہیں بشر بھی مانتے رہو ان کے ماں باپ بھی مانتے رہو، اولاد بھی مانتے رہو میلاد بھی مناتے رہو اور حقیقت میں نور بھی تسلیم کرتے رہو۔ حضرات محترم! رہ گئی بات کہ ظاہر کے لحاظ سے بشر ہیں باطن کے لحاظ سے نور، یہ کس نے لکھا یہ کس کا عقیدہ ہے میں عرض کروں یہی تمہارے گھر کا عقیدہ ہے قاسم نانوتوی صاحب یہی تو کہہ رہے ہیں ؎

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت نہ جانا کسی نے تمہیں بجز ستار

سوائے خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولوا الابصار

یارسول اللہ! تمہارے حسن حقیقت پر۔ تمہارے جمال نبوت پر بشریت کا خول بشریت کا لباس چڑھا رہ گیا لہذا تمہاری حقیقت کو کوئی نہ پہچان سکا ؎

سوائے خدا کے بھلا کوئی تجھ کو کیا جانے تو شمس نور ہے اور شپر نمط اولوا الابصار

تو یہ صرف ہمارا عقیدہ نہیں یہی قاسم نانوتوی صاحب کا عقیدہ ہے بلکہ رشید احمد گنگوہی تو کہتے ہیں کہ نبی پاک کا جسم بھی نور تھا امداد السلوک آپ کے مطالعہ میں ہوگی وہ کہتا ہے کہ یہ بات شہرت سے ثابت ہے کہ نبی پاک کا سایہ نہ تھا اور یہ بات ظاہر ہے کہ وہ جب نور تھے تو پھر سایہ کس چیز کا ہوتا سائے تو جسم کے ہی ہوتے ہیں؟ روح کا تو سایہ پہلے ہی نہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ حضور کے جسم کا سایہ نہ تھا اور یہ بات واضح ہے کہ نور کے علاوہ ہر چیز کا سایہ ہوتا ہے اس نے حضور کی جسمیت کو بھی، آپ کے لباس بشری کو بھی نور تسلیم کرلیا ہے۔ تو پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ساتھ کس بات کا جھگڑا رہ جاتا ہے۔

علم غیب

آیئے! ذرا دوسرے مسئلے پر غور کریں اعتراض یہ ہے کہ علم غیب اللہ تعالیٰ

کے ساتھ خاص ہے اور کوئی نہیں جانتا چونکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ یہ حضور کے لئے مانتے ہیں لہذا شرک بن گیا، وہ دین اسلام سے نعوذ باللہ خارج ہو گئے تو میں عرض کروں نفس علم غیب غیر میں ماننا شرک ہے؟ یا جتنا حضور کا ہے اتنا ماننا شرک ہے؟ اگر نفس علم غیب دوسری جگہ ماننا شرک ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے تو نبی کریم میں مانا تم نے گدھوں میں بھی مانا ہے بچوں میں بھی مانا ہے پاگلوں میں بھی مانا ہے زید، عمرو، بکر کے اندر بھی تسلیم کیا ہے۔ بچوں، پاگلوں، چار پایوں، گدھوں، کتوں میں علم غیب تسلیم کرنا شرک نہیں ہوسکتا تو سید انبیاء اور باعث تخلیق عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں علم غیب تسلیم کرنا شرک کیسے ہوسکتا ہے رہ گیا یہ مسئلہ کہ کلی تسلیم کرتے ہیں جی! کلی مانتے ہیں تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے لحاظ سے کلی نہیں کہتے وہ میرے آپ کے لحاظ سے کلی کہتے ہیں اگر میں یہ کہہ دوں کہ تمہیں کلی جزئی کا بھی پتہ نہیں معنی ہی کلی جزئی کا نہیں آتا تو میں دعوی میں بالکل سچا ہوں گا ان سے پوچھ لیں کلی کتنے قسم ہوتی ہے کلی بحسب الافراد کتنے قسم ہوتی ہے۔ جس کلی کا خارج میں کوئی فرد پایا جانا محال ہو جیسے لاشئی لاموجود لاممکن منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے جس کے افراد خارج میں پائے جانے ممکن ہوں بالفعل کوئی بھی نہ ہو جیسے عنقاء منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے۔ جس کا صرف ایک فرد پایا جائے دوسرا محال ہو جیسے واجب الوجود منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے جس کا ایک فرد پایا جائے دوسرا ممکن ہو لیکن بالفعل نہ ہو جیسے شمس، قمر منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے۔ جس کے صرف سات افراد ہیں کواکب سیارہ منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے۔ جس کے افراد غیر محدود لیکن لاتقفی طور پر پائے جاتے ہیں منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے اور جس کے افراد غیر متناہی بالفعل ہوں منطقی اسے بھی کلی کہتا ہے ان سات قسموں میں سے

اللہ کا علم کونسی کلی ہے۔ وہ الگ کرلو باقی قسموں میں سے کوئی بھی کلی نبی کریم میں مانو کوئی شرک نہیں اب یہ فیصلہ آپ پر ہے کہ اللہ کا علم متناہی ہے یا غیر متناہی ہے غیر متناہی ہے تو لا تقفی [1] ہے یا بالفعل ہے؟ تو جب ساتواں قسم غیر متناہی بالفعل ہے یہ اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ تو نبی کریم کا علم غیر متناہی لاتقفی ہو جائے گا۔ کلی بھی ہے ہمارے لحاظ سے جزئی بھی ہے خدا کے لحاظ سے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ حضور کا سارا علم مکمل ہو گیا بلکہ "قُلْ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا" علم آج بھی بڑھ رہا ہے آج بھی ترقی کر رہا ہے قیامت کے بعد تک کرتا رہے گا لہذا حضور کا علم غیر متناہی لاتقف عند حد ہے۔ چھٹا قسم کلی کا جو ہے وہ اوپر کے لحاظ سے جزئی بھی نچلے افراد کے لحاظ سے کلی بھی ہے۔

حضرات محترم! ہم فرق بیان کرتے ہیں ذاتی عطائی والا وہ بیان کرتے ہیں کلی جزئی والا ذرا اس کے متعلق میں عرض کرنا چاہوں گا۔ کہ جزئی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلیم کرتے ہیں وہ عطائی ہے یا نہیں، ہم ذاتی عطائی والا فرق بیان کرتے ہیں تو ہم پر اعتراض کیا جاتا ہے۔ اور وہ جزئی، کلی والا فرق کر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم کلی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم جزئی ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ جو جزئی حضور کو حاصل ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہے یا ذاتی طور پر ہے اگر وہ بھی اللہ تعالیٰ کی عطاء سے ہے تو جو توجیہ ہم نے کی ہے وہ تم نے تسلیم کر لی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور

---

[1] غیر متناہی لاتقفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے جتنے افراد بھی پائے جائیں۔ وہ محدود ار متناہی ہوں لیکن اس کا سلسلہ ان افراد پر ختم نہ ہو بلکہ غیر متناہی طور پر آگے جاری رہے مثلاً اعداد غیر متناہی لاتقفی ہیں کہ جتنے اعداد بھی شمار کرلو کروڑ، ارب، کھرب وغیرہ وہ متناہی ہی ہوں گے لیکن اعداد کا سلسلہ ان پر ختم نہیں ہوگا بلکہ غیر متناہی طور پر آگے جاری رہے گا اور کسی حد پر جا کر نہیں رکے گا۔ ۱۲ رضوی غفرلہ

حضور علیہ السلام کے علم میں ذاتی ،عطائی کا فرق ہے۔اور تم جو فرق کر رہے ہو وہ کوئی فرق نہیں۔کیوں؟ حضور علیہ السلام کا علم کلی بھی ہے جزئی بھی ہے۔لہذا جزئی وکلی والا فرق کرنا لغو ہے اسکی ضرورت ہی کوئی نہیں اگر ضرورت ہے تو ذاتی وعطائی والے فرق کی ہے جو جزئی تم مانتے ہو وہ بھی عطائی مانتے ہو اور وہ کلی جس معنی کے لحاظ سے ہم تسلیم کرتے ہیں وہ بھی عطائی تسلیم کرتے ہیں اللہ کا ذاتی تسلیم کرتے ہیں لہذا اس میں شرک والا کونسا شائبہ ہے؟ چودھویں رات کا چاند جتنا بھی روشن سہی لیکن وہ سورج نہیں ہوسکتا کیونکہ سورج میں جو نور ہے وہ ذاتی نور ہے اور جو چاند میں ہے وہ عکس آفتاب ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ میں جو علم ہے وہ ذاتی ہے نبی کریم میں جتنا ہے وہ چاند کے نور کی مانند ہے لہذا شرک نہیں ہوسکتا۔

علم غیب کا ثبوت اقتضاء النص سے

حضرات محترم !اس ضمن میں ایک اعتراض کا جواب عرض کرتا چلوں لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب قرآن میں کہیں بھی انبیاء کے لئے ثابت نہیں ذرا طلباء بھائیوں سے اپیل کروں گا کہ وہ توجہ فرمائیں، علم غیب کا لفظ، محمد یعلم الغیب کا لفظ، رسول اللہ یعلم الغیب کا لفظ یہ قرآن میں کہیں نہیں ہے۔لہذا حضور کو علم غیب نہیں تسلیم کرتے۔ آیئے ذرا دیکھیں کہ قرآن میں یہ لفظ مل سکتے ہیں یا نہیں ملتے؟ ظلم یہ ہے کہ علماء دیوبند کتابیں تو ساری اصول کی پڑھاتے ہوں گے لیکن آج تک استدلال کے میدان میں صرف عبارۃ النص کا اعتبار کرتے ہیں اور کسی کا اعتبار ہی نہیں کرتے نہ دلالۃ النص کا نہ اشارۃ النص کا، نہ اقتضاء النص کا باقی تینوں قسم چھوڑ دیتے ہیں صرف عبارۃ النص کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔قرآن فرماتا ہے۔مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى

الْغَیْبِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ ہرا یرے غیرے کو علم غیب کی اطلاع دے لیکن وہ اطلاع کے لئے اپنے رسولوں کو چن لیتا ہے تو کہتے ہیں جی! اطلاع تو ثابت ہوئی۔ علم ثابت نہ ہوا۔ میں پوچھتا ہوں اطلاع ذریعہ علم ہے یا نہیں حضرات توجہ فرمائیں! کہ اطلاع ذریعہ علم ہے یا نہیں کوئی کہے فلاں کے باپ کے مرنے کی اطلاع آئی ہے تو علم کسی کو نہیں ہوگا کہ اس کا باپ مر گیا ہے۔ یعنی اطلاع آئے اور علم نہ ہو یہ ہو سکتا ہے؟ اطلاع علت ہے علم معلول ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے علت ذکر کردی ہے علم غیب کی تو انبیاء کرام کا علم غیب ثابت ہوا یا نہ ہوا۔ اب اخبار میں اطلاع دے دی جائے کہ کل دار العلوم ریاض المدینہ میں جلسہ ہوگا تو لوگوں کو علم کوئی نہیں ہوگا کہ جلسہ ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ اطلاع ذریعہ علم ہے تو جب اللہ تعالیٰ نے ذریعہ علم ثابت کردیا تو اقتضاء النص کے طور پر خود علم غیب ثابت ہو گیا۔ عٰلِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖ اَحَدًا اللہ غیب کا جاننے والا ہے وہ اپنے غیب کا اظہار نہیں کرتا کسی پر مگر چنے ہوئے رسولوں پر تو جو غیب ظاہر کردیا جائے اس غیب کا علم آئے گا کہ نہیں آئے گا؟ تو اظہار غیب سبب ہے اور غیب کا علم مسبب ہے اظہار علت ہے اور علم غیب معلول ہے جب علت پائی گئی تو علم غیب لامحالہ ثابت ہوگا۔ اللہ رب العزت فرماتا ہے۔ عَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ جو کچھ تم نہیں جانتے میں نے تمہیں اس کی تعلیم دے دی ہے اور اَلتَّعْلِیْمُ فِعْلٌ" یَتَرَتَّبُ عَلَیْہِ الْعِلْمُ غَالِبًا تعلیم وہ فعل ہے جس پر علم مترتب ہوتا ہے تو جب تعلیم پائی گئی تو علم پایا گیا اگر علم نہیں تو تعلیم بھی نہیں تو وہ کونسی تعلیم ہے جس پر علم کا نتیجہ مترتب نہ ہو۔ جس پر علم کا ترتب نہ ہو اگر میں پڑھاؤں میں تعلیم دوں اپنے عزیزوں کو ان کو علم آجائے تو جب اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو پڑھا رہا ہو حبیب کو علم کیسے نہ آئے۔ بلکہ

میں کہتا ہوں میں تو عاجز آسکتا ہوں کہ میں تعلیم دوں مگر میرے عزیزوں کو علم نہ آئے لیکن اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ محبوب کو تعلیم دے اور انہیں علم نہ آئے۔

مسئلہ حاضر وناظر

حاضر وناظر کے مسئلے کو لیجئے کہا جاتا ہے کہ اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمۃ بڑا ظلم کرتے ہیں حضور کو حاضر وناظر مانتے ہیں۔ میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ تم شیطان کو حاضر وناظر مانو، ملک الموت کو حاضر وناظر مانو، منکر نکیر کو حاضر وناظر مانو اگر تمہارے ایمان میں خلل نہیں پڑتا تو اعلیٰ حضرت نبی کریم کو حاضر وناظر مانیں ان کے ایمان میں خلل کیوں پڑتا ہے؟ تو پتہ چلا کہ مسئلے میں جھگڑا نہیں ہے۔ مسئلہ یہی ہے کہ غیر اللہ حاضر وناظر ہوسکتا ہے مگر کوئی شیطان کو مان کے خوش ہے کوئی حبیب رحمٰن کو مان کے خوش ہے یہ مقدر کی بات ہے مسئلے میں جھگڑا نہ رہا مسئلہ یہی رہا کہ غیر اللہ حاضر وناظر ہوسکتا ہے۔ مگر ان کا جی ٹھنڈا ہوتا ہے۔ ان کے کلیجے کو ٹھنڈ پڑتی ہے شیطان کو حاضر وناظر مان کے۔ اعلیٰ حضرت کا دل ٹھنڈا ہوا نبی کو حاضر وناظر مان کے۔

حضرات محترم! میں اکابر علماء دیوبند کی زبان سے یہ ثابت کرتا ہوں کہ جو اعلیٰ حضرت کا عقیدہ ہے وہی ان اکابر کا عقیدہ رہا ہے۔ مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی فتح الملہم شرح مسلم جلد 1 صفحہ نمبر 413 پر حدیث حوض کے متعلق بحث کرتے ہیں ایک روایت میں آتا ہے کہ سرکار حوض کوثر پر ہوں گے ایک ٹولی دوڑتی بھاگتی، ہانپتی، کانپتی وہ حوض کوثر پر پہنچ جائے گی۔ اور پانی طلب کریں گے پیچھے سے دوزخ کے فرشتے ڈنڈے لے کر ان کو جالیں گے اور عرض کریں گے حضور یہ ہمارا مال

ہے ہمارے حوالے کیا جائے۔ انہیں دوزخ میں پھینکنا ہے۔ حضور فرمائیں گے یہ کچھ میرے جان پہچان والے ہیں لہذا ان کو یہیں رہنے دو تو وہ عرض کریں گے۔ اِنَّکَ لَاتَدْرِی ' آپ کو پتہ نہیں کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے یہ تو مرتد ہو گئے، بے دین بن گئے اور دائرہ اسلام سے نکل گئے تو سرکار فرمائیں گے۔ یہ تو میرے بعد بدل گئے لے جاؤ ان کو دور کرو انہیں میری آنکھوں سے یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ حضور کو کوئی پتہ نہیں تھا کہ آپ کے بعد مومن کون ہے؟ کافر کون ہے؟ یہ ایک اعتراض ہے اور دوسری طرف حدیث پاک ہے کہ حضور پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ حضور پر امت کے چہرے پیش ہوتے ہیں کہ یہ چہرے والا یہ عمل کر رہا ہے اس چہرے والا یہ عمل کر رہا ہے۔ اس صورت والا یہ عمل کر رہا ہے۔ یہ روایت فتح الباری میں علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی نقل کی ہے اور مولوی شبیر احمد عثمانی نے بھی نقل کی ہے کہ " لَیْسَ مِنْ یَوْمٍ اِلَّاوَتُعْرَضَ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَعْمَالُ اُمَّتِہٖ غَدْوَۃً وَّعَشِیَّۃً فَیَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ ہر دن صبح شام نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں۔ آپ انہیں چہروں سے بھی جانتے ہیں۔ اور عملوں کے ذریعے بھی جانتے ہیں اسی لئے قیامت کے دن ان کی گواہی دیں گے۔ اب دو قسم کی روایتیں آگئیں اُس روایت سے پتہ چلتا ہے حضور کو علم کوئی نہیں اِس روایت سے پتہ چلتا ہے حضور کو علم ہے۔ تو تعارض پیدا ہوا، ٹکراؤ پیدا ہوا اس تعارض کو اٹھاتے ہوئے شبیر احمد عثمانی کہتا ہے کہ حضور ناظر ہیں بھی اور نہیں بھی دونوں باتیں ہیں۔ امت دو قسم ہے ایک زمانے والی ایک ہے ماننے والی ایک امت دعوت ایک امت اجابت ایک وہ جنہوں نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر غلامی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کا طوق اپنے گلے میں ڈال لیا یہ امت اجابت ہے ایک حضور کے زمانے میں تو ہیں لیکن حلقہ بگوش نہیں ہوئے۔ حضور علیہ السلام کی غلامی کا پٹہ گلے میں نہیں ڈالا وہ امت دعوت میں رہیں گے امت اجابت میں نہیں ہوں گے۔ تو شبیر احمد عثمانی کہتا ہے کہ حضور مومنوں کے لیے حاضر ناظر ہیں۔ مشرکوں، کافروں، مرتدوں کے لئے نہیں اب مجھے یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ وہ کون ہیں؟ مجھے صرف یہ کہنا ہے کہ ہم کون ہیں؟ ہم تو غلام ہیں ہم تو امت اجابت ہیں ہمارے لئے تو حاضر و ناظر ہیں۔ وہ اپنی آپ جانیں تو پتہ چل گیا کہ جو عقیدہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ہے وہی علماء دیوبند کا بھی مسلم عقیدہ ہے۔ بلکہ مولوی رشید احمد گنگوہی تو یہاں تک کہتا ہے کہ پیر مریدوں کے لئے حاضر ناظر ہے مولوی حسین احمد مدنی نے شہاب ثاقب کے اندر رشید احمد کا یہ قول "امداد السلوک" سے نقل کیا ہے" کہ مرید۔۔۔۔۔۔ او اگرچہ از شخص شیخ دوراست اما از روحانیت او دور نیست" مرید کو یقین رکھنا چاہئے کہ میں شیخ کے جسم سے تو دور ہوں پر شیخ کی روحانیت سے دور نہیں اب یہیں سے آج کل کے مجتہدین کے ایک سوال کا جواب بھی آجائے گا وہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہجرت کر رہے تھے تو وہ مکے میں تھے تو مدینہ میں نہیں تھے۔ مدینہ گئے تو مکے میں نہ تھے رسول جو معراج پر گئے تو بیت المقدس پہنچے تو بیت اللہ میں نہ تھے۔ تو یا حاضر و ناظر ماننا چھوڑ دو یا ہجرت اور معراج ماننا چھوڑ دو ہجرت بھی مانو معراج بھی مانو اور حاضر و ناظر بھی مانو یہ بات نہیں ہوسکتی مگر جس کو ملنے جا رہے تھے پھر اس کا حاضر و ناظر ماننا ہی چھوڑ دو۔ حضور تو اللہ سے ملنے جا رہے تھے اگر وہ بیت اللہ میں نہیں، بیت المقدس میں نہیں تو ہماری کوٹھڑیوں میں کیسے ہوسکتا ہے؟ جو اپنے گھروں میں نہیں ملتا وہ ہمارے

گھروں میں کیسے ہوسکتا ہے؟ بیت اللہ میں نہ ملا بیت المقدس میں نہ ملا، بیت المعمور میں نہ ملا تو حضور کو عرش پر جا کر اسے تلاش کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

حضرات محترم! اگر نبی پاک کے حاضر وناظر کا معراج کی وجہ سے انکار کرنا ضروری ہو تو پھر خدا کے حاضر وناظر ہونے کا انکار بھی ضروری ہوگا۔ اور بات اسی حوالے سے واضح ہوگئی کہ شخص شیخ سے اگرچہ دور ہے پر روح شیخ سے دور نہیں نبی پاک جسم کے لحاظ سے مدینہ طیبہ میں ہیں مگر نورانیت، روحانیت کے لحاظ سے پوری کائنات آپ کے انوار سے مستفید ہو رہی ہے تو لہذا وہ سوال یہیں سے اٹھ جائے گا کہ جسم کے لحاظ سے حاضر ہونا اور ہے نورانیت، روحانیت کے لحاظ سے حاضر وناظر ہونا اور ہے وہ جسم جا رہا تھا، ایک جگہ تھا دوسری جگہ جسم نہیں تھا۔ پر روح مصطفیٰ، نور مصطفیٰ، علم مصطفیٰ وہ ہر جگہ پھیلا ہوا ہے۔ آپ غور فرمائیں سورج مشرق سے چڑھتا ہے مغرب تک چودہ، ساڑھے چودہ گھنٹے لگا دیتا ہے، غروب ہونے میں لیکن سورج کی ٹکیہ تو ایک جگہ ہوتی ہے مگر اس کا نور پورے روئے زمین پر پھیلا ہوتا ہے۔ تو جسم کے لحاظ سے ایک جگہ، انوار کے لحاظ سے کرنوں، شعاعوں کے لحاظ سے ہر جگہ یہ آفتاب عالم ظاہر ہے۔ وہ آفتاب عالم ظاہر وباطن ہے وہ جسم کے لحاظ سے ایک جگہ اور نورانیت کے لحاظ سے ہر جگہ۔

حضرات محترم! ایک روایت عرض کرتا چلوں اور عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ حاضر وناظر مانیں تو مومن بننا پڑتا ہے۔ حاضر وناظر نہ مانیں تو ایمان کی ضرورت نہیں محسوس ہوتی۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میدان بدر کے اندر مشرکین کی طرف سے جنگ لڑ رہے تھے بظاہر ان کے ساتھ جب اللہ نے فتح دی ستر کافر مارے گئے ستر قیدی ہو گئے تو ان ستر قیدیوں میں حضرت عباس بھی تھے جو گھر

ے چلے تھے تو بیوی ام الفضل سے کہا آؤ گھر کا سونا نکال کے پہاڑ کے دامن میں گڑھا کھود کے دفن کر دیتے ہیں۔ میں آ گیا زندہ سلامت تو فبہا نہ آیا تو تو نکال کر میرے بچوں میں اسے تقسیم کر دینا چلے گئے۔ قیدی ہو گئے صلاح مشورہ کرنے کے بعد فیصلہ یہ ہوا کہ ان سے فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے۔ نبی پاک نے فرمایا چچا فدیہ دو تو چھوڑتا ہوں فدیہ نہ دو نہیں چھوڑتا تو حضرت عباس نے کیا کہا؟ تم جانتے ہو تمہارا چچا بہت غریب ہے وہ فدیہ دینے سے قاصر ہے۔ نبی پاک نے فرمایا چچا! میرے سامنے جھوٹ بولتا ہے آدھی رات کے وقت اٹھ کر تو اور تیری بیوی پہاڑ کے دامن میں گڑھا کھود کر سونا دفن کر رہے تھے وہ سونا کس کا تھا۔ اس وقت پتہ چلا کہ جسم تو مدینے میں تھا لیکن حاضر و ناظر مکے میں بھی تھے لہذا پڑھ لیا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو حاضر و ناظر نہیں سمجھتے تھے تو جھوٹ بول دیا غلط بیانی کر لی ہے جب پتہ چل گیا کہ حاضر و ناظر ہیں تو کلمہ بھی نصیب ہو گیا اور پھر کبھی جھوٹ کی بھی ضرورت نہیں ہوئی۔

مختار کل

حضرات محترم! چوتھا مسئلہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مختار مان لیا تو خدا کے پلے کیا رہ گیا؟ یہ خدا کے لئے ہر وقت فکر مند ہیں۔ وہ آپ دیتا ہے ہم تو مجبور نہیں کرتے کہ دے اللہ لا معطی لما منعت ولا مانع لما اعطیت دے تو اسے روک کوئی نہیں سکتا اور نہ دے تو اسے مجبور کوئی نہیں کر سکتا جو دیتا ہے تو خوشی سے دیتا ہے۔ نہ اعلیٰ حضرت بریلوی نے مجبور کیا نہ حضرت قبلہ سجادہ نشین کیلیانوالے شریف نے مجبور کیا نہ حضرت مجددی صاحب نے مجبور کیا کہ ضرور دے ہم نے تو اپیل ہی نہیں کی کہ دے یا نہ دے یہ خود ہی اس نے دیا ہے جو کچھ دیا ہے۔ اللہ رب العزت نے

اپنی شان یہ نہیں بتلائی کہ میں دیتا کسی کو کچھ نہیں ہوں ۔ بلکہ جنہوں نے یہ شان اللہ کی بتلائی ہے اللہ نے ان پر لعنت برسائی ہے وقالت الیھود یداللّٰہ مغلولہ یہودیوں نے کہا خدا کے خزانے تو بڑے بڑے ہیں مگر مٹھیاں بند کر کے رکھتا ہے۔ دیتا کسی کو کچھ نہیں ہے اگر یہ صحیح مقام الوہیت تھا تو اللہ کو خوش ہونا چاہئے تھا انہیں انعام دینا چاہئے تھا لیکن اللہ فرماتا ہے غلت ایدیھم بما لعنوا بل یدہ مبسوطتن ینفق کیف یشــــاء ان کی مٹھیاں بند ہوں اور وہ لعنتی ہو گئے بخیل ہیں وہ کنجوس ہیں وہ اور وہ لعنتی ہو گئے کیوں کہ انہوں نے مجھے گالی دی ہے میری شان میں بے ادبی کی ہے میری گستاخی کی ہے میرے تو دونوں ہاتھ کھلے ہیں ۔ جیسے چاہتا ہوں خرچ کرتا ہوں ۔ مجھے روکنے والا کوئی نہیں معلوم ہوا کہ ایک توحید ہمارے سامنے یہودیوں کی ہے اور دوسری توحید ان کی ہے۔ جنہیں اللہ نے کہا ''وما ینطق عن الھوی '' کے ہونٹوں والے ''ان ھوا لا وحی یوحی'' کی زبان والے تو حقیقت کی ترجمانی کر۔ تو میرا صحیح مقام بیان کر۔ کیا کہوں؟ قل اللھم ملک الملک توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء اے محبوب تم اس طرح کہو کہ ملک زمین کا مالک تو، ملک آسمان کا مالک تو، اٹھارہ ہزار جہان کا مالک تو، پر جس کو چاہتا ہے سارے دے دیتا ہے۔ علماء حضرات تشریف فرما ہیں مــالک الـملک میں بھی الـملک معرف باللام ہے اور توتی الملک میں بھی الملک معرف باللام ہے جب معرف باللام کا تکرار آئے تو جو معنی پہلے کا ہوتا ہے وہی پچھلے کا ہوتا ہے تو مالک الملک میں جتنے ملک کا اللہ مالک ہے توتی الملک میں اسی سارے ملک کی عطا کا ذکر ہے جتنے کا تو مالک ہے اتنا سارا آگے دینے پر بھی تو قادر ہے۔

یہاں اعلیٰ حضرت بریلوی کا بیان فرمودہ نکتہ کیوں نہ عرض کردوں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی کے پاس چیز ہو اور وہ دوسرے کو نہ دے تو اس کی تین وجہیں ہوا کرتی ہیں۔ یا تو یہ کہ دینے پر قادر نہیں آگے دینا ناممکن ہے کوئی اپنا حسن کسی کو دے اپنا گلا کسی کو دے اپنا علم کسی کو دے دے اپنا ذہن اپنا حافظہ کسی کو دے دے یہ ممکن نہیں ہے تو ایک وجہ یہ ہوگی کہ وہ آگے ممکن نہیں کہ منتقل کی جائے اس لئے نہیں دیتا یا دے تو سکتا ہے لیکن لینے والا اس قابل نہیں کہ اسے وہ چیز دی جائے۔ آپ کے ہاتھ میں سنکھیا ہے بچہ پیارا ہے لاڈلا ہے وہ مانگتا ہے ابا دے ابا دے بچہ نادان ہے کھالے گا۔ چھری تیز دھار دار ہے بچہ مانگتا ہے ابا دے، ابا دے، نہیں دو گے ہاتھ کاٹ بیٹھے گا پاؤں کاٹ بیٹھے گا تم دے تو سکتے ہو پر وہ اس قابل نہیں کہ یہ چیز اس کے ہاتھ میں دی جائے۔ تیسری وجہ کیا ہوتی ہے کہ یہ دے سکتا ہے وہ لے سکتا ہے مگر اس سے پیارا کوئی اور ہے اس کے لئے بچا کر رکھا ہے اسے دوں تو اس کے لئے کچھ نہیں رہتا اور اس کے لیے رکھوں تو اسے نہیں دے سکتا اس دوست کے لئے بچا لیتا ہے اب سوال یہ ہے کہ اتنا مالک بنانا اتنی ملکیت کسی کو دینا اتنے اختیارات کسی کو دینا خزانے کسی کو دینا اللہ کے بس میں ہے یا نہیں بس میں تو ہے تـوتـی الملک من تشاء جسے چاہتا ہے سارا ملک دے دیتا ہے حضور لینے کے اہل ہیں یا نہیں ہیں تو جن کے بابے آدم کے سامنے فرشتے بھی ہتھیار پھینک گئے اور عرض کروں تو گستاخی ہوگی پر چھپتا کسی فرقے کا جو ہے۔ وہ بھی ہتھیار پھینک گیا لا علم لنا سب نے کہہ دیا اس کے سامنے سارے نوری ناری ہتھیار پھینک گئے۔ یہ آدم اُن کے خوشہ چیں ہیں۔ اِن کا علم اُن کے علموں کا ایک حصہ ہے اِن کے اختیارات وکمالات اُن کی دَین اُن کا فیض اُن کا صدقہ ہے۔ تو

جو مقصود آدم ونوح اور جو مقصود خلیل وذبیح ہیں اگر ان کو اللہ رب العزت نے اتنی صلاحیتیں نہیں دیں۔ تو اور کس کو دی ہیں؟ جبرائیل کی صلاحیتیں کیا؟ سدرہ پر رک گیا آگے جاؤں تو جل جاؤں گا مگر میرے آقا آگے جاتے ہیں تو لباس کی بھی فکر نہیں ہے کہ میرا لباس کہیں جل نہ جائے لہذا میں اس تحفظ کا پہلے انتظام کرلوں اس کے بعد آگے جاؤں توجہ فرمائیں جبرائیل کو تو اپنی جان کے لالے پڑے ہیں کہ میں جل جاؤں گا مگر حبیب کو لباس بشری کے سوتی لباس کی بھی فکر نہیں کہ کہیں میرا سوتی لباس نہ جل جائے یہ بھی فکر نہیں ہے تو کہاں استعدادیں حضرت جبرائیل کی؟ کہاں استعداد نبی پاک کی؟ بلکہ میں اہل اللہ کی بات عرض کردوں حضرت شیخ عبدالعزیز دباغ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں علماء حضرات توجہ فرمائیں کہ حدیث شریف میں ہے لو ان جبرائیل عاش مائة الف سنة الی مائة الف سنة الی مالا نهایة له مابلغ ربع معرفة النبی صلی اللہ علیه وسلم اگر جبرائیل امین لاکھ سال ضرب لاکھ سال ضرب غیر متناہی سال زندہ رہے۔ نبی کریم کے مقامات کو پہچاننے کی کوشش کرتے رہے۔ حضور کے مقاموں کا ایک چوتھا حصہ بھی معلوم نہیں کر سکیں گے۔ تو جن کی استعداد کا یہ عالم ہے اگر وہ نہیں لے سکتے۔ اتنے اختیارات کے خزانے اور کون اس قابل ہے؟ کہ یہ اختیارات لے سکے؟ تو پتہ چلا اللہ دے بھی سکتا ہے نبی کریم لے بھی سکتے ہیں اور کون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیارا ہے کہ خدا نے اس کے لئے اختیارات بچا کر رکھے ہوں۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دے سکتا اللہ رب العزت نے نمرود کو روئے زمین کی بادشاہی دی۔ مگر نمرود خدا کا حصہ دار نہ بنا حضرت سلیمان کو جنوں، انسانوں، پرند، چرند، وحوش پر، جن وانس پر،

تمام زمین کے اندر رہنے والوں پر حکومت عطا کردی بلکہ ہوا ان کے ماتحت کردی جن ان کے ماتحت کردئے وہ خدا کے شریک نہ بن سکے خدا کا قبضہ زمین سے نہ ٹوٹا خدا بے دخل زمین کی مالکی سے نہ ہوا جو مربعے حضرت سلیمان کو الاٹ کئے تھے ان سے خدا کا قبضہ ختم نہ ہوا خدا بے دخل نہ ہوا خدا کی مالکی اسی طرح رہی۔ اگر کافروں کو روئے زمین کی حکومت دے کر خدا زمین سے بے دخل نہیں ہوتا تو اپنے پاک دو جہانوں کی حکومت دے کر خدا زمین سے بے دخل نہیں ہوتا تو اپنے محبوب پاک کو دو جہانوں کی حکومت دے کر بھی خدا زمین سے بے دخل نہیں ہوسکتا اب میں نے یہ عرض کرنا ہے کہ یہ وہ عقیدہ ہے جو علمائے دیوبند بھی تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی کی روایت جو مسلم شریف میں موجود ہے کہ نبی کریم کو وضو کرانے والا خادم ہے سرکار کا دریائے کرم جوش پر آیا۔ فرمایا سَلْ رَبِیْعَۃُ مانگ جو مانگتا ہے حضرت ربیعہ سمجھ گئے کہ دریائے کرم جوش پر ہے۔ کونین کا والی اور مالک اور مختار مجھے کونین میں سے کسی بھی نعمت میں اختیار کا حق دے رہا ہے لہذا عرض کیا، تو کیا؟ اسئلک مرافقتک فی الجنۃ یارسول اللہ یہاں جوڑے اٹھانے کی سعادت، تمہارے قدموں میں رہنے کی سعادت، قیامت کے بعد بھی جنت میں تمہارے جوڑے اٹھائے پھروں تمہاری خدمت میں رہوں میں تو یہی مانگتا ہوں ۔

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو تو سبھی کچھ مل جائے

سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

تو حضور سے حضور ہی کو مانگ لیا کہ میں آپ کی خدمت میں رہوں جوڑے اٹھائے پھروں مجھے یہ چیز عطا کردی جائے تو پتہ چلتا ہے حضرت ربیعہ نے سل کے

حکم سے سمجھا کونین کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت بھی مجھے آقا دے سکتا ہے۔اس لئے جنت مانگ لی خاتمہ ایمان پر مانگ لیا اور جنت نبی کریم والی مانگ لی یہاں پر مولوی شبیر احمد عثمانی کہتا ہے" یوخذ من ھذا الاطلاق ان اللہ مکنہ من عطاء ماارادمن خزائنہ" یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ نبی کریم نے فرمایا مانگ اور پابندی نہیں لگائی کہ زمین کی چیز مانگنا، جنت کی نہ مانگنا۔مکان روٹی کپڑا مانگنا، مربع جاگیریں نہ مانگنا۔کوئی پابندی نہیں لگائی تو اس حکم مطلق سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے سارے خزانوں پر نبی کریم کو بااختیار کر دیا ہے و من ثم ذلک ائمتنا من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ یعطی من شاء ماشاء یہاں سے ہمارے آئمہ نے نبی پاک کی یہ خصوصیت نکالی ہے، کہ حضور خدا کے خزانوں میں بااختیار ہیں جو چاہیں جس کو چاہیں عطا کر سکتے ہیں آپ کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔تو یہاں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو عقیدہ علمائے دیوبند کا ہے اعلیٰ حضرت کا وہی عقیدہ ہے۔اعلیٰ حضرت پر اعتراض کیوں ہے؟ جی وہ حاجت روا مانتے ہیں، وہ مشکل کشا مانتے ہیں، تو میں عرض کروں گا حضور اپنی تھوک کو مشکل کشا مانتے تھے اپنی تھوک کو حاجت روا مانتے تھے اگر اعلیٰ حضرت نے مانا ہے تو حضور کی راہ پر چل رہے ہیں انہوں نے راہ نبوت کو چھوڑا تو نہیں ہے۔حضرت ابو قتادہ کی آنکھ زخمی ہوئی ڈھیلا ہاتھ پر لیے حاضر ہوگئے یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم میری آنکھ ٹھیک کردو۔نبی پاک نے اپنی تھوک مبارک لگا کے وہ ڈھیلا آنکھ والی جگہ پر فٹ کر دیا تھا اگر تھوک کو موثر نہیں سمجھا تھا تو لگائی کیوں؟ تو پتہ چلا بانور آنکھ کا بے نور بننا بھی ایک حاجت تھی۔اندھی آنکھ ہوجانا ایک مشکل تھی، اس مشکل کو حل کرانے بارگاہ رسالت میں آئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے

اپنی تھوک سے اس مشکل کو حل کر دیا اس حاجت کو پورا کر دیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے متعلق کیا عقیدہ تھا۔ حضور نے جو تھوک لگا کے اس زخمی آنکھ کو ٹھیک کر دیا بے نور آنکھ کو با نور بنا دیا۔ حضور کا اپنے متعلق عقیدہ کیا ہے کہ میری تھوک سے یہ مشکل ٹل سکتی ہے میری تھوک سے یہ حاجت روا ہو سکتی ہے تو جو حضور کا عقیدہ اپنی تھوک کے متعلق ہے وہی اعلیٰ حضرت نے حضور کی ذات کے متعلق عقیدہ رکھا وہ شرک کیسے بن گیا؟ حضرات محترم اعلیٰ حضرت کو جو علماء دیوبند سے اختلاف تھا تو وہ گندی عبارات کی وجہ سے تھا گستاخی اور بے ادبی پر مشتمل عبارات کی وجہ سے تھا۔ لیکن میں کہوں گا کہ مسئلے میں یہاں بھی اختلاف نہیں ہے۔ مسئلہ یہی ہے مولوی شبیر احمد عثمانی فتح الملہم شرح مسلم جلد اول میں بھی تصریح کرتا ہے۔ مولوی حسین احمد صاحب مدنی شہاب ثاقب میں تصریح کرتے ہیں کہ جو عبارت حضور کی گستاخی پر مشتمل ہو وہ کفر جس سے حضور کی بے ادبی کا شائبہ بھی ہوتا ہو وہ بھی کفر ہے معلوم ہوا کہ مسئلے میں جھگڑا کوئی نہیں ہے۔ اعلیٰ حضرت نے مسئلہ نیا کوئی نہیں نکالا مسئلہ وہی ہے جو سب ائمہ کے نزدیک مسلم حتی کہ دیوبندی علماء کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ جس عبارت سے حضور کی گستاخی کا شبہ پیدا ہوتا ہو وہ عبارت کفر ہے۔ اب میں پوچھوں گا اگر بے ادبی کا شائبہ نہیں تھا تو تاویلیں کرنے کی ضرورت کیوں پڑی کیوں جی مجددی صاحب اگر بے ادبی کا شائبہ نہیں تھا تو تاویلیں کرنے کی ضرورت کیوں پڑی؟ تاویلوں کی ضرورت پڑی ہے تو پتہ چلا بے ادبی سمجھ آتی تھی بے ادبی والا معنی اس سے نکلتا تھا اس لئے تو تاویلوں کی ضرورت پیش آئی۔ چلو نہیں بے ادبی تمہارے خیال میں ہم مان لیتے ہیں لیکن بات صرف اتنی ہے کہ جو عبارتیں ہمارے نزدیک قابل اعتراض ہیں مسئلہ

تو مسلمہ ہے کہ حضور کی گستاخی کفر، حضور کی شان میں جہاں سے بے ادبی کا شائبہ وہ بھی کفر، ایک غیر مسلم ہندو ادیب بلا لیتے ہیں سکھ ادیب بلا لیتے ہیں عیسائی ادیب بلا لیتے ہیں۔ اسے کہہ دیتے ہیں جن کو ہم نبی مانتے ہیں، رسول مانتے ہیں، پیشوا مانتے ہیں، دنیا کا آخرت کا ضامن مانتے ہیں، ان کے حق میں ہم نے یہ لکھا ہے کہ نماز میں گدھے، بیل کا خیال تو رکھ سکتے ہو نبی کریم کی طرف توجہ نہ جانے دو اس میں بے ادبی والا پہلو ہے یا کوئی نہ؟ تم فیصلہ کرو۔ انہی کے سامنے یہ بات رکھ دیتے ہیں کہ سب نبی ولی بڑے چھوٹے اللہ کی شان کے آگے چمار سے ذلیل ہیں یہ عبارت آگے رکھ دیتے ہیں جن کو نبی رسول پیشوا مانتے ہیں ان سمیت ہم نے سب کو خدا کے آگے چمار سے ذلیل کہہ دیا ہے تم بتلا دو اس میں بے ادبی گستاخی ہے یا نہیں، ہم نے جس کو امام مانا پیشوا مانا انبیاء کا سردار مانا ہم نے ان کے متعلق کہا کہ اردو سیکھنے دیوبند آیا کرتے تھے اور سبحان اللہ اس سے شان مدرسہ دیوبند کی ظاہر ہوئی مولوی خلیل احمد انبیٹھوی فرماتے ہیں کہ ایک سالک کو حضور خواب میں ملے تو آپ نے اردو میں اس کے ساتھ بات چیت شروع کی تو اس نے عرض کی حضور آپ کی زبان تو عربی ہے آپ اردو کیوں بول رہے ہو تو آپ نے فرمایا جب سے علماء دیوبند کے ساتھ ہمارا معاملہ ہوا۔ ہمیں اردو آ گئی ہے اتنا لکھ کر بس نہیں کیا آگے کہتا ہے۔ سبحان اللہ! اس سے شان مدرسہ دیوبند کی ظاہر ہوئی کیسے شان مدرسہ دیوبند کی ظاہر ہوئی جہاں سے طالبعلم فارغ ہو وہ بہترین لیکچرار بنے بہترین پروفیسر بنے بہترین مبلغ بنے وہ عیسائیت پر خدا کا قہر بن کے ٹوٹے اور یہودیوں کی بیخ کنی کر دے غیر مسلموں کا صفایا کر دے تو مدرسہ ریاض العلوم کے اراکین کیا کہیں گے۔ سبحان اللہ! اس شخص کی عظمتوں سے ہماری اس

درسگاہ ریاض المدینہ کی شان ظاہر ہو رہی ہے تو وہ لوگ دارالعلوم دیوبند کی شان کس سے ظاہر کر رہے ہیں؟ کہ نبی کو یہاں آ آ کے اردو آ گئی مجددی صاحب مجھے سمجھ نہیں آتی کبھی تو کہتے ہیں، جو عائشہ کے حجرے سے باہر نہیں آ سکتا وہ تمہاری مشکلیں کیا حل کر سکتا ہے اور کبھی کہتے ہیں ہمارے مدرسے میں آ کے اردو پڑھتے رہے ہماری باری آئے تو عائشہ کے حجرے سے باہر نہیں نکل سکتے اور دارالعلوم دیوبند بن جائے تو کتنے سال یہاں روزمرہ آ کے کلاس اٹینڈ کرتے ہیں پیریڈ لیتے ہیں۔ اردو سیکھ سیکھ کے واپس تشریف لے جاتے ہیں سوچو تو سہی غور تو کرو میں عرض کر دوں اگر چہ وقت زیادہ ہو جائے گا ایک دو چیزیں اسی ضمن میں کہ حضور صرف انسانوں کے رسول نہیں ہیں بلکہ حیوانات کے بھی رسول ہیں۔ جانوروں کی بولیاں تو سمجھتے تھے پر دیوبندوالوں کی بولیاں نہیں جانتے تھے اونٹ کو مالک سے شکایت ہوئی وہ دوڑتا ہوا آیا۔ حضور کے کان کے ساتھ منہ رکھ کر بڑبڑایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کا مالک کہاں ہے؟ وہ حاضر ہو گیا سرکار نے فرمایا انہ شکیٰ کثرۃ العمل وقلۃ العلف یہ اونٹ شکایت لے کے آیا ہے میرا مالک مجھے چارہ تھوڑا دیتا ہے مجھ سے کام زیادہ لیتا ہے لہذا میری شفارش کرو اونٹ اپنی بولی بول رہا ہے پر جو رحمت دو عالم بن کے آئے وہ ان جانوروں کا دکھ نہ سمجھیں تو ان پر رحمت کا اظہار کیسے کر سکتے ہیں۔ لہذا اللہ نے دونوں جہان والوں کی بولیاں بھی سکھلا کے بھیج دیں اونٹوں کی بولی تو جانتے ہیں۔ پر دیوبندوالوں کی پڑھنی پڑ گئی ہے وہ پڑھنے کی ضرورت نہ تھی یہ پڑھنے کی ضرورت ہے چڑیا غائب تھی گھونسلے میں بچے پڑے تھے۔ صحابی گذرا بچے پکڑ لئے بغل میں دبائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھ گیا چڑیا آئی مجلس پہ چکر کاٹ رہی ہے

چوں چوں کر رہی ہے "ایکم فجائتم" اس کے بچے پکڑ کے اس کا دل دکھی کس نے کیا ہے؟ اس کے بچے واپس کردو صحابی نے وہ بغل سے کپڑا اٹھایا بچے نکال کے سامنے رکھ دیے چڑیا اوپر بیٹھ گئی۔ کیوں ڈرتی کیوں گھبراتی پکڑے ہوئے بچے جو واپس دلا رہا ہے وہ اس کو کیسے پکڑنے دے گا اس لئے مطمئن ہو کر بیٹھ گئی ہے تو چڑیوں کی بولی سمجھتے ہیں اونٹوں کی بولی سمجھتے ہیں پر اردو نہیں آتی تھی وہ دیوبند سے سیکھنی پڑی مجددی صاحب گستاخی نہ ہو تو میں عرض کروں گا اگر ایک عرب صاحب یہاں تشریف لائیں وہ عربی جانتے ہوں اردو نہ جانتے ہوں ہمارے پاس رہیں ان کے ساتھ عربی میں بات چیت کرتے رہیں انہیں اردو، پنجابی سیکھنے کی کوئی ضرورت پڑے گی۔ وہ اردو سیکھیں گے جب ہم عربی نہ بول سکیں گے۔ یہ علماء دیوبند کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے رہے اور اردو آپ کو آ گئی معلوم ہوا شان مدرسہ دیوبند کی تو ظاہر ہوئی۔ لیکن ان مولویوں کا بھانڈا چوراہے میں پھوٹ گیا۔ حضور کے ساتھ عربی بول سکتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اردو سیکھنے کی ضرورت کیا پڑتی۔ اس اردو کو خدا کی قسم! اردو کہہ ہی کوئی نہیں سکتا جو ان حضرات کی اردو ہے اور اس دور کی جس میں حضور تشریف لاتے رہے، وہ اردو ہی کیا ہے! غالب دہلوی بھی دنگ رہ جاتا ہوگا۔ کہ زبان پر اتنا ظلم کیوں ہوتا رہا ہے۔ بہر حال عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ شان دیوبند کی تو ظاہر ہوگئی پر علمائے دیوبند کا بھانڈا چوراہے پہ پھوٹ گیا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَام" عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی خُصُوْصاً عَلٰی اَفْضَلِ رُسُلِہٖ وَسَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ مَاحِی الذُّنُوْبِ وَالْخَطَآءِ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ صَاحِبِ الْمَقَامِ وَالشَّفَاعَۃِ وَاللِّوَآءِ اَلَّذِیْ دَنٰی فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْاَدْنٰی فَاَوْحٰی اِلَیْہِ رَبُّہٗ مَااَوْحٰی مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی اَحْمَدَالْمُجْتَبٰی اَلَّذِیْ کَانَ نَبِیّاً وَّاٰدَمُ بَیْنَ الطِّیْنِ وَالْمَاءِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الْکُرَمَاءِ وَالشُّرَفَآءِ وَالتَّابِعِیْنَ لَھُمْ بِالْاِحْسَانِ اِلٰی یَوْمِ الْجَزَآءِ اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وسیجنبھا الاتقی الذی یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الاابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضی ۔

۔ صَدَقَ اللّٰہُ مَولاَنَا الْعَظِیْم وَصَدَقَ رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْن.

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْماً.

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ. وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ. اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْن. وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاشَفِیْعَ الْمُذْنِبِیْنَ ۔

صاحب صدر گرامی قدر! نور دیدہ شیخ طریقت قبلہ مولانا حامد علی خان صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور مہمان خصوصی حضرت قبلہ پیر صوفی محمد بشیر احمد

صاحب اور مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد ہدایت اللہ صاحب پسروری حضرات علماء کرام! بزرگو اور بھائیو! جس طرح آپ حضرات کے علم میں ہے کہ یہ تقریب سعید نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے یار غار اور حضور کے غلاموں میں سابق اور اول اسلام لانے والی ہستی، صدیقوں کے سردار، خلیفہ اول، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی یاد میں منعقد کی گئی ہے میں اس محفل کے بانی حضرت علامہ مولانا محمد فاروق احمد خان صاحب سعیدی دامت برکاتھم العالیہ اور ان کے رفقاء کار کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے اس عظیم فرض کو ادا فرمایا اور اس شہر میں نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے اس یار غار کی یاد میں اس محفل کا انعقاد فرمایا۔ اللہ رب العزت ان کو اور ان کے تمام رفقائے کار کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس تقریب کو اس سے بھی زیادہ ذوق اور شوق کے ساتھ منعقد کرنے کی توفیق نصیب فرمائے آپ حضرات کے سامنے پہلے کئی خطابات ہو چکے ہیں۔ ان کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ کہاں سے شروع کروں اور اپنی گذارشات کس انداز میں پیش کروں بہر حال آپ حضرات کی دعاؤں سے جو کچھ عرض ہو سکے گا عرض کروں گا۔ نہ میری کوئی ذاتی قابلیت ہے نہ اس کا کبھی کوئی تصور ہی آیا ہے۔ اس پر ناز تو دور کی بات ہے اس کا تصور تک کبھی نہیں آیا صرف آپ حضرات کی دعاؤں سے جو کچھ ہو سکے گا عرض کیا جائے گا

سنیوں کے پیر کا عقیدہ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہم اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد اس امت سے بھی اور اگلی تمام امتوں سے بھی افضل ترین ہستی حضرت سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں یہ اہل سنت و جماعت کا نظریہ اور عقیدہ ہے اور یہ وہ عقیدہ ہے جو صرف ہم نہیں بیان کرتے بلکہ ہم چشتیوں کے، قادریوں کے، سہروردیوں کے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو پہلے پیر ہیں حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا یہ ان کا عقیدہ ہے جو ہم بیان کرتے ہیں۔ اور ان کا عقیدہ صرف ہماری کتابوں میں موجود نہیں ہے دوسری پارٹی کی کتابوں میں بھی موجود ہے تلخیص شافی کے اندر اور خود شافی کے اندر صفحہ 173 پر اور صفحہ 473 پر تلخیص شافی کے اندر حضرت مولا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد موجود ہے "خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ'' اس امت کے اندر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں اور ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ ہیں اور ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق ہیں یہ عقیدہ وہاں پر مرقوم ہے جس کے بعد ہم غلاموں کو کوئی چارہ کار نہیں ہے یہ مانے بغیر کہ ہم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پوری امت سے افضل تسلیم کرتے ہیں اور یہ امت چونکہ پہلی تمام امتوں سے افضل ہے لہذا انبیاء کرام علیہ السلام کے بعد تمام بشروں سے، تمام امتوں سے، سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو فضیلت حاصل ہے فرق صرف اتنا ہے کہ ہم کو لوگ یہ مانتے ہیں کہ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ ان کے دل کی آواز تھی لیکن دوسری پارٹی یہ کہتی ہے کہ یہ دل کی آواز نہیں تھی۔ سیاست کی آواز تھی فرق صرف اتنا ہے کہ یہ روایت مانے بغیر چارہ نہیں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمان اور ارشاد ہے اسے مانے بغیر چارہ نہیں ہے۔ لیکن وہ مانتے اس لحاظ سے ہیں کہ وہ دل سے نہیں

کہہ رہے تھے اوپر سے کہہ رہے تھے صرف زبان زبان سے کہہ رہے تھے دل میں یہ بات نہیں تھی۔ سید مرتضی علم الھدی نے شافی کے اندر اور شیخ الطائفہ محقق طوسی نے تلخیص شافی میں یہ بات تسلیم کی ہے کہ اگر چہ حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا ہے لیکن مجبوری کے تحت فرمایا ہے خوشی اور رضا سے نہیں فرمایا ہے وہ مجبوری کیا تھی کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ یہ دل سے ان خلفاء کو نہیں مانتے اور ان کی خلافت کے قائل نہیں ہیں۔ اور وہ چاہتے کیا تھے کہ یہ بات مشہور کر کے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لشکر کو آپ سے جدا کر دیں اور ان کو تنہا کر دیں۔ اس لئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مجبوراً کہنا پڑا کہ میں صرف خلیفہ ہی نہیں مانتا میں ان کو ساری امت سے افضل مانتا ہوں یہ حضرات یہ تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس اعلان اور اس تشہیر کا توڑ کرنے کے لئے حضرت سیدنا علی نے منبر پر بیٹھ کر مسجد میں داخل ہو کر یہ اعلان فرمایا "خَيْرُ هٰذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْبَكْرٍ وَعُمَرُ" کہ نبی پاک کے بعد سب سے افضل حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں پھر حضرت عمر فاروق ہیں۔ مطلب یہ ہوا کہ دل سے تو نہیں مانتے تھے بات وہی تھی جو حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے۔ لیکن لوگوں کے اندر اپنے آپ کو بری الذمہ قرار دینے کے لئے لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے اپنے آپ کو خلافت کا مستحق ثابت کرنے کے لئے جس طرح آج کل سیاست دان لوگوں کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے چالیں چلتے ہیں اس طرح حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک چال چلی تا کہ سنی لشکریوں کو اپنے ساتھ منتھی کر سکیں۔ اپنا ہمنوا

بنائیں۔ میرے بھائی! ہم یہ نہیں جانتے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کیا تھا۔ ہم تو ان کی زبان دیکھ رہے ہیں۔ ہم انہیں شیر خدا مانتے ہیں پھر یہ دیکھتے ہیں کہ وہ مسجد میں بیٹھ کر، منبر پر کھڑے ہو کر یہ اعلان فرما رہے ہیں۔ لہذا ہم اسے سچ مانتے ہیں اگر شیر خدا نہ مانتے پھر بھی کوئی بات تھی۔ ولیوں کے سردار ہوں، صادقین کے سردار ہوں، اولیاء کے سردار ہوں، پھر شیر خدا ہوں، شمشیر زن ہوں، فاتح خیبر ہوں، پھر چکر دیں پھر دھوکے سے کام لیں پھر زبان پر کچھ اور ہو۔ ہمارا ایمان یہ تسلیم نہیں کرتا اس لئے ہم نے یہ عقیدہ رکھا ہوا ہے چونکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمارے پہلے پیر کا عقیدہ ہے۔ لہذا ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے۔

خلافت علی سنیوں کی بدولت

محقق طوسی اور سید مرتضی علم الھدی یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ پروپیگنڈہ کیا۔ تو اس پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یکہ وتنہا رہ جاتے، اکیلے رہ جاتے اس لئے آپ نے یہ عقیدہ اختیار کیا تو میں پوچھتا ہوں وہ یکہ وتنہا کیوں رہ جاتے؟ اس کی وجہ کیا تھی؟ تم تو کہتے ہو سنی اس وقت کوئی تھے ہی نہیں۔ تم تو کہتے ہو سنیوں کا اہل بیت سے تعلق ہی کوئی نہیں تم تو کہتے ہو سنیوں کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت ہی کوئی نہیں۔ لیکن تم گواہی کس بات کی دے رہے ہو کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت چل رہی تھی، تو ہم سنیوں کی بدولت چل رہی تھی۔ ہم سنیوں نے آپ کا ساتھ دیا تو آپ کی خلافت چلی ہم سنی آپ کا ساتھ چھوڑ دیتے تو آپ کی خلافت چلی جاتی۔ لہذا یہ کہنا کہ سنیوں کا تعلق کوئی نہیں یہ خود تم نے تسلیم کرلیا کہ یہ جھوٹ ہے

بے بنیاد بات ہے سنیوں کا تعلق ہے اور سنیوں کی وجہ سے ہی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت لی بھی ہے اور نبھائی بھی ہے اگر سنی ساتھ نہ دیتے تو نہ خلافت ملتی نہ خلافت چلتی یہ ملی ہے، تو بھی انہی کی وجہ سے اگر اتنا عرصہ چلی ہے تو بھی انہی کی وجہ سے۔

حضرات محترم! احتجاج طبرسی کے اندر ان حضرات نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بے بسی بیان کی ہے آپ یہ کہتے تھے خاص محفلوں میں نجی محفلوں میں کہ اتنا بے بس ہوں کہ میں نے ایک لشکری کے کان میں کہا کہ تراویح حضرت عمر کی بدعت ہے اسے چھوڑ دو لیکن اس لشکری نے آسمان سر پر اٹھالیا چیخنا چلانا شروع کر دیا کہ لوگو! اب اسلام پر رونے کا وقت آ گیا ہے کہ عمر والا اسلام تبدیل کیا جا رہا ہے مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ اگر اسی طرح شور مچا تا رہا تو لَتَفَرَّقَ عَنِّیْ جُنْدِیْ وَبَقِیْتُ وَحْدِیْ میرا سارا لشکر مجھے چھوڑ جائے گا اور میں تنہا رہ جاؤں گا اس لئے مجھے اس کی منت کرنی پڑی کہ خدا کے لئے چپ کر جاؤ تراویح پڑھتے رہو میں منع نہیں کروں گا اور میں کسی قسم کی تبدیلی اس دور کے اسلام میں نہیں لاؤں گا جو صدیق اور فاروق نے جاری کیا ہے مگر شور نہ مچاؤ میرے لشکر میں تفرقہ نہ ڈالو میرا لشکر مجھے چھوڑ کر علیحدہ ہو جائے گا۔ تو پتہ چلا جو لشکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور کا اسلام تبدیل نہیں ہونے دے رہا تھا وہ سنیوں کا لشکر تھا اور کوئی نہیں تھا کربلا میں بھی وہ برادری نظر نہ آئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی نظر نہ آئے میں پوچھتا ہوں وہ پیدا کب ہوئے ان کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟ کربلا میں پوچھو آپ کہاں تھے؟ جی نہیں! وہ تو ہم نہیں تھے دوسرے لوگ تھے جو یزید کی طرف سے لڑ رہے تھے اچھا تم کربلا میں بھی نہیں تھے کوفے میں بھی نہیں تھے۔ مدینے میں بھی نہیں تھے مکے میں بھی نہیں تھے حضرت تھے

کہاں؟ مجھے جگہ تو بتلاؤ! اس وقت بھی تم نہیں ہو تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں بھی نہیں ہو آخر تمہارا آغاز کب ہوا؟ پیدائش کب ہوئی؟ تم نے اس دھرتی پہ قدم کب رکھا ہے؟ وہ تاریخ بھی تو بیان کرو!

حضرات گرامی! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں جو اسلام چلتا رہا وہی اسلام تھا جو صدیق والا تھا تو پھر ایک بات توجہ طلب ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت میں کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ کہ آپ برحق خلیفہ ہیں اگلی خلافتوں میں جھگڑا ہے کہ تم برحق نہیں مانتے، ہم برحق مانتے ہیں اس مین تو کوئی جھگڑا نہیں یہ خلافت خدا کی بخشی ہوئی ہے اور جو خلافت خدا نے بخشی اس کے لئے شرط کیا تھی لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم کہ میں نے خلافت کا جو وعدہ دیا ہے اس خلافت کے اندر کیا ہوگا۔ لیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ان کے اس دین کو مضبوط کیا جائے گا جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے پسند فرمایا ہے اس خلافت کے اندر وہ دین مضبوط ہوگا مستحکم ہوگا اور اس کی جڑیں پاتال تک چلی جائیں گی۔ جس دین کو اللہ تعالی نے ان کے لئے پسند کیا ہے اب حضرت علی پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی خلافت برحق ہے اور برحق خلافت جو خدا تعالیٰ نے بخشی ہے اس کے اندر کیا ہوگا دین مضبوط ہوگا اور جو دین اس خلافت کے دور چلتا رہا حضرت علی جس کو سرکاری سطح پر نافذ کرتے رہے اور جس میں سرمو آپ نے اگلے حضرات کی مخالفت نہیں کی ہے وہ دین اہلسنت والا ثابت ہوگیا عقیدے اہلسنت والے چلتے رہے عمل اہلسنت والا چلا منبر پر اعلان یہ ہورہا ہے اور تراویح بھی اہلسنت والی چل رہی ہے تو پتہ چلا کہ جب اس خلافت کے دور میں عقائد بھی اہلسنت والے نافذ رہے اعمال بھی

اہلسنت والے نافذ رہے اور یہ خلافت برحق ہے یہ خلافت خدا کی بخشی ہوئی ہے اور اس خلافت کے ذریعے جو دین مضبوط ہونا ہے اور یہ وہ دین ہے جو خدا نے ہمیں اختیار کر کے دیا پسند کر کے دیا ہے وہ مضبوط ہونا چاہیئے اور وہ دین سنیوں والا چلتا رہا تو پتا چلا اصلی اسلام بھی یہی ہے اور اللہ تعالیٰ اسی کا استحکام بھی چاہتا تھا اسی کی مضبوطی بھی چاہتا تھا۔ میرے بھائیو! اس بات کو پھر ذرا اچھے طریقے سے ذہن نشین کرلو وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ کہ میں نے ایمان والوں کے ساتھ نیک اعمال والوں کے ساتھ خلافت کا وعدہ کیا ہے میں انہیں اسی طرح پر خلافت بخشوں گا کہ جس طرح پہلے خلافت عطا کی ہے تو یہ جو خلافت اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے اس خلافت کے اندر ہوگا کیا؟ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ کہ جس دین کو اللہ نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ دین اس خلافت کے دور میں مضبوط ہوگا مستحکم ہوگا اب حضرت علی کی خلافت میں تو کوئی جھگڑا نہیں کہ یہ خلافت برحق ہے تو اس برحق خلافت کے دور میں جو دین چل رہا ہے وہ اہلسنت والا دین ہے۔ اگر منبر سے تبلیغ ہورہی ہے تو دین اہلسنت کی تبلیغ ہورہی ہے۔ تو قرآن کی آیت کے ساتھ اور تمام فرق اسلامیہ کے حضرت علی کی خلافت کی حقانیت پر اجماع کے ساتھ یہ بات واضح ہوگئی کہ جو دین اس دور میں چل۔ وہ اہلسنت والا تھا اور یہی وہ حقیقی اسلام ہے جو اللہ تعالیٰ سربلند کرنا چاہتا ہے۔ حضرات گرامی! حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے متعلق مولائے مرتضی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا نظریہ کیا ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے خط لکھا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو کہ

بڑی لڑائیاں ہو چکی ہیں بڑے لوگ قتل ہو چکے ہیں اور یہ لڑائیاں اور جنگیں مسلمانوں کو کھا گئی ہیں انہیں نگل گئی ہیں لہذا اب ان کے حال پر رحم کرنا چاہئے اور ہمیں صلح کر لینی چاہئے اس خط کے اندر اپنا نظریہ بیان کرتے ہوئے انہوں نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی فضیلت بیان کی حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی فضیلت بیان کی اس کا جواب حضرت علی نے کیا دیا شرح نهج البلاغه میں حضرت علی پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا یہ جواب موجود ہے۔ اِنَّ اَفْضَلَهُمْ فِی الْاِسْلَامِ وَاَنْصَحَهُمْ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ كَمَا زَعَمْتَ اَبُوْبَكْرِ نِ الصِّدِّيْقُ ثُمَّ خَلِيْفَةُ خَلِيْفَتِهٖ الْفَارُوْق بے شک جس طرح تو نے گمان کیا ہے سب سے افضل اسلام کے اندر اور سب سے زیادہ ہمدرد اور خیر خواہ اللہ اور اس کے رسول کے ابو بکر صدیق ہیں اور پھر عمر فاروق ہیں تو افضلیت کا بھی اقرار سب سے زیادہ خیر خواہی کرنے کا بھی اقرار اور صدیق کی صدیقیت کا بھی اقرار کیا ہے اور پھر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ سے آپ فرماتے ہیں وَمَا اَنْتَ و الصدیق تو کیا جانے کہ صدیق کی شان کیا ہے صدیق کی شان تو مجھے بتلانے والا کون ہے؟ مجھ سے پوچھ صدیق کی شان کیا ہے۔ وما انت و الصديق فالصديق من صدق بحقنا و ابطل باطل عدونا تجھے کیا پتا صدیق کی شان کیا ہے۔ صدیق کی شان ہم سے پوچھو صدیق وہ ہے جنہوں نے ہمارے حق کی تصدیق کی ہے اور جنہوں نے باطل کو باطل کر دکھایا۔ صدیق وہ ہیں اور ساتھ ہی فرمایا وما انت والفاروق تو کیا جانے فاروق کون ہیں ان کی شان کیا ہے؟ فالفاروق من فرق بيننا وبين اعدائنا فاروق وہ ہیں جنہوں نے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان امتیاز کیا۔ علیحدگی کی ہے فاروق کی وہ شان

ہے تو حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی صدیقیت کا بھی مولائے مرتضی اقرار فرمارہے ہیں اور افضل فی الاسلام کا بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ اقرار فرمارہے ہیں جب مولائے مرتضی پیر ہمارے یہ عقیدہ رکھیں ہم یہ عقیدہ کیوں نہ رکھیں

صدیق کالقب

حضرات گرامی! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی شان کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سید عالم کی ذات اقدس نے ان کو صدیق کا مقام صدیق کالقب عطا فرمایا۔ غار کے اندر نبی کریم تشریف فرما ہیں حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے پریشانی کا اظہار کیا ہم تو یہاں غار میں چھپے بیٹھے ہیں پتہ نہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا حال کیا ہے سرکار نے فرمایا کہ جعفر کی کشتی حبشہ کے ساحل پر لگنے والی ہے اور انصار اپنی بیٹھکوں میں بیٹھ کے ہمارا انتظار کررہے ہیں عرض کی یارسول اللہ! آپ تو اپنی نگاہ نبوت سے دیکھ رہے ہیں۔ مجھے بھی تو دکھلادو کہ حضرت جعفر کی کشتی ساحل پہ لگنے والی ہے یا انصار کس رنگ میں بیٹھے ہوئے ہیں تو سرکار نے آپ کے چہرے پہ ہاتھ رکھا اور آپ کے انوار سے وہ نگاہیں اتنی تیز ہوگئیں کہ پہاڑ کے پردوں کے پیچھے سے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی نظر مدینہ طیبہ تک بھی پہنچتی ہے اور حبشہ کے ساحل تک بھی پہنچتی ہے انصار کو بھی دیکھ لیا ہے اور حضرت جعفر کو بھی دیکھ لیا ہے اور میں اعلان کرتا ہوں کہ تم برحق رسول ہو تو نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا فانت صدیق تو صدیق ہے تو بہت سچا ہے یہ تفسیر قمی کے اندر اسی واقعہ غار جو ہے اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اسی آیت پاک کے ماتحت موجود ہے۔ حضرات گرامی! یہ ہستیاں جو ہیں ان کی شان نبی

پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظر میں کیا تھی معانی الاخبار صفحہ نمبر 110 پر سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک موجود ہے ان ابابکر منی بمنزلة السمع وان عمر منی بمنزلة البصر وان عثمان منی بمنزلة الفواد ابوبکر صدیق میرے کان ہیں، عمر فاروق میری آنکھ ہے، عثمان ذوالنورین میرا دل ہے، یہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے اس کا سیاق وسباق بھی عرض کرتا چلوں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ آپ نے کسی فریق کے متعلق یہ فرمایا ہے کہ فلاں میرا کان ہے فلاں میری آنکھ ہے فلاں میرا دل ہے یہ تینوں حضرات بھی بیٹھے ہیں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بھی بیٹھے ہیں آپ نے اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان کے متعلق یہ کہا ہے کہ ابوبکر میرے کان ہیں میں نے ان کے متعلق کہا ہے کہ یہ فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ میری آنکھ ہیں میں نے اس عثمان کے متعلق کہا ہے کہ یہ میرا دل ہے لیکن تھوڑی سی پچر جو یہاں پر ہے وہ بھی عرض کرتا چلوں کہ قرآن کی آیت ہے ان السمع والبصر والفواد کل اولیٹک کان عنہ مسئولا کہ کان سے آنکھ سے اور دل سے سوال کیا جائے گا باز پرس کی جائے گی اور اس برادری کا خیال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی ولایت کے متعلق پوچھا جائے گا حضرت علی پاک کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے گا تو کان، آنکھ، دل ان سے باز پرس کی جائے گی۔ سوال کیا جائے گا کس کے متعلق حضرت علی کی ولایت کے متعلق تو کان ابوبکر ہے آنکھ عمر فاروق ہے اور دل عثمان ذوالنورین ہے ان سے حضرت علی کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے گا مگر سوال یہ ہے کہ جب یہ نبی پاک کے کان ہوئے نبی پاک

کی آنکھ ہوئے نبی پاک کا دل ہوئے اوران کو ولایت نہیں معلوم تو ہم ایسی ولایت کو مانتے ہی نہیں۔ جب یہ تینوں یار نبی پاک کے کان، آنکھ، دل ہیں اورانہیں علی کی ولایت نظر کوئی نہیں آئی انہوں نے حضرت علی کی ولایت نہیں سنی انہوں نے حضرت علی کی ولایت نہیں سمجھی تو جس ولی کی ولایت کو نبی کا دل نہ جانے جس کو نبی کی آنکھ نہ دیکھے جس کو نبی کا کان نہ سنے پھر وہ ولی ہے اگر انہیں معلوم نہیں تو میں ایسے ولی کو ولی مانتا ہی نہیں جس کو نہ نبی کا دل مانے نہ نبی کی آنکھ دیکھے نہ نبی کا کان سنے ہم اس ولی کی ولایت مان لیں گے؟

صدیق کے احسانات

حضرات گرامی! ہم لوگ اسلام سے کماتے ہیں مگر صدیق وہ ہے کہ اسلام نے ان سے کمایا انہوں نے اپنی کمائی سے اسلام کو پروان چڑھایا انہوں نے اپنے خون پسینے کی محنت سے اسلام کو پروان چڑھایا اور اسلام کو ترقی عطا کی صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کی یہ وہ خدمات تھیں جنہیں نبی کریم نے آخری خطبے کے اندر بیان فرمایا سب سے بڑا محسن ہے میر اصحبت کے لحاظ سے بھی اور مال خرچ کرنے کے لحاظ سے بھی ان خدمات کی وجہ سے نبی پاک کو اعلان کرنا پڑا ہر ایک کے احسان کا بدلہ ہم نے چکا دیا ہے احسانات کے بدلے یہاں پر دے دیے ہیں ماسوا ابوبکر صدیق کے ان کے احسانات کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا دنیا میں وہ نہیں دیا جا سکتا۔ جھنگ کے اندر ایک مولوی تھا وہ کہنے لگا اس حدیث پاک سے پتا چلتا ہے کہ نبی بے اختیار ہے کیوں کہ نبی کہتے ہیں کہ ہم نے باقیوں کے بدلے دے دیے مگر ابوبکر کے احسانوں کے بدلے ہم نہیں دے سکتے اللہ دے گا پتہ چلا نبی بے اختیار ہے چلو صدیق کے معاملے میں بے اختیار ہے باقیوں کے معاملے میں تو بااختیار ہو گئے۔

باقیوں کے احسانوں کے بدلے تو چکا دیے نا؟ لہذا ان کے معاملے میں تو با اختیار ہوئے لیکن بات یہ نہیں کہ بے اختیار ہیں بات اصل یہ ہے کہ صدیق کے احسانات کا بدل پوری دنیا بھی نہیں ہو سکتی تھی اس لئے نبی پاک نے فرمایا اس کے احسان اتنے ہیں کہ پوری دنیا ان کے حوالے کر دیں تو بھی بدلہ نہیں ادا ہو سکتا اس لئے بدلہ اگلے جہان ہی میں دیا جا سکتا ہے اس جہان میں دیا ہی نہیں جا سکتا صدیق اکبر جب سرکار کے ساتھ چلے ہجرت کے وقت چالیس ہزار درہم گھر میں موجود تھے وہ سارے کے سارے ساتھ لے کے چلے چالیس ہزار درہم اس دور میں یہ پچاس ساٹھ سال پہلے کی بات ہے جب دو آنے بڑے قابل مستری کی مزدوری ہوتی تھی۔ پچاس ساٹھ سال پہلے تو چودہ سو سال پہلے کا اندازہ لگاؤ چالیس ہزار درہم حضرت صدیق گھر سے ساتھ لے کے چلے والد بوڑھے ہیں بیوی بچے ان کے پاس چھوڑے خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور گھر میں جتنا سرمایہ تھا ساتھ لے کے چلے۔

سارا گھرانہ وفادار

میں صدیق اکبر کا صرف یہ کمال نہیں مانتا کہ وہ خود سراپا وفا تھے میں یہ سمجھتا ہوں کہ کمال ان کا یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بچوں کے رگ وپے کے اندر بھی وفا ہی وفا بھری ہے وہ بھی اسی طرح مجسمہ وفا ہیں جب حضرت ابو قحافہ کو یہ پتا چلا کہ میرا بیٹا چلا گیا ہے اور گھر میں کوئی چیز چھوڑ نہیں گیا ہے تو بڑے پریشان ہو گئے کہ یہ کیا کیا اس نے یہ دیوانہ ہے پاگل ہے مجنون ہے ایک میں اندھا نابینا بوڑھا بال بچے میرے حوالے اور جو پونجی گھر میں پڑی ساتھ لے کے چلا گیا حضرت اسماء نے ٹھیکریاں لیں پوٹلی باندھی کپڑے میں لپیٹ دیں اور کہا باباجی فکر کیوں کرتے ہو دیکھو اباجی کتنا مال

چھوڑ گئے ہیں گھر میں شان وفا یہ ہے محبت یہ ہے نبی پاک پر فدا کاری اور جان نثاری کا عالم یہ ہے تو جب اولاد کے اندر اتنی وفا ہے تو صدیق کی وفا کا اندازہ کیا ہوگا؟ پھر سوچو جب ابو جہل اور اس کی پارٹی ساری رات نبی پاک کے حجرہ کے گرد پہرہ دیتی رہی اس بستر سے حضرت علی نمودار ہوئے، حیران ہوئے، یہ تو علی نکلے یہاں سے پوچھا نبی کہاں ہیں آپ نے فرمایا میں یہاں لیٹا ہوا ہوں مجھے کیا معلوم نبی کہاں ہیں، مجھے کیا پتا اس جگہ سے سیدھے وہ حضرت صدیق اکبر کے گھر دوڑ کر گئے یعنی کافر بھی سمجھتا ہے کہ نبی اگر اپنے گھر نہیں ملا تو صدیق کے گھر ملے گا۔ کم از کم اتنا سوچو کہ کافر کی ذہنیت یہ ہے کہ اگر نبی اپنے گھر نہ ملے تو پھر صدیق کے گھر ملے گا یہ اگر ابو جہل جتنی سوچ بھی رکھتے تو پھر وہ باتیں نہ کرتے جو آج ہو رہی ہیں انہیں ماننا پڑتا کہ صدیق کا گھر نبی پاک کا اپنا گھر ہے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کو نبی پاک نے کیا شرف بخشا۔

حضرت اسماء کی جرأت ایمانی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے ماں باپ کو دین اسلام پہ پایا اور صبح نبی پاک تشریف لاتے صبح نہیں تو پچھلے وقت ضرور تشریف لاتے ہر دن صبح یا عصر کو نبی پاک ہمارے گھر ضرور تشریف لاتے اور یہ بات اتنی معروف تھی کہ نبی صدیق کے گھر ہوتا ہے اتنی معروف تھی کہ کافر بھی سمجھتا ہے کہ نبی اگر اپنے گھر نہیں ملا تو صدیق کے گھر ملے گا دوڑ کے وہاں پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا حضرت صدیق اکبر کی لخت جگر حضرت اسماء باہر آئیں۔ پوچھا کیا بات ہے؟ اس نے کہا، تیرا ابا کہاں ہے؟ محمد کہاں ہے؟ انہوں نے کہا یہاں سے چلے گئے ہمیں کیا پتہ؟ یہاں سے دونوں چلے گئے ہیں۔ اس نے کہا سچ بتلا میں جان سے

ماردوں گا کہا ماردو پتہ جونہیں ہے کہاں چلے گئے ہیں یہاں سے چلے گئے ناسخ التواریخ میں موجود ہے شیعہ حضرات کی کتاب ہے اس میں موجود ہے کہ ابوجہل لعین نے تھپڑ مارا حضرت اسماء کے کان چر گئے بالیاں جھڑ گئیں چہرا لہولہان ہوگیا لیکن پھر بھی چلا کے کہا کہ جان سے ماردے تیرا اختیار ہے لیکن نبی پاک کا پتہ بتلانا میرے بس کی بات ہے۔ نہیں بتلاسکتی ذرا غور کرو باپ کا سایہ سر پہ نہیں دادا آنکھوں سے معذور ہے نہیں بچاسکتا بھائی بھی چھوٹے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ بچیاں جو کافروں کے رحم وکرم پہ ہیں بظاہر کس طرح کڑک کے جواب دے رہی ہیں اور کس طرح نبی پاک کے رازوں کا تحفظ کررہی ہیں۔ میرے بھائیو! بات کردینا آسان ہے اعتراض کرلینا آسان ہے مگر ان حالات میں نبھانا یہ بڑی مشکل بات ہے یہ صدیق کا حصہ تھا کہ نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ساتھ اس طرح نبھایا اور صدیق کی لخت جگر کی حالت دیکھو کان چر گئے بالیاں جھڑ گئیں چہرہ لہولہان ہے اور وہ جان سے ماردے تو اسے پوچھنے والا کوئی نہیں لیکن اس کے باوجود وہ نہیں بتاتی کہ نبی پاک کہاں ہیں حالانکہ یہی وہ اسماء ہے جن کے کمر بند میں نبی پاک کا ناشتا جاتا ہے ان کا لقب ذات النطاقین ہے دو کمر بندوں والی جنہوں نے اپنی کمر بند پھاڑ کر آدھے میں نبی پاک کی روٹی باندھی اور آدھے کو کمر کے ساتھ باندھ لیا۔

پر خطر سفر کا ساتھی

میرے بزرگو اور بھائیو! تفسیر منہج الصادقین میں ان کے علامہ کاشانی نے یہ لکھا ہے کہ نبی پاک اپنے گھر سے نکلے حضرت علی کو وہاں سلایا خود صدیق کے گھر آکے آرام فرمایا ذرا غور کرو لوگ کہتے ہیں کہ صدیق اکبر غار کے اندر چلاتے رہے

تاکہ لوگ سنیں آئیں اور پکڑ لیں جن کے گھر نبی پاک رات گزار رہے ہیں اس وقت وہ نہ چلائے پکڑ وانے کے لئے جنگل میں جا کر چلانا تھا انہوں نے رات نبی پاک ان کے گھر گزارتے ہیں اور پچھلی رات کھڑکی سے مکان کی پچھلی طرف سے نکل کے پہاڑ کی طرف روانہ ہوتے ہیں اب ذرا ایک بات توجہ سے سنیں حضرت علی پاک کی بڑی شان ہے ہمارا ایمان ہے وہ نبی پاک کے بستر پر ہیں حضرت علی پاک رضی اللّٰہ عنہٗ نبی پاک کے بستر پر لیٹے ہیں بڑی شان ہے بڑی قربانی ہے لیکن اگر کافروں نے سوتے ہوئے حملہ کرنا ہوتا تو رات جاگنے کی ضرورت ہی کیا تھی یہ ان کی غیرت کے خلاف تھا کہ سارے قبیلوں کے کافر اکھٹے بھی ہوں اور ایک آدمی کو شہید کرنا ہو اور وہ بھی سوئے ہوئے کو شہید کر دیں یہ شب خون مارنا ان کی غیرتِ قومی کے خلاف تھا اس لئے وہ انتظار کرتے رہے کہ جاگیں تو حملہ کریں تو حضرت علی کو کوئی خطرہ تھا؟ شب خون مارنا ان عادت کے خلاف تھا ان کی غیرتِ قومی کے خلاف تھا اور جاگنے پر ظاہر ہو جانا تھا کہ تمہاری دشمنی نبی پاک سے ہے مجھ سے تو نہیں لٰہذا حضرت علی کو کوئی ایسا خطرہ نہیں تھا اور پھر حضرت علی شہر میں ہیں برادری میں ہیں قبیلے میں ہیں لیکن حضرت صدیق اکبر نبی پاک کے ساتھ جنگل میں جاتے ہیں ساڑھے تین سو میل کا لمبا سفر نبی پاک کے ساتھ اکیلے میں کر رہے ہیں تو حضرت صدیق کو خطرہ زیادہ ہے یا حضرت علی کو خطرہ زیادہ ہے ذرا غور فرماؤ حضرت علی گھر میں بیٹھے ہیں اور خطرے کی رات پہلی تھی جس میں وہ شب خون مارتے تھے تو خطرہ تھا لیکن شب خون نہیں مارنا تھا انہوں نے کیونکہ یہ ان کی غیرت قومی کے خلاف تھا تو ایسی صورت میں حضرت علی کو اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا کہ صدیق اکبر کو خطرہ تھا لیکن صدیق نے وہ سارے خطرے مول لے لئے لیکن نبی پاک کا ساتھ نہیں چھوڑا حضرات گرامی! ذرا غور فرمائیں حضرت صدیق اکبر رضی اللّٰہ

عنہ اتنے لمبے سفر پر جو جنگل میں ویرانوں میں ہو رہا ہے دشمن نے تعاقب کرنا تھا انعام مقرر ہو گئے ہیں گھوڑے دوڑ رہے ہیں اونٹ دوڑ رہے ہیں جاسوس دوڑ رہے ہیں پکڑنے کے لئے انعام کے لالچ میں لیکن صدیق اکبر اس سفر میں ساتھ دے رہے ہیں تو کیا صدیق اکبر کی معمولی قربانی ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! یہ بات بھی عرض کرتا چلوں کہ کچھ برادری کہتی ہے کہ وہ راہ پہ کھڑے تھے اور نبی پاک کو جاتے دیکھ لیا تھا اس لئے خطرہ تھا کہ یہ واپس جا کے کافروں کو اطلاع نہ دے دیں اس لئے نبی پاک نے مجبوراً ساتھ لے لیا تا کہ یہ جاسوسی نہ کریں یہ پیچھے جا کے خبر نہ دے دیں لیکن یاد رکھو یہ سفر کوئی سولہ دن جاری رہا مکے شریف سے چل کے مدینہ طیبہ تک یہ سفر سولہ دن جاری رہا یہ سولہ دن کیا نبی پاک نے ان کے ہاتھ باندھ رکھے تھے پاؤں باندھ رکھے تھے انہیں کندھوں پہ اٹھایا ہوا تھا پیٹھ پہ اٹھایا ہوا تھا اور ساری رات سارا دن جاگتے رہے سولہ دن راتیں تا کہ کہیں یہ بھاگ کے مکے واپس نہ چلا جائے کوئی عقل سے کام لینا چاہیے سولہ دن رات ابو بکر صدیق ساتھ ہیں تو کہیں بھی موقع نہ ملا کہ وہ رات کی تاریکی میں اٹھ کر بھاگ نکلیں اور مکہ آ کر اطلاع دے دیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذو معنی جواب

ناسخ التواریخ والا لکھتا ہے کہ جب غار سے آگے نکلے تو چونکہ صدیق اکبر جاتے تھے تجارت کے لئے راستے کے لوگ انہیں آتے جاتے دیکھتے تھے واقف تھے لہٰذا جہاں سے گزرتے وہ ڈیرے والے پنڈ والے پہچان لیتے ابو بکر کو۔ نبی پاک چونکہ نہیں آتے جاتے تھے۔ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ ساتھ کون ہے تو ابو بکر سے پوچھتے "من معک" کہ تیرے ساتھ کون ہیں تو اگر پکڑوانا ہوتا تو انہیں کو ہی کہہ دیتے کہ یارو پکڑو بڑے انعام

ملیں گے یہی ہے نبوت کا دعویدار لیکن یہ شیعہ صاحب لکھتے ہیں ناسخ التواریخ والے کہ لوگ پوچھتے من معک تیرے ساتھ کون ہے تو حضرت صدیق اکبر کا جواب کیا ہوتا تھا "رَجُل" "یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ" یہ وہ جوان ہے جو مجھے راہ دکھلاتا ہے ذرا غور فرماؤ اگر حضرت صدیق کہتے ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں تو راز فاش ہوتا تھا کوئی اور نام لے دیتے تو جھوٹ بنتا تھا یا امانت میں خیانت لازم آتی یا جھوٹ بولنا پڑتا مگر صدیق نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ اللہ کی امانت میں خیانت لازم آئے نہ راز مصطفیٰ کا افشاء لازم آئے اور نہ ہی جھوٹ بولنا پڑے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ صدیقیت بھی برقرار رہے اور نبی پاک کے راز کا بھی افشاء نہ ہو اس دور میں رواج یہ تھا کیونکہ سڑکیں نہیں تھیں راستوں کے نشانات نہیں ہوتے تھے اس دور کا رواج کیا تھا علاقے کا ایک ماہر آدمی ساتھ لے لیا جو سیدھے راستے سے منزل مقصود تک ساتھ لے جائے اسی جگہ سے لے جائے راستہ مختصر ہو جائے منزل مقصود پہ آدمی پہنچ جائے تو اس کو ہادی کہتے تھے تمہاری بولی میں رہبر سہی تو ہر علاقے سے وہ آدمی ساتھ لیا جاتا تھا جو وہ علاقہ طے کراتا عبور کراتا اس سے آگے اور آدمی لے لیا جاتا تو چونکہ سڑکیں نہیں ہیں راستے کے نشانات نہیں ہیں ایسے آدمی کی ضرورت ہوتی تھی اب حضرت صدیق نے جو یہ جواب دیا اس کا مطلب یہی تھا کہ لوگ سمجھیں زمین کا راستہ دکھلانے والا ساتھ ہے اور آپ کا مقصد کیا ہوتا تھا کہ مجھے اللہ کا راستہ دکھلانے والا میرے ساتھ ہے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسی ذو معنی بات کی ہے کہ نہ جھوٹ بنے نہ راز فاش ہو کیا کہا؟ "رَجُل" "یَھْدِیْنِی السَّبِیْلَ" میرے ساتھ وہ جوان ہے جو مجھے راہ دکھلاتا ہے انہوں نے سمجھا زمین کی راہ دکھلانے والا ساتھ ہے کوئی۔ لیکن آپ کا مقصد کیا تھا کہ مجھے اللہ کی راہ دکھلانے والا ساتھ ہے اب

غور کرو کافر ملیں اور پوچھیں کون ہے پھر تو بتلاتے نہیں کہ یہ کون ہے تو جنگل میں غار میں کیوں چیخنا چلانا تھا کیا اتنے خطرناک سفر کے اندر جو ساتھ دے اس کی عظمت کا اقرار نہیں کرنا پڑتا؟ جو صرف بستر پر سوئے اس کی عظمت کو ہم مانیں اور جو اتنے پر خطر سفر کے اندر اپنی جان نثار کرے اس کی عظمت کا کیوں نہ اقرار کیا جائے میرے بھائیو! نبی پاک کا بستر حضرت علی پاک کے پاس ہے نبی پاک کی چارپائی حضرت علی کے پاس ہے۔ مگر نبی خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ہے۔ اگر بستر والے کی عزت ہے تو نبی والے کی عزت کیوں نہیں ؟ اگر بستر والے کی قربانی ہے تو پھر نبی والے کی قربانی کیوں نہیں تسلیم کی جاتی۔ تو ماننا پڑے گا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت بجا ہے مگر خود نبی جس کے پاس موجود ہے اس کی عظمتوں کی برابری کوئی نہیں کر سکتا۔

مکہ کے تاجر کا قبول اسلام

حضرات گرامی !ایک بات اور توجہ کے لئے عرض کرتا ہوں ۔حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس وقت نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا نبی پاک کے دین میں داخل ہوئے آپ کی عمر شریف دس سال تھی مگر جب صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کلمہ پڑھا آپ کی عمر سوا دو سال کم چالیس سال تھی اب آپ مجھے یہ بتلاؤ کہ دس سال کا بچہ اسلام لے آئے وہ بھی اپنا چچازاد ہو اور گھر میں پل رہا ہو وہ نبی پاک کی سچائی کی زیادہ دلیل بنے گا یا دوسری قوم کا ہو تاجر ہو سرمایہ دار ہو کھاتے پیتے گھرانے والا ہو اور پھر وہ کلمہ نبی پاک کا پڑھے اس سے نبی پاک کی سچائی زیادہ ظاہر ہو گی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا لیکن اس سے پہلے آپ نبی پاک کے گھر پل رہے تھے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت

عباس سے کہا کہ ہمارے چچا ابو طالب کمزور ہیں مالی لحاظ سے ایک بیٹا ان کا تم سنبھال لو ایک بیٹا میں سنبھال لیتا ہوں تا کہ ان بوجھ ہلکا ہو جائے چنانچہ حضرت عقیل کو حضرت عباس اپنے پاس لے آئے اور حضرت علی کو نبی پاک اپنے گھر لے آئے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پانچ چھ سال کے بچے تھے کہ نبی پاک کے گھر آ کر پل رہے ہیں پروان چڑھ رہے ہیں جو بچہ پانچ، چھ سال کا نبی پاک کی آغوش شفقت میں پل رہا ہے اگر وہ نبی پاک کا کلمہ پڑھ لے تو تعجب کی بات نہیں آپ کو پتہ ہے ہمارے علماء حضرات کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوتے ہیں یہ مسجد میں جاتے ہیں تو بچے ساتھ جاتے ہیں وہ بھی ہاتھ باندھ کے کھڑے ہو جاتے ہیں ابا رکوع میں جاتا ہے تو وہ بھی ساتھ چلے جاتے ہیں وہ سجدے میں جاتا ہے تو وہ ماتھا بھی ٹیکے ہوئے ہوتے ہیں ادھر دیکھ بھی رہے ہوتے ہیں کہ ابا کیا کر رہا ہے تو ایک نقل اتار رہے ہوتے ہیں انہیں مسجد کی راہ سے مسجد کی ذات سے اسی وقت سے لگاؤ شروع ہو جاتا ہے۔ جب کہ ابھی پورا ہوش ہی نہیں ہوتا کہ سجدہ کسے کہتے ہیں رکوع کسے کہتے ہیں تو جس کے گھر اسلام ایمان ہو وہ تو بچپن سے اسے قبول کر لیتا ہے اور یہ ایک عادت بن جاتی ہے اتنا یہ کمال نہیں جتنا بیگانہ ہو، امیر ہو، سرمایہ دار ہو، دوسرے قبیلے سے تعلق رکھتا ہو اور علاقے کے اندر ایک راٹھ ہو، فیصلے کرنے والا ہو جھگڑے چکانے والا ہو اور وہ نبی پاک کی غلامی میں آئے اس کے اسلام لانے سے جتنی نبی پاک کی سچائی ظاہر ہو گی۔ حضرت علی کے اسلام لانے سے اتنی سچائی ظاہر نہیں ہو سکتی، پھر آپ یہ غور فرمائیں! حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر نبی پاک کی سچائی کا اعلان کریں بھی سہی تو لوگ کہیں گے کہ ان کا کھا جو رہے ہیں، کیوں نہ نبی مانیں، کیوں نہ انہیں سچا مانیں، ان کے ہاں پل جو رہے ہیں تو ان کی بات میں اتنا وزن نہیں ہو سکتا جتنا کہ صدیق کی تبلیغ میں وزن

ہوسکتا ہے اس لئے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ حضرت صدیق اکبر نے بھی تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور جن دس خوش قسمت حضرات کو نبی پاک نے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے ان میں سے پانچ وہ ہیں جنہیں سیدنا صدیق اکبر نے کلمہ پڑھایا تو آپ کے ہاتھ پر اسلام لانے والے یہ پانچ خوش نصیب اتنے قابل، اتنے مخلص، اتنے سچے مومن ہیں، کہ نبی پاک نے اسی دنیا میں انہیں جنت کی بشارت دے دی۔ تو جب شاگردوں کا یہ حال ہے۔ جب حضرت صدیق اکبر کے فیض یافتہ لوگوں کا یہ حال ہے تو صدیق اکبر کے ایمان کی کیا شان ہوگی۔

صدیق اکبر کی مالی قربانیاں

میرے بزرگو بھائیو! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چالیس ہزار درہم ساتھ رکھے جہاں خرچ کی ضرورت پیش آتی ہے سرکار فرماتے ہیں صدیق یہاں اتنے دے دو، صدیق اتنے دے دیتے ہیں یہ جو مسجد نبوی ہے۔ یہ بھی پہلے صدیق کے پیسوں سے خریدی گئی۔ جب تک مسجد نبوی رہے گی۔ جتنے آدمی وہاں نماز پڑھیں گے فرداً فرداً جتنا کسی کو ثواب ملے گا اکٹھا اتنا حضرت صدیق کو ملے گا اور پھر ثواب بھی کتنا؟ ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار کے برابر تو جب ہر ہر بندے کو ایک نماز پر 50،50 ہزار جتنا ثواب مل رہا ہے۔ تو سب کی نمازوں کے اکٹھے ثواب حضرت صدیق کو ملیں گے۔ تو حضرت صدیق کے پاس کتنا ثواب ہوگا؟ ذرا اس کا اندازہ کریں تو حضرت صدیق ہر جگہ خرچ کر رہے ہیں حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ نکاح مکہ شریف میں ہو چکا تھا۔ مدینہ شریف میں دوسرا سال جا رہا ہے صدیق عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم اپنی بیوی کو گھر کیوں نہیں

لے آتے؟ ہم رخصتی کر دیتے ہیں۔ اپنی بیوی کو اپنے گھر لے آؤ۔ آپ سرکار فرماتے ہیں۔ سچی بات یہ ہے، کہ میرے پاس حق مہر کے پیسے نہیں ہیں۔ اس لئے میں نہیں لا سکتا۔ ذرا سارے حضرات سوچ کے مجھے بتلاؤ! خاوند ہو 55 سال کا بیوی ہو نو سال کی، اور آپ 9 سال کی بچی اس 55 سالہ آدمی کو دینے لگو کوئی نہیں پوچھے گا کہ جناب کی زمین کتنی ہے؟ جناب کی دکانیں کتنی ہیں؟ جناب کی کوٹھیاں کتنی ہیں؟ جناب کے بینک میں کتنے پیسے ہیں؟ تم جو کل مر جاؤ 55 سال گزار چکے ہو دس بارہ سال اور رہو گے زیادہ سے زیادہ۔ تم جو کل فوت ہو جاؤ ہماری بچی ابھی جوان ہو رہی ہو گی کہ تم کوچ کر جاؤ ہماری بچی کہاں دھکے کھاتی پھرے گی کوئی جائیداد نام کرواؤ گے؟ کوئی نہ کوئی مکان نام کرواؤ گے؟ کوئی پیسے نام کرواؤ گے؟ صدیق نے کیا نام کروا کے اپنی بچی دی کچھ سوچو! غور کرو! 55 سال کے ہیں نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم 9 سال کی ہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان کی رخصتی کر کے دی جا رہی ہے اور اس حال میں کہ نبی پاک کے گھر مہینہ مہینہ تک آگ چولھے میں نہیں جلتی پھر یہ بچی وہاں گھر بسا رہی ہے اگر خرچہ مانگتی ہے ذرا اونچا بولتی ہے تو صدیق آ کے گلے پہ ہاتھ رکھ دیتے ہیں کہ تجھے جرأت کیسے ہوئی میرے نبی کے سامنے اونچا بولنے کی۔ خرچ مجھ سے لے۔ گھر میرے نبی کا بسا۔ تجھے نبی سے مطالبہ کی ضرورت نہیں۔ جو ضرورت ہو مجھ سے مانگ، میرے نبی کا گھر آباد کر۔ یہ ہیں وہ صدیق جنہوں نے اس طرح قربانیاں دیں سرکار سے عرض کیا کہ آپ کیوں نہیں اپنی بیوی کو گھر میں لے آتے فرمایا حق مہر کے پیسے نہیں عرض کی حضور جو میں مکے سے لے کر آیا تھا، وہ کس کے ہیں؟ وہ بھی تو آپ کے اپنے ہیں 500 درہم حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ

عنہ نے پلے سے دیے۔ نبی پاک کو کہ یہ حق مہر کی رقم بھی پیش کرتا ہوں اپنے جگر کا ٹکڑا بھی پیش کرتا ہوں اور آپ کا گھر آباد دیکھنا چاہتا ہوں۔

قرآنی شہادت

اس طرح کی قربانیاں دیکھ کر اللہ رب العزت نے صدیق کی شان قرآن میں اس آیت میں بیان فرمائی۔ وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقَیٰ الَّذِی یُؤْتِی مَالَهٗ یَتَزَکّٰی۔ سب سے بڑا پرہیز گار، سب سے بڑا متقی، اس کو جہنم سے دور رکھا جائے گا الذی یؤتی مالہ یتزکی۔ جو مال اس لئے دیتا ہے کہ میرا دل پاک ہو جائے، مال والی میل دل سے نکل جائے مال کی محبت میل ہے، یہ میل دل سے نکل جائے۔ دل میرا پاک ہو جائے۔ اس محبت سے اس لئے وہ مال خرچ کرتا چلا جاتا ہے۔ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ نِّعْمَةٍ تُجْزٰی۔ کسی کی ان پر نعمت نہیں ہے کسی کا اس پر احسان نہیں کہ وہ اس احسان کا بدلہ دے رہا ہو پھر وہ اتنا مال خرچ کر رہا ہے تو کیوں خرچ کر رہا ہے۔ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی۔ صرف اور صرف اس لئے کہ میرا رب مجھ سے راضی ہو جائے اس لئے وہ مال خرچ کر رہا ہے۔

رب کی رضا

رب راضی ہوگا یا کوئی نہ ہوگا؟ یہ غیب کی بات ہے، ہم کیسے فیصلہ دے سکتے تھے کہ رب راضی ہو جائے گا اس لئے اللہ نے آپ ہی فرمایا وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔ میں ضرور اپنے صدیق سے راضی ہو جاؤں گا وَلَسَوْفَ یَرْضٰی۔ میں ضرور بالضرور صدیق سے راضی ہو جاؤں گا جس طرح نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق اللہ رب العزت نے اپنی رضا کا اعلان فرمایا بلکہ فرمایا کہ اے محبوب تجھے اتنا دوں گا، اتنا دوں گا، کہ تم راضی ہو جاؤ گے جس طرح نبی پاک کو راضی کرنے کی ضمانت دی ہے اسی طرح

صدیق کو بھی راضی کرنے کی ضمانت دی ہے۔ ولسوف یرضی کے دو مطلب ہیں کہ اللہ ابو بکر سے راضی ہو جائے گا یا ابو بکر اللہ سے راضی ہو جائے گا باتیں دونوں ٹھیک ہیں رضی اللہ عنہم ورضوا عنه۔ اللہ فرماتا ہے میں ان سے راضی ہوں، وہ مجھ سے راضی ہیں۔ والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه۔ جو پہلے مہاجر پہلے انصار اور جنہوں نے صحیح معنوں میں ان کی اتباع کی ہے ان کے نقش قدم پر چلے ہیں ان تمام مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین پر میں راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں اور اس انداز کو بھی دیکھو کہ اللہ اتنا ہی کہہ دیتا رضی اللہ عنہم۔ اللہ ان سے راضی ہے کافی تھا یا نہیں؟ کافی تو تھا مگر جو حجت باز لوگ تھے وہ کہہ سکتے تھے کہ پہلے کوئی گڑبڑ تھی نا اب راضی ہوا ہے۔ ہمارے تو مولوی بھی نہیں جانتے ان باتوں کو لیکن اس برادری کے بچے بھی ایسی حرکتیں جانتے ہیں ایک ایسے ہی پاگل نے میرے سامنے سوال کیا میں نے کہا صرف اتنی بات ہوتی تو تیری یہ بات کسی حد تک مانی جا سکتی تھی لیکن اللہ نے فرمایا ورضوا عنه وہ مجھ سے بھی راضی ہیں۔ تو پھر اللہ نے بھی معاذ اللہ پہلے کوئی گڑبڑ کر رکھی تھی؟ کہ وہ اب راضی ہو گیا اللہ سے اللہ نے دونوں باتیں کیں ہیں میں ان سے راضی وہ مجھ سے راضی تو یہ اسی لئے کہا ہے کہ اگر میں فقط اتنا کہہ دوں کہ رضی اللہ عنہم تو کوئی یہ نہ کہے کہ پہلے ان میں کوئی خرابی تھی کوئی گڑبڑ تھی اس لئے اب اللہ راضی ہو گیا تو اللہ تعالیٰ بتلانا چاہتا ہے کہ گڑبڑ کوئی نہیں صرف میری مہربانی ہے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ میں ان سے راضی ہوں وہ مجھ سے راضی ہیں تو جب یہ رضامندی دو طرفہ ہے تو ولسوف یرضی کہ بھی دونوں معنی ہیں اللہ صدیق سے راضی ہو گیا اور صدیق اللہ سے راضی ہو گیا۔

مقامِ خودی

کنز العمال کی روایت ہے حضرت جبرائیل امین حاضر ہوئے ٹاٹ پہنا ہوا ہے۔ کانٹوں کے بٹن لگائے ہوئے ہیں سرکار نے پوچھا یہ کیسا لباس ہے؟ عرض کیا یہ تیرے صدیق کا لباس ہے تیرے صدیق نے یہ لباس پہنا ہوا ہے۔ اس لئے ہم نے بھی یہ لباس پہنا ہوا ہے پھر کہا اللہ رب العزت صدیق کو سلام فرماتا ہے اور صدیق سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے کہ اے صدیق! تو بڑا امیر تھا، بڑا تاجر تھا، بڑا رئیس تھا، آج ٹاٹ پہن کے آیا ہے، کانٹوں کے بٹن لگا کے آیا ہے، اس درویشی پر، اس فقیری پر کہیں تو مجھ سے ناراض تو نہیں ہے، راضی تو ہے، اپنے صدیق سے پوچھ کے مجھے بتلاؤ کہ صدیق تو اس حالت پہ کہیں مجھ سے ناراض تو نہیں راضی تو ہے، صدیق وجد میں آ گئے کہ کہاں میں کہاں اللہ کی ذات والا اور مجھ سے پوچھے کہ تو مجھ سے راضی تو ہے۔ وجد میں آ کے جھومنے لگ گئے اور اعلان کر رہے ہیں۔ اَنَا عَنْ رَبِّی رَاضٍ ۔ اَنَا عَنْ رَبِّی رَاضٍ ۔ اَنَا عَنْ رَبِّی رَاضٍ ۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ میں اپنے رب سے راضی ہوں۔ تو اقبال مرحوم فرما گئے ۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے، بتا تیری رضا کیا ہے

اگر اقبال کا خودی شناس اس مقام پہ پہنچ سکتا ہے تو نبی نے جسے خودی شناس بنایا ہے اس کا مقام کیا ہوگا۔

صدیق ،اتقی ہیں

حضرات گرامی! جو یہ آیت کریمہ کا معنی میں نے عرض کیا ہے۔ مجمع

البیان کے اندر شیعہ حضرات کا علامہ طبرسی یہی معنی نقل کرتا ہے کہ الاتقی سے مراد ابوبکر کی ذات ہے اب آیئے اہل سنت کے مذہب کی دلیل یہاں سے عرض کرتا ہوں۔ قرآن کی آیت سے ثابت ہوگیا کہ صدیق اکبر الاتقی ہے اور قرآن یہ کہتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے سب سے زیادہ عزت والا بھی اللہ کے نزدیک وہی ہے۔ تو ابوبکر صدیق اتقیٰ ہے اور جو اتقیٰ ہے وہ عند اللہ سب سے زیادہ اکرم ہے عزت والا ہے تو عقیدہ وہی ثابت ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد سب سے افضل صدیق اکبر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے

حضرات گرامی! صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ الا تقی ہیں ایک متقی ہے ایک اتقیٰ ہے۔ متقی کون ہے مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ تو متقی کون ہے جو چالیسواں حصہ دے اپنے مال سے زکوٰۃ کے طور پر جب متقی وہ ہے جو چالیسواں حصہ دے تو اتقیٰ کون ہوگا جو سارا ہی لٹائے جو صدیق ہے وہ چونکہ سارا لٹانے والا ہے اس لئے الاتقیٰ کہا اور یاد رکھو سارا مال دینا منع ہوتا ہے تو پھر صدیق کا کمال کیسے ظاہر ہوا یہ تو الٹا کمزوری ہوگئی خلاف ورزی ہوگئی سارا مال نہیں دینا چاہیے۔ تو حضرات محترم! سارا مال دینا منع ان کے لئے ہے جن کو دے کے پچھتاوا لگے کہ نہ دیتے تو شام کا تو گھر سے کھا بیٹھتے اب تو شام کا بھی نہ رہا جنہیں پچھتاوا لگے ان کے لئے سارا دینا منع ہے مگر جنہیں دے کے سارا مال خوشی حاصل ہو ان کے لیے یہ دینا منع نہیں ہے اور صدیق تو صدیق رہے صدیق کے گھر کی کسی بچی نے ایک سوئی بھی رکھنے کا مطالبہ نہیں کیا کہ سوئی تو چھوڑ جاؤ۔ لہٰذا صدیق اکبر سارا مال لٹا دیں تو یہ جائز ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆